دیوبندی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا
دندان شکن و مدلل جواب براہین و دلائل کی روشنی میں

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف

تحفظ اہلِ سنت و جماعت

جلد
یازدہم

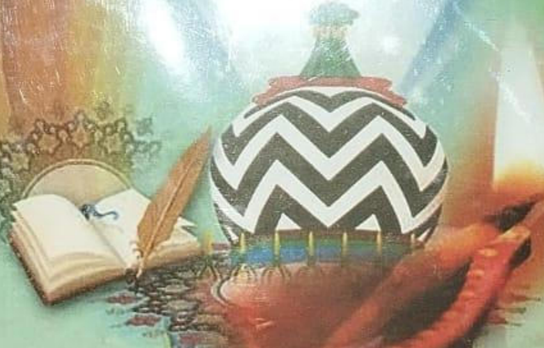

باہتمام
حضرت علامہ مولانا پیر سید مظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ازقلم
ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

مکتبہ منظر الاسلام

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف بہ

تحفظِ اہلِ سنّت وجماعت

جلد(11)

از قلم

ڈاکٹر قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی

بانی دارالقلم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

باہتمام:

حضرت علّامہ مولانا پیر سیّد مظفر شاہ قادری دامت برکاتہم العالیہ

ناشر:

مکتبہ منظر الاسلام پاکستان

جملة حقوق محفوظ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	پیش لفظ	13
	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جان کے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں؟	23
	حوالہ نمبر(1)	25
	حوالہ نمبر(2)	25
	حوالہ نمبر(3)	25
	حوالہ نمبر(4)	26
	حوالہ نمبر(5)	26
	حوالہ نمبر(6)	27
	حدیث نمبر(1)	28
	حدیث نمبر(2)	30
	حدیث نمبر(3)	31
	حدیث نمبر(4)	32
	حدیث نمبر(5)	34
	''مدارج النبوۃ'' کا حوالہ	42
	بعض نبیوں کے بچپنے کی حالت کا بیان	47
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک	52
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان کی شکست (نعوذ باللہ)	61
	حوالہ نمبر(1)	62

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	حوالہ نمبر(2)	63
	حوالہ نمبر(3)	63
	اہل کتاب کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے فتح طلب کرنا	66
	حوالہ نمبر(2)	68
	حوالہ نمبر(3)	69
	حوالہ نمبر(4)	70
	حوالہ نمبر(5)	70
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیر نبی کی برتری (نعوذ باللہ)	72
	مثلِ انبیاء ہونے کا دعویٰ (نعوذ باللہ)	84
	دیوبندیوں کی خُود ساختہ آیت	86
	رِضوان قاسمی کے بقول الیاس تبلیغی درجہ نبوت پر فائز ہو کر ارشاد فرماتا ہے(نعوذ باللہ)	87
	امامُ المتکلمین پر اعتراض کا جواب	88
	تبلیغی جماعت کے بانی انگریز سَرکار، دیوبندی گواہی	92
	حوالہ نمبر(1)	96
	حوالہ نمبر(2)	96
	حوالہ نمبر(3)	96
	حوالہ نمبر(4)	97
	حوالہ نمبر(5)	97

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	حوالہ نمبر(6)	98
	حوالہ نمبر(7)	98
	موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں و بے باکیاں	103
	حوالہ نمبر(1)	103
	حوالہ نمبر(2)	104
	حوالہ نمبر(3)	104
	حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی	105
	حوالہ نمبر(4)	105
	سیّد الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی	105
	حوالہ نمبر(5)	105
	اَنبیاء کرام علیہم السّلام اور صحابہ کِرام علیہم الرضوان کے متعلق زُبانِ بے لگام	106
	حوالہ نمبر(6)	106
	مُفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر جُھوٹ	106
	جواب نمبر(2)	108
	جواب نمبر(3)	109
	جواب نمبر(4)	109
	''چوں قلم در دست کاتب''	113
	اَنبیاء کرام کا عذاب سے بچ جانا غنیمت ہے۔ نعوذ باللہ	130

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
135	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا انکار۔نعوذ باللہ	
137	جواب نمبر(2)	
138	جواب نمبر(3)	
139	جواب نمبر(4)	
139	جواب نمبر(5)	
141	دیو بندی موصوف کسی خوش فہمی میں نہ رہیں	
142	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی باطنی قوتیں	
143	موصوف اپنے اُصول کی روشنی میں خُود جاہل	
144	مثال نمبر(1)	
144	مثال نمبر(2)	
144	مثال نمبر(3)	
145	مثال نمبر(4)	
145	مثال نمبر(5)	
153	مولوی طارق جمیل کا حضورِ اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا۔نعوذ باللہ	
155	جواب نمر(2)	
155	حوالہ نمبر(1)	
158	حوالہ نمبر(2)	

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	حوالہ نمبر(3)	158
	حوالہ نمبر(4)	158
	حوالہ نمبر(5)	159
	حوالہ کی وضاحت	160
	غلطی نمبر(1)	162
	غلطی نمبر(2)	163
	غلطی نمبر(3)	163
	''سگانِ دُنیا''	164
	فَقرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختیاری تھا	166
	حوالہ نمبر(1)	166
	حوالہ نمبر(2)	166
	حوالہ نمبر(3)	168
	حوالہ نمبر(4)	168
	حوالہ نمبر(5)	168
	انبیاء کرام احکاماتِ خُداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصر تھے۔نعوذ باللہ	169
	خوابوں پر اعتراضات کا مسئلہ	172
	الیاس گھمن کا ایک خواب کو انبیاء علیہم السلام کی گستاخی قرار دینا	173

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	ملّاں مانچسٹروی کا خواب پر فتویٰ	174
	حوالہ نمبر (2)	
	دیوبندیوں کے مُلّاں رب نواز حنفی کا خواب پر فتویٰ	176
	حوالہ نمبر (3)	
	نانوتوی کا خواب، مَیں اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھا	177
	(نکتہ)	180
	علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیرات کی حقیقت اور دیوبندی موصوف کا دُھوکا	181
	حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد، نعوذ باللہ	181
	حوالہ نمبر (2)	183
	مولانا نذیر احمد رامپوری رحمہ اللہ کا اس خواب کو رَد کرنا	185
	علّامہ مجدالدین ابن اثیر جزری رحمہ اللہ کا عقیدہ	186
	علّامہ قُسطلانی رحمہ اللہ کا عقیدہ	189
	علّامہ شہابُ الدین الخفاجی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	190
	علّامہ محمد عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	191
	علّامہ بلقینی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	192
	علّامہ صاوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	192
	کذاب دیوبندی کی صریح کذب بیانی (شیطان کو آدم علیہ	

فہرست مضامین

نمبر شمار | مضامین | صفحہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	السلام کا اُستاذ بتانا) نعوذ باللہ	198
	حضور اقدس ﷺ تھانوی کی شکل میں۔نعوذ باللہ	198
	حوالہ نمبر(2)	200
	حضور اَقدس ﷺ دیوبندی علماء کے باوَرچی،نعوذ باللہ	201
	حضرت ابوبکر وعمر شکل میں شیطان۔نعوذ باللہ	211
	''موذی مرید'' خط نمبر(3)	216
	خط نمبر(4)	216
	اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بیوی سے تعبیر کرنا۔نعوذ باللہ	218
	''تعطیر الانام'' کے حوالے کا جواب	222
	اعلانِ توبہ	225
	ضروری اعلان بے ترتیبی اشعار	227
	اہم نوٹ بمتعلق کاروباری ناشرین	228
	دِیوبندیُوں کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ دیوبندیوں کا دُرود اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی۔نعوذ باللہ	231
	الجبل الثانوی علیٰ کلیۃ التھانوی (۱۳۳۷ھ)	249
	حوالہ نمبر(1)	260
	حوالہ نمبر(2)	260

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	تھانوی جی کیوں کافر قرار پائے؟	262
	حوالہ نمبر (1)	262
	حوالہ نمبر (2)	263
	دیوبندی موصوف کا انبیٹھوی کی عقل پر تھوکنا	266
	''مقابیس المجالس'' کا حوالہ	267
	اشکال وحل از تھانوی جی	283
	حوالہ نمبر (1)	289
	حوالہ نمبر (2)	289
	حوالہ نمبر (3)	290
	حوالہ نمبر (4)	290
	حوالہ نمبر (1)	292
	حوالہ نمبر (2)	292
	حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر دُرود پڑھنے کو کم بختی قرار دینا	295
	ایک شبہ کا ازالہ	298
	جزو سوّم جوابِ دیوبند کا جائزہ	300
	جزو چہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند کا جائزہ	318
	دیوبندی مفتی کی گواہی خواب شیطانی تھا	321
	جزو پنجم جوابِ دہلی کا جائزہ	322
	"لَئِنْ قَدَرَ اللہُ عَلَيَّ" کے متعلق اقوالِ شارحین	334

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	دیوبندی مفتی کفایت اللہ دھلوی کی تضاد بیانی	341
	اہم نوٹ	348
	ایک دیوبندی کی مُلّاں خلیل انبیٹھوی پر ناراضگی	357
	تھانوی جی کے دفاع کے لئے دیوبندیوں کا فقہی جزئیہ کو غلط قرار دینا	363
	حوالہ نمبر(1)	363
	حوالہ نمبر(2)	363
	حوالہ نمبر(3)	363
	دس(10) حوالے اس جزئیہ کے متعلق	363
	حوالہ نمبر(1)	364
	حوالہ نمبر(2)	364
	حوالہ نمبر(3)	364
	حوالہ نمبر(4)	364
	حوالہ نمبر(5)	364
	حوالہ نمبر(6)	365
	حوالہ نمبر(7)	365
	حوالہ نمبر(8)	365
	حوالہ نمبر(9)	365
	حوالہ نمبر(10)	365

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	مُلّاں انبیٹھوی کا تجدیدِ ایمان ونکاح کا فتویٰ دینا حوالہ نمبر(2)	367
	چند خواب اوراُن کی حقیقت	374
	''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امامت کا دعویٰ''	376

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ربّ العالمین ،والعاقبة للمتّقین ،والصّلاة والسّلام علی افضل الانبیاءوالمرسلین،وعلی آلہ واصحابہ اجمعین،امابعد!

قارئینِ کرام!''کشف القناع عن مکر ماوقع فی الدفاع'' المعروف ''تحفظ اہلِ سنّت وجماعت'' کی گیارھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے،رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ گیارھویں جلد پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

احباب کی خدمت میں سابقہ جلد میں گذارش کر چکا تھا کہ ایک حادثہ میں دُوسرے قیمتی سامان کے ساتھ ساتھ رَدِّ ''دِفاع'' میں لکھی گئی کافی ساری قیمتی تحریریں بھی ضائع ہوگئیں جس کی وجہ سے دوبارہ اگلی جلدوں کی تیاری میں کافی وقت لگا کیونکہ عمومی اعتبار سے ایک ہی موضوع پر دوبارہ لکھنا اُکتاہٹ کا باعث بھی بنا،اس لئے کہ اس جاہل دیوبندی کے اعتراض ویسے ہی احمقانہ اور جاہلانہ تھے،پھر دوبارہ ان پر کچھ لکھنا عدم دلچسپی کا باعث رہا۔

ویسے بھی دیوبندی محاذ آرائی میں دیوبندیوں کی جانب سے کوئی علمی تحریر منظر عام پر نہیں آتی،خُود دیوبندیوں کے مقتداء رشید احمد گنگوہی نے ''اَنوارِ ساطعہ'' کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' لکھی تو اس میں اپنی جہالت کا خُوب اظہار کیا،اگر بنظر انصاف خُود دیوبندیوں کا پڑھا لکھا بندہ (بشرطیکہ ان میں سے کوئی ہو) مطالعہ کرے تو بھی اسے وہ جاہل کی تحریر ہی قرار دے گا،اور حضرت علّامہ مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''البورق اللامعہ علیٰ من ارادا طفاء الانوار الساطعہ''[1] میں گنگوہی کی جہالت کو واشگاف کر دیا اور اس کی علمی بے مائیگی کو عوام کے سامنے ظاہر کر دیا۔

مطلب یہ کہ دیابنہ کے اندر اس زمانے میں بھی کوئی علمی شخصیت موجود نہیں تھی ان لوگوں

---

[1] جو ان شاء اللہ العزیز بہت جلد تصحیح، تخریج اور تسہیل وحواشی کے ساتھ ہدیہ قارئین کی جائے گی۔

کے پیٹ کا گزر بسر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکّی رحمہ اللہ کے نام پر ہوتا تھا اپنے آپ کو اُن کا خلیفہ ظاہر کر کے لوگوں میں اپنی قابلیت ظاہر کرنے کی کوشش کرتے تھے ان لوگوں کی یہی روش تھی، اور آج بھی ان لوگوں کی یہی حالت ہے کہ کوئی ایسی علمی شخصیت موجود نہیں، بس اہل سنّت و جماعت سے فضولیات وخرافات کی آڑ میں ٹکرانے کے لئے گلی کوچوں سے کچھ آوارہ گردوں کے سامنے کر دیا جاتا ہے جو دِن رات اہل سنّت و جماعت پر بے جا، بے تکے، بے اصولے انداز میں بھونکتے اور اپنی عاقبت کوخراب کرتے رہتے ہیں اور کچھ اپنے جیسے آوارہ گرد دیوبندی لونڈوں میں اپنے بھونکنے کو علمیت سے تعبیر کرتے رہتے ہیں۔

ایسی ہی حالت کچھ صاحبِ ''دِفاع'' دیوبندی موصوف کی ہے یہ انسان نما جاندار جہالت اور بَد دماغی کا ایسا معجونِ مرکب ہے کہ جس کی جہالتیں اور حماقتیں شُمار سے باہر ہیں، اگرچہ راقم الحروف نے ''کشف القناع'' المعروف ''تحفظ اہل سنّت و جماعت'' میں دیوبندی موصوف کے اعتراضات کا قلع قمع کر کے دیوبندی موصوف کو خُود فرقہ دیوبند میں بھی منہ دِکھانے کے قابل نہیں چھوڑا یہاں تک کہ دیوبندیوں کی جانب سے اس دیوبندی موصوف کی اس کتاب ''دِفاع'' سے برأت و بیزاری ظاہر کی گئی ہے اور اس کتاب پر موجود دیوبندیوں کی تقاریظ پر بھی سوالیہ نشان اُٹھائے گئے ہیں۔

دیوبندی دَھرم سے بَدنامی کے کلنک کا ٹیکہ ہٹانے کے لئے یہ تاویلات ظاہر کی گئیں کہ اس کتاب پر مقرظین نے جو تقریظیں لگائی ہیں ان میں انہوں نے مکمل اس کتاب کو پڑھنے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ چند مخصوص مقامات کو سرسری نظر سے دیکھا ہے اس لئے اس کتاب کے مندرجات کو مقرظین کی جانب منسوب نہیں کیا جائے ، کافی سارے دیوبندیوں نے دیوبندی موصوف کو گالی باز، جاہل، معتزلیٰ العقیدہ بھی کہا، حتّٰی کہ نوبت ان کے درمیان اسی کتاب کی وجہ سے مناظروں ومجادلوں تک پہنچی ،دیوبندی مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی کا دیوبندی موصوف کو مناظرے کا چیلنج ،موصوف کے سامنے نہ آنا اور موصوف کے ہمنوا چیلوں چانٹوں کا مفتی سیّد حکیم حقانی صاحب کے ساتھ مجادلہ ومکابرہ کا رَن سجانا اس بات کا

واضح و بیّن ثبوت ہے۔

مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی صاحب کا دیوبندی موصوف کی کتاب پر دیوبندی موصوف کو مناظرے کا چیلنج

مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی بن عبد الحکیم باجوڑی صاحب فاضل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، جنہوں نے ''تخصص فی الفقہ'' کی تعلیم دیوبند مکتبہ فکر کے مفتی اعظم خیبر پختونخواہ، پیر مفتی گوہر علی شاہ صاحب سے حاصل کی، اور وہ ''جامعہ عبد اللہ بن مسعودؓ'' کانگڑہ، ''جامعہ خالد بن ولیدؓ''، اور ''مدرسہ ابو ہریرہؓ'' جیسے دیوبند مکتبہ فکر کے مدرسوں کے مدرس ہیں، اور دیوبند مکتبہ فکر میں انہیں ایک پختہ مدرس سمجھا جاتا ہے، پشتون علاقوں میں انہیں دیوبندیوں کا نمائندہ اور مایہ ناز عالم سمجھا جاتا ہے، انہوں نے بھی دیوبندی موصوف سے برأت و بیزاری کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ راقم الحروف کی اسی کتاب ''کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع'' المعروف ''تحفظ اہلِ سنّت و جماعت'' کی پہلی دس جلدوں کو ایک وڈیو کلپ میں عوام الناس کے سامنے رکھا اور راقم الحروف کی اس کتاب کو دیوبندی موصوف کے منہ پر زوردار طمانچہ قرار دیا اور باوجود اس کے کہ وہ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے دیوبندی موصوف کو غیرت دلائی کہ اس کے رَد میں دس جلدیں آ چکی ہیں جس میں موصوف کی خوب مٹی پلید کی گئی ہے، موصوف ان دس جلدوں کا جواب دے، مگر۔۔۔۔

بلکہ مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی صاحب نے دیوبندی موصوف کی کتاب کا نام بدلتے ہوئے اسے نہ صرف ''خزلانِ اہلسنۃ'' کا نام دیا بلکہ اس کتاب میں ذکر کردہ کفریات و گمراہ کن نظریات پر موصوف کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا لیکن دیوبندی موصوف غیرت سے عاری اور جاہل آدمی ہے اس کے پاس سوائے جہالتوں اور گالیوں کے بات کرنے کے لئے کوئی علمی دلیل موجود نہیں۔ دیوبندی موصوف نے روایتی طور پر اپنے ہی مکتبہ فکر کے عالم مفتی سیّد حکیم حقانی صاحب سے مناظرہ کرنے سے فرار اختیار کیا۔ دیوبندی موصوف میں ذرہ برابر بھی غیرت نہیں، موصوف اگر علمائے اہل سنّت کی تحریروں اور علمی گرفتوں کا جواب

دینے کی تاب نہیں رکھتا تو کم از کم اپنے دیوبندی عالم سے ہی مناظرہ کر لیتا اور اپنی لکھی ہوئی کتاب کا ہی دفاع کرتا، مگر موصوف ہماری ان گیارہ جلدوں کا جواب خاک دے گا وہ تو ہماری طرف سے (ہمارے مضمون ''المقیاس'' جسے شائع ہوئے تقریباً دس سال ہو گئے ہیں میں) اپنے اُوپر اسماء الرجال، حوالہ کتب اور تراجم عبارات تک کی صورت گرنے والے پہاڑوں سے ابھی تک نہیں نکل سکے۔

موصوف ویسے تو لمبی لمبی چھوڑتے ہیں کہ مَیں نے فلاں کو کال کی اور فلاں کو کال کی، مگر اپنی ہی لکھی تحریر جس پر موصوف کو ناز بھی بہت تھا اپنے ہی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی صاحب کو فون کال کیوں نہیں کر رہے انہیں بھی فون کال کر کے اپنی کتاب کا دفاع کر لیتا مگر حقیقت یہ ہے کہ سوائے چند خصیہ برداروں کے کوئی دیوبندی موصوف کو دو ٹکے کی بھی اہمیت نہیں دیتا، باقی مسائل تو اپنی جگہ مسئلہ ''اِمکانِ کذب'' کی ابحاث میں راقم الحروف نے دیوبندی موصوف کے متعلق باقاعدہ دلائل سے ثابت کیا تھا کہ موصوف کی تحریر سے صرف اِمکان نہیں بلکہ وقوع ثابت جس سے موصوف کا وقوع کا قائل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مفتی سیّد حکیم حقانی ماتریدی صاحب نے بھی راقم الحروف کے اس مؤقف کی تائید وتصدیق کر دی اور اس بات کو تسلیم کیا کہ واقعی دیوبندی موصوف صرف اِمکانِ کذب نہیں بلکہ وقوعِ کذب کا بھی قائل ہے۔ ''کراماتِ اختیاریہ'' کے موضوع پر دیوبندی موصوف کے رَد میں بھی دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مفتی سید حکیم حقانی صاحب کی پُوری کتاب ''التحقیقات الجوہریہ'' کے نام سے موجود ہے جس میں دیوبندی موصوف کے نظریے وعقیدے کی باقاعدہ دلائل کی روشنی میں دھجیاں اُڑائی گئی ہیں اور نہ صرف اتنا بلکہ دیوبندی موصوف کو حرامی تک کہا گیا ہے یہ تو گھر کے بھیدیوں کی طرف سے موصوف کے متعلق گواہیاں ہیں۔

لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اسماعیل دہلوی کو اُس زمانے میں دہلی کے اندر ایک

شخص نے حرامی کہا اور آج دیوبندی موصوف کے متعلق خود اس کے ہم مکتبہ فکر کے مفتی نے حرامی ہونے کی گواہی دی، اہل سنّت وجماعت کے عقائد پر بھونکنے والے دیوبندیوں کو صرف حرامی ہی کیوں ملتے ہیں؟ حلقہ دیوبندیت میں شکم دیوبندیت سے جنم لینے والے صرف حرامی ہی سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بکواس کرتے ہیں، موصوف کی حرکات سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا دیوبندیوں کے عظیم ستون کی گواہی نے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کیا۔ راقم الحروف کی اس کتاب کی تائید وتصویب میں مفتی سیّد حکیم ماتریدی صاحب کی پُوری وڈیو موجود ہے اور انور تاج ماتریدی جس کا تذکرہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم خیبر پختونخواہ، پیر مفتی گوہر علی شاہ صاحب نے بھی اپنی گفتگو میں کیا وہ انور تاج صاحب اپنی پوسٹ میں کہتے نظر آئے کہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ ساجد نقشبندی جیسے منہج دیوبندی [دیوبندیت] میں کالا داغ ہے اگر دیوبندیت [کو] ان لوگوں کے منہج پر چھوڑا جائے تو بہت نقصان اور رسوائی کی بات ہوگی۔۔ یہ ظالم وقوعِ کذب کی کوشش کرتا ہے جو صریح کُفر ہے۔ ہم مفتی سید حکیم دیوبندی کی خدمات کی قدر کرتے ہیں اور ان کی تائید کرتے ہیں''۔

اور مفتی سیّد حکیم ماتریدی نے کھل کر دیوبندی موصوف کا رد کیا اور اپنے تأثرات اور دیوبندی موصوف کی جہالت کا جو اظہار کیا وہ مفتی سیّد حکیم ماتریدی کے مختلف وڈیوز میں موجود ہے ان وڈیوز کو یوٹیوب اور مفتی سید حکیم ماتریدی صاحب کے فیسبک آئی ڈی پر دیکھا جا سکتا ہے وڈیو پشتو زبان میں ہیں اور اردو بولنے وسمجھنے والے تمام افراد کو پشتو سمجھنا مشکل ہے اسی لئے ہم یہاں پر اپنے ایک دوست کی طرف سے کئے گئے اس کے ترجمہ کو لگاتے ہیں، ملاحظہ کریں:

''میں نے ساجد خان کی کتاب کے بارے میں بات کی تھی خزلان اہل السنۃ جس میں شرک فی الصفات بھی ہے اور کُفریات بھی اس میں ہیں۔ خیر الامین کے ساتھ میرا اس پر بحث ومباحثہ ہو رہا تھا اس نے کہا تھا کہ اس میں اگر یہ باتیں نکل آئیں تو مَیں اس سے رجوع

کرادوں گا۔اس لئے میں باتیں اس کتاب سے پیش کرتا ہوں، باقی کو ماننا یا نہیں کروانا ان کا اپنا کام ہے، اپنے ساتھیوں اور علماء دیوبند سے کہتا ہوں کہ بدعقیدہ نہ بنیں اور جو کلام اس نے کیا ہے وہ بالکل غلط کلام ہے۔آپ کو میں سناتا ہوں بمع صفحہ نمبر باقی آپ اس پر سوچ سمجھ کر تفکر کریں، پھر جس طرف آپ کی مرضی ہو اس طرف رخ کریں۔

ساجد خان کی کتاب کے بارے میں پہلی بات تو کرنا چاہتا ہوں کہ خیر الامین صاحب نے کہا تھا اس پر بڑے بڑے علماء کی تقاریظ لکھی ہیں، خصوصاً ان میں ایک مولوی ندیم صاحب کا ذکر کیا تھا۔تو یہ اُن کی تقریظ ہے آپ اسے دیکھ سکتے ہیں۔پہلے اس تقریظ کی حیثیت واضح کردوں باقی باتیں پھر کروں گا۔صفحہ نمبر ۱۷ پر مولانا ندیم محمودی صاحب نے لکھا ہے:

مسلسل مسلکی اور تبلیغی مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اب تک پوری کتاب کا۔۔۔۔سے قاصر ہوں، ان شاء اللہ بغرض استفادہ مکمل کتاب کا مطالعہ اشاعت کے بعد کروں گا۔

اس غریب نے اسے دیکھا نہیں ہے تو ایسے لوگوں کی توثیق ہم کیسے لیں گے۔یہ کہتا ہے کہ جب شائع ہو جائے تو اس سے استفادہ کروں گا اور پھر پڑھوں گا مگر دیکھا نہیں ہے۔ایسی تقاریظ ہم نہیں مان سکتے۔مگر بالفرض والمحال اگر ۶۰ بار بھی دیکھا ہو تو یہ دو باتیں اس ایک ہی صفحہ پر میں نے نوٹ کی ہیں۔خزلان اہل السنۃ صفحہ ۳۲۷ پر ایک بات یہ لکھی ہے:

جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بات کی اس طرح اللہ تعالی نے بات کی، ان مثالوں سے ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انسان بات کرتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح بات کرتا ہے۔یہاں بالکل تشبیہ کر دی ہے۔اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے ہمارا کلام حادث ہے۔اللہ کے کلام میں صوط نہیں ہمارے کلام میں صوط ہے۔اللہ تعالیٰ کے کلام میں تقدیم وتاخیر نہیں ہمارے کلام میں ہے، وہ منہ اور زبان کا محتاج نہیں ہم محتاج ہیں۔مگر یہ کیا کہتے ہیں! یہ الفاظ لائے ہیں: بعینہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بات کی، یہ بعینہ بھی ساتھ لکھا ہے اتنی تاکید کی ہے۔اور دوسری بات: نوح علیہ السلام نے کہا: ان ابنی من اھلی۔میرا بیٹا میرے گھر والوں سے ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انہ لیس من اھلک۔پھر لکھتے ہیں: کہ بات تو واقع

کے خلاف ہے یعنی جو بات اللہ نے کی ہے یہ واقع کے خلاف ہے، اور خلاف واقع کو ہم کذب کہتے ہیں۔ اسی لئے دفاع اہل السنۃ کو خزلان اہل السنۃ کہتا ہوں۔

اے علماء اے طلباء! اس کتاب کے دھوکے میں نہ آنا یہ شرک فی الصفت کیا گیا ہے۔ کلام کی صفت میں خالق اور مخلوق کو شریک کیا گیا ہے ان کے نزدیک دونوں بعینہ ایک جیسے ہیں تو ہر مشرک کافر ہے اور ہر کافر مشرک نہیں ہوتا۔ تو اس عقیدہ شرک فی الصفت سے یہ بندہ ایمان سے خارج ہو چکا ہے اس نے نجدیت اور غیر مقلدیت کو اپنایا ہے۔

یہ ہمارے امام ابوحنیفہ کی کتاب کے اس جملے کے خلاف گئے ہیں میں نے پہلے کہا تھا کہ ایک تو یہ احناف کے مخالف ہیں دوسرے دیوبند کے خلاف ہیں۔ ویتکلم لا ککلا منا یہ فقرہ اکبر میں ہے اللہ پاک باتیں کرتا ہے مگر ہماری طرح باتیں نہیں کرتا، ساجد کی یہ بات کلیات امدادیہ کے بھی خلاف ہے۔ صفحہ نمبر ۸۵ پر لکھتے ہیں: اللہ تعالی کا کلام غیر مطابق لواقع نہیں بلکہ واقع کے مطابق ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ نمبر ۷ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے کلام میں مماثلت ومشابہت نہیں۔ محاضرات میں شیخ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ کے کلام میں مماثلت اور مشابہت نہیں۔ جہد المقل میں بھی ساجد کے خلاف ہے۔ تقریر دلپذیر میں بھی ساجد خان کے خلاف قول کیا گیا ہے۔ عبدالرحمٰن عابد کی کتاب صفحہ ۴۵، ۴۶ پر لکھا ہے شرح فقہ اکبر میں بھی لکھا ہے، شرح فقہ اکبر ملا علی قاری فرماتے ہیں: ھو کافر باللہ العظیم، چلو کافر ہو گئے ساجد۔ اسی طرح فوائد صفدریہ میں صفحہ ۱۵۹ پر لکھا ہے اسی طرح تقویۃ الایمان، تحفۃ المناظر، ۳۰۷، ۳۰۸، زندۃ الفیضانی میں میں نے قاسم نانوتوی اور اسماعیل شہید کی بات بھی نقل کی ہے۔ یک روزہ کا ایک قول کہ مشارکت اور مشابہت نہیں ہے۔ نانوتوی نے لکھا ہے کہ ممکن تو ہے مگر صدور کُفریہ عقیدہ ہے، بوادر النوادر تھانوی میں بھی مقدور لکھا ہے مگر صدور کو کُفر لکھا ہے۔ المہند علی المفند میں لکھا ہے صفحہ ۲۷، ۳۷، واقع کے مطابق لکھا ہے خلاف نہیں اور جو واقع کا عقیدہ کرے وہ کافر، ملحد، زندیق ہے اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ باقی آخری بات: ہم علماء دیوبند کی تائید میں ہیں، احناف کی تائید میں ہیں جو

نجدیت پھیلا رہے ہیں اس کی تائید نہیں کر سکتے۔ یہ کُفر اور ایمان کا مسئلہ ہے اس پر ہم بحث بھی کریں گے اور مناظرے بھی کریں گے، آخر میں ایک سوال کرتا ہوں: بعض لوگ کہتے ہیں ساجد خان کی کتاب اپنے لئے لازمی لے لیں تو ان سے میرا یہ سوال ہے جو صفحہ میں نے دکھایا ہے آیا یہ درست ہے یا غلط؟ اگر اسے کوئی صحیح سمجھتا ہے تو میرے ساتھ بات کرے۔ اپنے آپ کو وکیل احناف کہتے تو مؤکل کون ہے، وکیل سے پہلے موکل ہونا چاہئے ساجد خان کی یہ بات انتہائی خطرناک ہے دِکھانا میرا فرض تھا۔

مگر تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے موصوف نے اپنی سبکی و خفّت مٹانے کے لئے آج کل ایک نیا ڈھونگ رچایا رکھا ہے کہ خود پوری تیاری اور کتب کو سامنے رکھ کر بعض علماء اہل سنّت کو فون کال کرتے ہیں اور گنگوہی جی کے وقوعِ کذب والے فتوے کے بارے میں بات شروع کر دیتے ہیں اور اُس کو چھوٹ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ویسے تو موصوف میں غیرت نام کی کوئی چیز ہوتی تو ہم نے اپنی اسی کتاب ''کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع'' المعروف ''تحفظ اہلِ سنّت و جماعت'' کی جلد 4 ص 66 تا 99 میں نہ صرف اس فتویٰ وقوعِ کذب پر بحث کی بلکہ اُس فتوے کا رَد'' جو حضرت علّامہ مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمہ اللہ نے لکھا تھا اس کو بھی لگایا اور بتایا بھی کہ اس فتویٰ کی اصل عبارت مع اس کے رَد کے ''تنبیه الغفول عن علم غیب الرسول ﷺ'' نامی رسالہ کے آخر میں صفحہ (53) سے شروع ہو کر آخر تک ہے اور ''دَر مطبع گلزار حسینی بمبیٔ'' سے سیٹھ حاجی محمد قاسم صاحب سورتی کے اہتمام سے شائع ہوا ہے''، نئی کمپوزنگ (تا کہ موصوف جیسے اندھوں کو پڑھنے میں زیادہ مشکل پیش نہ آئے) کر کے شائع کر دیا تھا جو اس بات کی واضح و بیّن دلیل تھا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جو ''حُسام الحرمین'' میں فرمایا وہ حق اور سچ ہے۔

مگر مَیں نہ مانوں کا تو کوئی علاج نہیں ہوتا اور کہنے والوں نے موصوف جیسوں کے بارے میں سچ ہی کہا ہے کہ: ''مَن حرامی تے حُجّتاں ڈھیر''، موصوف نے

جب دیکھا کہ اب وہ پُرانا راگ کہ ''یہ فتویٰ جو کئی بار چھپا اس کا ثبوت نہ احمد رضا خاں کی کتابوں میں ہے اور نہ دُنیا کے کسی کونے میں ہے (دفاع)'' گانا جھوٹے اور کذاب ہونے کی دلیل بن چکا ہے تو دجل وفریب ، مکاری وعیاری میں چار قدم مزید بڑھتے ہوئے نئی راگنی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

قارئین کرام! یہ حقیقت تو تحقیق وجستجو سے وابستہ افراد پر مخفی نہیں کہ اہل سنّت وجماعت اور دیوبندیوں کے درمیان شدید اختلافات کی بُنیاد اکابرین دیوبند کے کُفریات ہیں ، دیوبندی ہٹ دَھرمی اور ضد وعناد کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کفریات کو کُفر تسلیم کرنے سے بھی گریزاں رہتے ہیں بلکہ ان کُفریات کو عین ایمان سمجھتے ہیں اور اپنے اکابرین کی کفریات کی تائید میں بزعم خود لولے لنگڑے دلائل دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں چھوٹے بڑے دیوبندیوں کی جانب سے کچھ کتابیں بھی منظر عام پر آئی ہیں ۔ دیوبندیوں کے بڑے خلیل انبیٹھوی نے المہند میں سر توڑ کوشش کی لیکن وہ بھی بُری طرح ناکام رہا اور دیوبندیت کے اکابرین کے ماتھے سے کفر کے ٹیکہ کو مٹا نہ سکا، منظور نعمانی اور دربھنگی نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا یا لیکن انہیں بھی ذلت ورسوائی نصیب ہوئی اس کے بعد باقی دیوبندی انہی چبے ہوئے نوالوں کو چبانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے اکابرین کی تحریروں کو ملمع سازی کے ساتھ مختلف رسائل اور کتابوں میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان عقل کے اندھوں اور مُردہ دلوں کو اتنا علم نہیں کہ جن کو تم اپنا اکابر مانتے ہو وہ تمہارے دیوبندی پنڈت بھی اپنے بھر پور کوشش کے بعد بھی اس کلنک کے ٹیکہ کو نہ مٹا سکے تو تمہاری کیا اوقات ہے؟ اور تم کس کھیت کی مولی ہو۔

کراچی کی ایک جاہل دیوبندی کو کسی بے وقوف دیوبندی نے اکابرین دیوبند کا دفاع کرنے کا مشورہ دے دیا اور وہ جاہل دیوبندی اپنی جہالت کی وجہ سے اس موضوع کو اپنی خالہ جی کا گھر سمجھ بیٹھا اور ایک کتاب اپنے اکابرین کے مزعومہ دفاع میں لکھ ماری اس کتاب میں موصوف اپنے اکابرین کے کفریات کا دفاع کیا خاک کرتا بلکہ اُلٹا خود موصوف

کفریات بکتا چلا گیا یہاں تک کہ موصوف کے اپنے خالہ جی کے گھر یعنی پشتون علاقہ کے دیوبندیوں نے بھی موصوف کی اس کتاب سے لاتعلقی شروع کر دی اور اس کو خزلان اہل السنۃ قرار دیا۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ راقم کی کتاب ''کشف القناع عن مکر ماوقع فی الدفاع'' المعروف ''تحفظ اہلِ سنّت و جماعت'' کو حلقہ دیوبندیت میں بھی سراہا گیا اور اس کتاب کو پذیرائی دیتے ہوئے کتاب کی تائید وتصویب حلقہ دیوبند کی چھوٹی کی علماء کی طرف سے کر دی گئی اور دیوبندی موصوف کی کتاب کو گندہ انڈا سمجھ کر مناظرے کے لئے للکارا گیا۔قارئین کرام! یہ بات بھی آپ پر واضح کرتا چلوں کہ سابقہ جلدوں میں اکابرین دیوبند کی کفریہ عبارات پر مکمل بحث ہو چکی ہے اور دیوبندی موصوف کے جملہ اعتراضات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے ،راقم اس گیارھویں جلد کی ترتیب وتالیف میں مشغول تھا اس وقت مفتی سیّد حکیم ماتریدی صاحب ،انور تاج ماتریدی دیوبندی اور پیر مفتی گوہر علی شاہ دیوبندی اور دیگر پشتون دیوبندی علماء کی جانب سے دیوبندی موصوف کی کتاب سے برأت وبیزاری کا اعلان منظر عام پر آیا اس کے بعد مختلف علاقوں سے احباب نے رابطہ کر کے اس بات پر زور دیا کہ دیوبندی موصوف کی کتاب کا اب مزید آگے رَد کرنے کی ضرورت نہیں ،اس لئے کہ بنیادی باتیں سابقہ جلدوں میں آ چکی ہیں اور دیابنہ اربعہ کی کفر پر مہر ثبت ہو چکی ہے اب جبکہ خُود حلقہ دیوبندیت سے بھی دیوبندی موصوف کی کتاب کو غیر معتبر اور خزلان اہل السنۃ قرار دیا جا رہا ہے تو ایسی صورت میں اس پر مزید اپنا قیمتی وقت صَرف نہ کیا جائے بلکہ کسی اور ضروری واہم کام کی طرف توجہ کی جائے ،راقم کو احباب کا یہ مشورہ معقول نظر آیا اگرچہ راقم کا ارادہ تھا کہ دیوبندیت کے رد میں کم از کم پچاس جلدیں لکھ کر دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی جائے تاکہ بعد میں کسی کو اس موضوع پر گفتگو کی ضرورت چنداں محسوس نہ ہو،لہٰذا وقت کی نزاکت کے پیش نظر راقم اس بارے میں اپنے قلم کو یہیں پر روکتا ہے باقی مخلص احباب نے مزید جو اس بارے میں مشورہ دیا اسے ہی عملی جامہ پہنایا جائے گا ان شاء اللہ العزیز۔

محمد ارشد مسعود عفی عنہ

نبی اکرم ﷺ اپنی جان کے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ
''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں۔نعوذ باللہ
مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:
''سوانہوں نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی،میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کا بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں''۔(تقویۃ الایمان،ص ۲۸)
مولوی غلام اللہ خان پنڈی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ نفع ونقصان کی طاقت اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے''۔(جواہر القرآن،ص ۷۳)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۷۹)

الجواب: رضا خانی نے اپنی عادت بد سے مجبور ہوکر اس بار بھی عبارت پوری نقل نہیں کی ملاحظہ ہو:''وقال اللہ تعالی قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر بشیر لقوم یومنون''۔

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف میں کہ میں کہہ میں نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع ونقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کوئی برائی میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

ف: یعنی سب انبیاء واولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہی کی

پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اسی لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کردیں تا کہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جائے سوانہوں نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کرسکوں اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر بُرا معلوم ہوتا تو کا ہے کو اس میں قدم رکھتا''۔(تقویۃ الایمان،ص ۳۴،۳۵،دارالاشاعت)

دیکھا قارئین کرام! کتنا بڑا فریب کیا اس آدمی نے عبارت کے شروع میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی اسے سارا غائب کردیا کیونکہ ان گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا نبی کے فضائل ومناقب کب برداشت ہو سکتے ہیں پھر دوسرا فریب یہ دیا کہ شاہ صاحب یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کی پیش کردہ آیت کا مطلب ومفہوم بیان کررہے ہیں فتویٰ لگانا ہے تو معاذ اللہ قرآن پر لگاؤ۔ مولانا احمد رضا خان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

''تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا [تو یُوں ہوتا] کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

جو بات شاہ صاحب۔۔نے کی وہی احمد رضا خان صاحب کررہے ہیں تو اب لگاؤ فتویٰ''۔[1]

الجواب: دیوبندیوں نے اپنی عادتِ بد کے مطابق مذکُورہ آیتِ کریمہ سے غلط نتیجہ اَخذ کرنے کی کوشش کی ہے، اور پُوری عبارت نقل نہ کرنے کا طعنہ'' دیوبندیت کے بطلان

[1] دفاع،ج1ص793-794،مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کا اِنکشاف'' کے مؤلف کو دیا ہے۔ اگر دیو بندی پُوری آیتِ کریمہ کو سمجھ لیتے تو انہیں اپنا غلط نظریہ کشید کرنے کی جراُت نہ ہوتی، کیونکہ اس آیتِ کریمہ میں حرفِ اِستثناء موجود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

حوالہ نمبر (1)

علّامہ ابُو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی [م 427ھ] اپنی تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" میں فرماتے ہیں کہ:

"أی أملکه بتملیکه إیای". [1]

''یعنی اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے، اُس کے مالک کرنے سے، مَیں اس کا مالک ہوں''۔

حوالہ نمبر (2)

چنانچہ علّامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ [م 597ھ] اپنی تفسیر "زاد المسیر" میں حرفِ اِستثناء کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ أی: إلا ما أراد أن أملکه بتملیکه إیای". [2]

''مگر جس کا مجھے مالک بنانے کا اللہ تعالیٰ اِرادہ فرمائے تو اُس کے مالک بنانے سے مَیں مالک ہوں''۔

حوالہ نمبر (3)

علّامہ ابُو عبد اللہ محمد بن احمد اَنصاری شمس الدّین القُرطبی [م 671ھ] اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" المعروف ''تفسیر قرطبی'' میں فرماتے ہیں کہ:

"أن یملکنی یمکننی منهُ". [3]

---

[1] الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج4ص314، دار إحیاء التراث العربي، بیروت

[2] زاد المسیر في علم التفسیر، ج2ص176، دار الکتاب العربي- بیروت

[3] الجامع لأحکام القرآن، ج7ص336، دار الکتب المصریة- القاهرة

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا مالک کرے اُس کی نسبت میرا اس پر اختیار ہے"۔

حوالہ نمبر (4)

علامہ ابُو العباس احمد بن یُوسف المعروف بالسمین شہاب الدین حلبی [م 756ھ] اپنی تفسیر "الدر المصون في علوم الكتاب المكنون" میں فرماتے ہیں کہ:

"في هذا الاستثناء وجهان أظهرهما: أنه متصل أي: إلا ما شاء الله تمكيني منه فإني أملكه". [1]

"یعنی اس اِستثناء میں دو وجہوں کا اِحتمال ہے، اَظہر یہ ہے کہ یہ اِستثناء متصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے تو اُس کے قدرت دینے سے مَیں اس کا مالک ہوں"۔

حوالہ نمبر (5)

مزید دُوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"فيه وجهان أحدهما: أنه استثناءٌ متصل تقديرُه: إلا ما شاء الله أن أَمْلكه وأُقْدِر عليه. والثاني: أنه منقطعٌ. قال الزمخشري: »هو استثناءٌ منقطع أي: ولكنْ ما شاء الله من ذلك كائن، فكيف أَمْلك لكم الضررَ وجَلْبَ العذاب؟" [2]

"یعنی اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اِستثناء متصل ہے، پھر مطلب یہ ہوگا کہ مگر اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے مجھے اس کا مالک کرے تو مَیں اُس کی مَشِیّت سے اس پر قدرت رکھتا ہوں اور دُوسرا یہ کہ منقطع ہو اور یہ زمخشری (معتزلی) کا قول ہے، اُس نے کہا: یہ اِستثناء منقطع ہے،

[1] الدر المصون في علوم الكتاب المكنون، ج5ص532، دار القلم، دمشق

[2] الدر المصون في علوم الكتاب المكنون، ج6ص213، دار القلم، دمشق

یعنی مطلب یہ کہ مگر جو اللہ چاہے تو وہ اس میں سے ہو کر رہے گا، تو پھر مَیں کس طرح تمہارے لئے نقصان وعذاب کا مالک ہوسکتا ہوں''۔

حوالہ نمبر(6)

علّامہ ابنِ عادل ابُوحفص سراج الدین عمر بن علی دمشقی حنبلی [م 775ھ] اپنی تفسیر ''اللباب في علوم الكتاب'' میں فرماتے ہیں کہ:

"فيه وجهان: أحدهما: أنَّه استثناءٌ متَّصل، تقديره: إلاَّ ما شاءَ الله أن أملكه، وأقدر عليه. والثاني: أنَّهُ منقطعٌ، قال الزمخشري: هو استثناءٌ منقطعٌ، أي: ولكن ما شاء اللهُ من ذلك كائن، فكيف أملك لكم الضَّرر وجَلْبَ العذابِ؟"۔ [1]

''یعنی اس میں دو اِحتمال ہیں، ایک یہ کہ اِستثناء متصل ہے، پھر مطلب یہ ہوگا کہ مگر اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے مجھے اس کا مالک کرے، تو مَیں اُس کی مَشِیَّت سے اس پر قدرت رکھتا ہوں، اور دُوسرا یہ کہ منقطع ہو اور یہ زمخشری (معتزلی) کا قول ہے اُس نے کہا: یہ اِستثناء منقطع ہے یعنی مطلب یہ کہ مگر جو اللہ چاہے تو وہ اس میں سے ہو کر رہے گا، تو پھر مَیں کس طرح تمہارے لئے نقصان وعذاب کا مالک ہوسکتا ہوں''۔

ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک ومختار ہیں، مگر گندی ذہنیت رکھنے والے دیوبندی حرفِ اِستثناء کی جانب نظر نہیں کرتے اور لوگوں کو دُھوکہ دینے کے لئے اَدھورا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

صاحبِ ''تقویۃ الایمان'' نے بھی نتیجہ اَخذ کرنے میں ایسا ہی کیا جیسا کہ اُس کی عبارت میں ہے کہ:

[1] اللباب في علوم الكتاب، ج10 ص346-347، دار الكتب العلمية-بيروت

''میری قُدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دُوسرے کا کیا کرسکوں''۔ [1]

جب اِستثناء آیتِ کریمہ میں موجود ہے تو اسماعیل دہلوی صاحب کو نتیجہ اَخذ کرنے میں بھی اِستثناء کی رِعایت کرنی چاہئے تھی، مگر اُنہوں نے اس کی کوئی رِعایت نہیں رکھی، اور آج کل کے دِیوبندی بھی کوئی رِعایت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اِستثناء کی رِعایت رکھنے کے بعد عطائی طَور پر نفع ونقصان پر قدرت و مِلک ثابت ہوتی ہے۔ یہ بات دِیوبندیوں سے ہضم نہیں ہوتی اسی لئے دیوبندی اِستثناء کی رِعایت نہیں رکھتے۔

بے شُمار رِوایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عطائی طَور پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفع ونقصان کے مالک ہیں، چند صحیح اَحادِیثِ مبارکہ مُلاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر (1)

صاحبِ ''صحیح'' امام ابُوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپُوری رحمۃ اللہ علیہ [م 261ھ] اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' میں حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا:

''اے اللہ عزّوجل کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابُو طالب کو کیا نفع دیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لوگوں سے لڑتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے؟ تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

"نَعَمْ وَجَدْتُهُ فِي غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجْتُهُ إِلَى ضَحْضَاحٍ". [2]

---

[1] تقویۃ الایمان، ص ۳۴۔۳۵، دارالاشاعت، بحوالہ دفاع، ج1 ص794، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] أخرجه مسلم في الصحيح، بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ بِسَبَبِهِ (358)، من طريق ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ==

''ہاں! مَیں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے مَیں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا''۔ [1]

جبکہ امام ابُوعبداللہ محمد بن اسماعیل بُخاری رحمۃ اللہ علیہ [م256ھ] نے اپنی ''صحیح'' میں اَبُو عوانہ کے طریق سے مندرجہ ذیل الفاظ بیان کیا ہیں:

"هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ؟"۔ [2]

---

[1] == بنِ الْحَارِثِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ، يَقُولُ:۔۔۔۔الحديث۔

وأخرجه الحميدى فى مسنده، ج1ص 422 (465)، ومن طريقه أبى بكر الشافعى فى الغيلانيات (290)، ومن طريقه ابن سيد الناس فى أحاديث عوال من مسموعات ابن سيد الناس (10)، والبيهقى فى البعث والنشور، (12)، من طريق سفيان، به۔

وأخرجه ابن مندة فى الايمان، ج2ص 888 (969)، من طريق أبى يحيى بن أبى مسرة، وعبدالله بن الزبير الحميدى، ومحمد بن يحيى المكى جميعاً عن ابن عيينة، به۔۔۔۔وقال: رَوَاهُ جَمَاعَةٌ، عَنِ ابنِ عُيَيْنَةَ۔

[2] أخرجه البخارى فى الصحيح، بَابُ كُنيَةِ المُشْرِكِ، ج8ص46 (6208)، وبَابُ صِفَةِ الجَنَّةِ وَالنَّارِ (6572)، ومسلم فى الصحيح، بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ بِسَبَبِهِ (357)، وأحمد فى مسنده (1768)، و (1789)، والبزار فى مسنده (1311)، وأبو عوانة فى المستخرج (278)، وابن مندة فى الايمان (961)، وأبو نعيم فى المسند المستخرج (510)، والبيهقى فى الشعب (275)، كلهم من طريق أبو عوانة عن عَبدُ المَلِكِ، عَنْ عَبدِ اللهِ بنِ الحَارِثِ بنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبَّاسِ بنِ عَبدِ المُطَّلِبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ۔۔۔۔الحديث۔

وقال البزار: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وُجُوهٍ، فَرَوَى ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَغَيْرُهُمْ، وَأَجَلُّ مَنْ رَوَى ذَلِكَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ ''۔

حدیث نمبر(2)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ مندرجہ ذیل ہیں
"سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي طَالِبٍ هَلْ تَنْفَعُهُ نُبُوَّتُكَ؟ قَالَ:" نَعَمْ أَخْرَجْتُهُ مِنْ غَمْرَةِ جَهَنَّمَ إِلَى ضَحْضَاحٍ مِنْهَا". [1]

''یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا آپ کی نبوت نے اُن کو فائدہ پہنچایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ہاں! مَیں نے اُن کو جہنم کی گہرائی سے نکال کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا''۔

علّامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی[م786ھ] فرماتے ہیں کہ:

"فإن قلت أعمال الكفرة هباء منثورا لا فائدة فيها قلت هذا النفع هو من بركة رسول الله صلى الله عليه وسلم وخصائصه". [2]

''یعنی یہاں ایک سوال ہے کہ کفّار کے اَعمال تو ضائع اور بے فائدہ ہیں تو اِس کا جواب کیا ہے؟ مَیں کہتا ہوں کہ یہ نفع و فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہے، اور آپ

---

[1] أخرجه أبو يعلى فی مسنده، ج4ص 41(2047)، وتمام فی الفوائد (1404)، من طريق سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:۔۔۔ الحديث ۔ وقال الهيثمی فی المجمع الزوائد، ج9ص 223- 224: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيرِ بِاخْتِصَارٍ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، وَقَدْ وُثِّقَ وَخَاصَّةً فِي أَحَادِيثِ جَابِرٍ.

قلت : وللحديث شاهد عن العباس بن عبد المطلب قد ذكر الآن وحديث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كما الآتی

[2] الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، ج15ص 97، دار إحياء التراث العربي

صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے"۔

یونہی علّامہ بدر الدین عینی ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ حنفی [م855ھ] فرماتے ہیں کہ:

"فإن قلت: أعمال الكفر هباء منثور لا فائدة فيها. قلت: هذا النفع من بركة رسول الله صلى الله عليه وسلم وخصائصه". [1]

"یعنی یہاں ایک سوال ہے کہ کفار کے اعمال تو ضائع اور بے فائدہ ہیں تو اِس کا جواب کیا ہے؟ مَیں کہتا ہوں کہ یہ نفع وفائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے"۔

حدیث نمبر (3)

حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ عَلَى صِلَةِ الرَّحِمِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى الْجَارِ وَإِيواءِ الْيَتِيمِ وَإِطْعَامِ الضَّيْفِ وَإِطْعَامِ الْمَسَاكِينِ وَكُلُّ هَذَا قَدْ كَانَ يَفْعَلُهُ هِشَامُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، فَمَا ظَنُّكَ بِهِ أَيْ رَسُولَ اللهِ؟

فَقَالَ: "كُلُّ قَبْرٍ لَا يَشْهَدُ صَاحِبُهُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَهُوَ جَذْوَةٌ مِنَ النَّارِ، وَقَدْ وَجَدْتُ عَمِّي أَبَا طَالِبٍ فِي طَمْطَامٍ مِنَ النَّارِ فَأَخْرَجَهُ اللهُ بِمَكَانِهِ مِنِّي وَإِحْسَانِهِ إِلَيَّ فَجَعَلَهُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ". [2]

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج17 ص17، دار إحياء التراث العربي، بيروت

[2] أخرجه الطبراني في الكبير، ج23 ص405 (972)، وفي الأوسط، ج7 ص241 (7389)، من طريق عمر بن ثابت، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ۔۔۔۔ الحديث۔

وقال الطبراني: لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَّا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ=

''یعنی بیشک حارِث بن ہشام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حجۃ الوداع کے سال آیا تو عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں صلہ رحمی کرتا ہوں اور پڑوسیوں سے اِحسان کرتا ہوں اور یتیم کو پناہ دیتا ہوں، مہمانوں اور مساکین کو کھانا کھلاتا ہوں اور یہ سب کام ہشام بن مغیرہ کیا کرتا تھا، پس اُس کے متعلق آپ کیاارشاد فرماتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

''ہر وہ قبر جس میں دفن ہونے والا ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی نہ دیتا ہو وہ آگ کی چنگاری ہے''۔ مَیں نے اپنے چچا ابُو طالب کو آگ کے درمیان پایا، پس اللہ عزّوجل نے اُنہیں میرے اُن کے ساتھ تعلق اور اُن کے میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے وہاں سے نکال کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا''۔[1]

حدیث نمبر (4)

صاحبِ ''صحیح'' اِمام اَبُوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشا پُوری رحمۃ اللہ علیہ [م 261ھ] اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' میں حضرت سیّدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت کرتے ہیں:

"قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي: "سَلْ" فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: " أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ" قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: "فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ".[2]

---

[1] == عَقِيلٍ، وَلَا عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ إِلَّا عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ، تَفَرَّدَ بِهِ: إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ، وَلَا يُرْوَى عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ"۔

وقال الهيثمی فی المجمع الزوائد، ج1 ص118: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيرِ، وَفِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ لَا يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِهِ، وَقَدْ وُثِّقَ.

قلت: له الشواهد من حديث العباس و جابر بن عبد الله وغيرهما

[2] أخرجه مسلم فی الصحيح، بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ، (226)، من طريق هِقْلُ =

''مَیں حضور پُرنُور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا، ایک شب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وضووغیرہ ضروریات لایا (رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا) تو مجھ سے اِرشادفرمایا:

''مانگ کیا مانگتا ہے (ہم تجھے عطافرمائیں)''۔مَیں نے عرض کی: مَیں حضورِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطافرمائیں۔فرمایا:''اس کے علاوہ کچھ اور''۔ مَیں نے عرض کی: میری مُراد تو صرف یہی ہے۔سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشادفرمایا:''تو میری اِعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے''۔[1]

امام ابُوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ [م 241ھ] نے اس روایت کوطویل بیان کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا کہ:

"سَلْنِي وفي رواية: "يَارَبِيعَةُ" أُعْطِكَ".[2]

---

[1] = =بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ، قَالَ:۔۔۔الحديث۔

وأخرجه الكلاباذي في بحر الفوائد (المشهور بمعاني الأخبار)، ج2ص622(730)، وفي مفتاح معاني الأخبار (375ق)، والبغوي في معجم الصحابة، ج2ص382، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، ج2ص102(1086)، وفي الحلية الأولياء ، ج2ص 31-32، ومن طريقه الحافظ في نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار ج2ص109، وصائن الدين النعال في مشيخته، ص129، كلهم من طريق هقل بن زياد، به۔

مزید تخریج وطرق کے لئے فقیر کی تخریج تعلیق والی "الأمن والعلى "کوملاحظہ کریں

[2] أخرجه أحمد في مسنده، ج27ص118-119(16570)، و(16579)، من طريق مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ مُجْمِرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ كَعْبٍ۔۔۔

''یعنی اے ربیعہ! مجھ سے مانگو میں تجھے عطا کروں گا''۔[1]

جبکہ امام ابُو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ [م 360ھ] نے اپنی ''معجم کبیر'' میں ابنِ اسحاق کے طریق سے بیان کردہ روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ بیان کئے گئے ہیں

"یَارَبِیعَۃُ سَلْنِی فَأُعْطِیَكَ"[2]

''اے ربیعہ! مجھ سے مانگو، مَیں تمہیں عطا کروں گا''۔

حدیث نمبر (5)

مذکورہ روایت کے شواہد بھی موجود ہیں جن میں سے ایک وہ جس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی ''مسند'' میں ہی نبی اکرم ﷺ کے ایک خدمت گزار سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"عَنْ خَادِمٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَقُولُ لِلْخَادِمِ: "أَلَكَ حَاجَةٌ؟ "قَالَ: حَتَّى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، حَاجَتِي قَالَ: "وَمَا حَاجَتُكَ؟ "قَالَ: حَاجَتِي أَنْ تَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ: "وَمَنْ دَلَّكَ عَلَى هَذَا؟

---

[1] وقال الأونؤوط :حديث حسن بهذا السياق دون قوله: "فأعني على نفسك بكثرة السجود" فصحيح لغيره. إسماعيل بن عياش- وإن كان ضعيفاً في روايته عن غير أهل بلده- قد توبع، ومحمد بن إسحاق قد صرح بالتحديث في الرواية الآتية برقم (16579) فانتفت شبهة تدليسه، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

وقال أيضاً :حديث حسن دون قوله: "فأعني على نفسك بكثرة السجود" فصحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل ابن إسحاق: وهو محمد، وقد صرح بالتحديث هنا، فانتفت شبهة تدليسه، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

[2] أخرجه الطبرانی فی الكبير، ج5 ص57 (4576)، مكتبة ابن تيمية-القاهرة

"قَالَ: رَبِّي قَالَ: "إِمَّا لَا. فَأَعِنِّي بِكَثْرَةِ السُّجُودِ" [1]

''یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کا شَرف پانے والے ایک مَرد یا عورت نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خادِم سے فرمایا: ''کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟''۔وہ خادم کہتے ہیں، ایک دن مَیں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ایک حاجت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا حاجت ہے؟''۔مَیں نے عرض کی میری حاجت یہ ہے کہ بروزِ قیامت آپ میری شفاعت فرمائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس بات پر تمہاری رہنمائی کس نے کی ہے؟''۔

مَیں نے عرض کی: میرے رب نے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم کثرتِ سجود کے ساتھ میری معاونت کرو''۔ [2]

---

[1] أخرجه أحمد فى مسنده ،ج25ص 479(16076)،ومسدد فى مسنده كما فى المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية ،ج4ص 353(573)،من طريق خَالِدٍ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، مَوْلَى بَنِي مَخْزُومٍ، عَنْ خَادِمٍ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم-----

وقال الهيثمى فى المجمع الزوائد، ج2ص249: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

وقال المناوى فى فيض القدير، ج5ص 229: قال الزين العراقي: رجاله رجال الصحيح۔

وقال السفارينى فى لوامع الأنوار البهية، ج2ص216: وَأَخْرَجَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى بَنِي مَخْزُومٍ عَنْ خَادِمِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم----الخ۔

وقال الألبانى فى سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، ج5ص 138 (2102): قلت: وهذا إسناد صحيح على شرط مسلم.

[2] =وقال الأرنؤوط: إسناده صحيح رجاله ثقات رجال الشيخين، غير زياد بن أبي زياد - واسمه ميسرة، وهو مولى عبد الله بن عياش بن أبي ربيعة المخزومي - فمن رجال مسلم.

دُوسرا شاہد ایک وہ رِوایت ہے جس کو امام ابُو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''معجم اَوسط'' اور ''معجم کبیر'' میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

" كَانَ شَابٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ، وَيَخِفُّ فِي حَوَائِجِهِ، فَقَالَ: "سَلْنِي حَاجَةً" فَقَالَ: ادْعُ لِي بِالْجَنَّةِ قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَتَنَفَّسَ وَقَالَ: "نَعَمْ وَلَكِنْ أَعِنِّي بِكَثْرَةِ السُّجُودِ". [1]

''یعنی ایک نَو جوان آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کی ضرورِیات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اُس سے فرمایا: ''مجھ سے اپنی حاجت کا سوال کرو''۔

اُس نے عرض کی: آپ میرے لئے جنّت کی دُعا فرمادیں۔ پس آپ ﷺ نے اپنے سَرِ اَقدس کو اُٹھا کر سانس لیا، اور فرمایا: ''ہاں! لیکن کثرتِ سجود کے ساتھ میری معاونت کرو''۔ [2]

حضرت علّامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ [م 1014ھ] اس حدیث شریف کی شرح میں اِرشاد فرماتے ہیں:

---

[1] أخرجه الطبرانی فی الأوسط، ج3ص63(2488)، وفی الکبیر، ج2ص245(2029) من طريق أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ، ثنا نَاصِحٌ أَبُو عَبْدِ اللهِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ:۔۔۔۔ الحديث۔

وأخرجه قاضی المارستان فی أحاديث الشيوخ الثقات (المشيخة الكبرى)، ج2ص953 (380) من طريق إسماعيل بن عمرو قال: حدثنا ناصح، به۔

وقال الحافظ فی نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذكار، ج2ص109: هذا حديث =

[2] = غريب وقع لنا بعلو من حديث ناصح، وفيه مقال. لكن له أصل من حديث ربيعة بن كعب، ولعله الشاب المذكور.

"وَيُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَمْرَ بِالسُّؤَالِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ". [1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والی بات کو مطلق رکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمائیں"۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ [م1052] نے بھی لکھا ہے:

"ويؤخذ من إطلاق قوله -صلى الله عليه وسلم- الأمر بالسؤال أن الله تعالى مكّنه من إعطاء كل ما أراد من خزائنه تعالى". [2]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمانِ اقدس میں سوال کرنے والی بات کو مطلق رکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمائیں"۔

یُونہی علّامہ محمد بن علی بن محمد بن علان صدیقی شافعی [م1057ھ] نے فرمایا کہ:

"ويؤخذ من إطلاقه السؤال أن الله تعالى مكنه من إعطاء كل ما أراد من خزائن الحق". [3]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والی بات کو مطلق رکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ حق تعالیٰ کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمائیں"۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج2ص723، دار الفکر، بیروت

[2] لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ج3ص30، دار النوادر، دمشق

[3] دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، 2ص324، دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت

پس ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علاّمہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تفسیر صاوی'' میں لکھا:

"فمن زعم ان النبی کآحاد الناس لا یملك شیئا اصلا ولا نفع به لا ظاهرا ولا باطنا فهو کافر خاسر الدنیا والآخرة".[1]

''یعنی جو شخص کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیگر لوگوں کی طرح ہیں اور کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری اور باطنی فائدہ دے سکتے ہیں وہ کافر اور دُنیا وآخرت میں خاسِر ہے''۔

اِسماعیل دہلوی نے آیتِ کریمہ سے نتیجہ غلط اَخذ کیا ہے، اور اِستثناء کا خیال نہیں رکھا، حالانکہ اُصول کی کتب میں واضح لکھا ہوا ہے کہ:

"قال أصحابنا الاستثناء یمنع التکلم بحکمه بقدر المستثنی".[2]

''یعنی ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ اِستثناء بقدرِ مستثنیٰ مانع تکلم حکم ہے''۔

مگر افسوس کہ دِیوبندی اس اُصول کا بھی لحاظ اور پاس نہیں رکھتے اور وہ اِستثناء موجود ہونے کے باوجود بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مطلقاً نافعُ الخلائق ہونے کی نفی کرتے ہیں اور دافعُ البَلاء ہونے کو بھی شرک سمجھتے ہیں

حالانکہ اُصول اور قاعدہ موجود ہے کہ اِستثناء بقدر مستثنیٰ مانع تکلم حکم ہوتا ہے، لیکن دیوبندی اَز رُوئے جہالت اس قاعدہ کو پامال کرتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک بھی اِمتناع

---

[1] حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج 1 ص 237، ضبطه وصححه: محمد عبد السلام شاهین، دار الکتب العلمیة، بیروت

[2] منتخب الحسامی مع شرحه النامی، باب البیان، ص 159، مکتبة البشری، کراچی، والحسامی، ج 1 ص 168، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

الحکم فی المستثنیٰ [1] کا قاعدہ موجود ہے کہ مستثنیٰ پر حکم ممتنع ہوتا ہے،لیکن دِیوبندیوں نے اُصول کی کتابیں پڑھی ہوں اور قابل اَساتذہ سے سمجھی ہوں تو اِن سے بحث سُودمند ہو مگر یہاں تو جہالت کے سبب بحث برائے بحث اور گستاخی پر اُترنے کی رسم جاری وساری ہے، مزید اِن اَحادیث کو بھی نظر اَنداز کر دیا جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافعُ الخلائق ودافعُ البلاء ہونا ثابت ہے۔ اوراس پر یہ دعویٰ کرنا کہ اِسماعیل دہلوی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے،وہ قُرآنِ مجید کی بات کررہے ہیں سَراسَر دُھوکہ وفریب ہے اِسی لئے گستاخی وبےاَدبی کے فتوے کے مستحق اِسماعیل دہلوی اوراس کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں،اسی کے باعث علماء اہلِ سنّت ان عبارات پر تنقید کرتے ہیں۔

شیعہ بھی اپنے کُفریات کے لئے بزعمِ خُود قُرآنِ کریم سے اِستدلال کرتے ہیں،کیا اُن کا استدلال دُرست ہوتا ہے یا اُن کی خرافات کے لئے قُرآنِ حکیم سند بن جاتا ہے؟

اگر کوئی منحوس شیعہ یہ کہہ دے کہ ہم نے خرافات کی تائید میں قُرآنِ حکیم پیش کیا ہے،لہٰذا فتویٰ نعوذ باللہ قُرآنِ حکیم پر لگاؤ تو یہ اُس کی بےوقوفی ہوگی،اسی طرح مَوصوف کا یہ کہنا کہ اِسماعیل دہلوی نے قُرآنِ حکیم کی آیت پیش کی ہے،لہٰذا فتویٰ قُرآنِ مجید پر لگاؤ سَراسَر بےوقوفی اور حماقت ہے اِس لئے کہ قُرآنِ حکیم اِسماعیل دہلوی کی خُود ساختہ تشریحات کی تائید نہیں کررہا۔

پھر موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بالکل دُرست ہے،اور اسماعیل دہلوی کے نظریات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں خُود مختار کے الفاظ موجود ہیں جو کہ قدرتِ ذاتی

---

[1] منتخب الحسامی مع شرحہ النامی ،باب البیان،ص 159،مکتبۃ البشری، کراچی، والحسامی،ج1ص168،ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

کی نفی کی جانب مشیر ہیں۔ مگر جو اللہ چاہے کے الفاظ عطائی اختیارات کی جانب اِشارہ کر رہے ہیں پھر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافع الخلائق اور دافع البلاء ہونے پر "**الامن والعلٰی**" [1] جیسی مبسوط کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دافع البلاء والوباء ہونا قُرآن وسنّت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کا اِسماعیل دہلوی کے اَفکار ونظریات سے کوئی تعلق نہیں۔ مَوصوف کے پاس چونکہ کوئی دلیل موجود نہیں تھی، اس لئے خانہ پُری کے لئے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھ دیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہذیب اخلاق سے بے خبر تھے۔ نعوذ باللہ

مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبدالشکور لکھتے ہیں کہ: ''اخلاق محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قطعاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آ گاہی ہو سکتی تھی''۔ (سیرت نبوی، ص: ۴۴، طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص۷۹، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۲)

الجواب: قارئین کرام! یہاں بھی کتاب کی اصل عبارت کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کر کے جس ''رضا خانیت'' یعنی دجل، مکر، دھوکا، فراڈ کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھ کر شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگا تا ہوا نظر آئے گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت سیاق وسباق کے ساتھ

---

[1] جو کہ الحمد اللہ کئی مرتبہ فقیر کی تخریج وحواشی کے ساتھ پاک وہند سے شائع ہو چکی ہے، مزید ان شاء اللہ العزیز اس کے مندرجات پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے ساتھ بڑے سائز میں جلد قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی، ان شاء اللہ العزیز

پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

’’آپ کی اخلاقی حالت:قبل نبوت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی حالت تھی جو تمام اہلِ مکہ کی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی فطرت نظافت وذکاوت سے ان قبائح سے مجتنب رہتے تھے جن کی قباحت کا ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہوسکتی تھی مثل شرک، شرب خمر، وکذب ودیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن وادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہے مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت براری وغیرہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ما کنت بدعا من الرسل (نہیں ہیں آپ نرالے رسولوں میں) سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا (یہی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں میں سے) معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک وتمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ووجدک ضالا فھدی (اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے (آپ کو) ما کنت تدری ما لکتب والا الایمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (باللہ کیا چیز ہے) ما کنت تعلمھا ولا قومک (نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم (کے لوگ) اخلاقی محاسن کی تین جز ہیں تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن ان تینوں سے آپ قطعاو اصلا بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ

جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی''۔(سیرۃ الحبیب الشفیع من الکتاب العزیز الرفیع مختصر سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ص ۴۱ تا ۴۴، المکتبۃ العربیہ اُردو بازار لاہور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنا بڑا دجل وفریب کیا امام اہلسنّت تو یہ فرمارہے ہیں کہ عقلی محاسن تو بوجہ آپ کی نظافت لطافت بوجہ اتم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں اور وہ اخلاقی گراوٹ جسے عقل ممنوع سمجھتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بالکل پاک وصاف تھے ان کا شائبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار میں نہیں ملتا۔ ہاں جن افعال و اعمال کو شریعت نے آکر محاسن میں شمار کیا ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء بالکل ناواقف تھے اس لئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت، کتاب اللہ اور ایمان کی حقیقت وتفصیل کا حال معلوم نہ تھا جو ان اخلاق کا مبداء ہے تو اسلامی تہذیب واخلاق کا علم کیونکر ہوگا؟ مگر رضا خانیوں کے انصاف ودیانت پر صد حیف ہے جو یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا ہر طرح کے اخلاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر مان رہے ہیں۔ [1]

الجواب: موصوف نے خواہ مخواہ اِتنی طویل عبارت لکھی، اِس لئے کہ دِیوبندیوں کے اِمامُ الخوارج عبدالشکور لکھنوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تہذیبِ اَخلاق سے قطعاً بے خبر ہونا تسلیم کیا ہے۔ اگر دیوبندیوں کے امامُ الخوارج نے ''مدارج النبوۃ'' کا ہی مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی بات لکھنے کی جُراَت نہ ہوتی، ''مدارج النبوۃ'' کا حوالہ مُلاحظہ کریں:

''اَخلاق خلق کی جمع ہے اور خلق بضم خاء، باطنی سیرت کو کہتے ہیں اور خلق بفتح خاء، ظاہری صُورت کو، ''قامُوس'' میں ہے ''خلق'' خاء اور لام کے ضمہ اور سکون کے ساتھ بمعنی خصلت وطبع ہے، اور ''صراح'' میں خلق بمعنی خُوئے حسن اور کبھی بمعنی جوانمردی، شگفتہ رو

---

[1] دفاع ج1 ص794.795.796، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اور لوگوں سے حسنِ سلوک آتا ہے، لیکن اس کے معنی اس سے کہیں زیادہ عام اور وسیع ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے خُلق شریف انہیں معنوں پر موقوف نہیں ہیں ۔ بلکہ جہاں آپ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ رحیم ورفیق تھے، مہربان وشفیق تھے وہاں کفّار پر اِقامتِ حق وحجّت میں بہت سخت شدید تھے، اور دانشمندوں کے نزدیک خلق کے معنی ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے بہ سہولت وآسانی اَفعال صادر ہوتے ہیں۔ خلق کی تعریف وتوضیح معقولات کی کتابوں میں مستقلاً ذکر کی گئیں ہے۔

البتہ! اس میں اختلاف ہے کہ خلق غریزی یعنی طبعی اور پیدائشی خصلت ہے یا اکتسابی خصلت ہے جس کو بندہ ریاضت ومجاہدے اور کسب وہنر سے حاصل کرتا ہے، چنانچہ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ غریزی یعنی طبعی و پیدائشی ہے، ان کی دلیل سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ حضورِاکرم ﷺ نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں تمہارے اَخلاق کو اسی طرح مقدر فرمایا جس طرح تمہارے رزق کو مقدر فرمایا۔ (رواہ البخاری)

اور فرمایا کہ:

”اگر تمہیں یہ خبر پہنچے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش کر گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کردو اور اگر یہ اطلاع ملے کہ فلاں آدمی نے اپنی عادت وخصلت بدل دی ہے تو اسے قبول نہ کرو“۔

لیکن پھر بھی خدا کے اختیار میں سب کچھ ہے۔

یہ محقق ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ومتفاوت ہیں، کچھ لوگ تو وہ جن کے بعض اخلاق ایسے راسخ اور پختہ ہو گئے ہیں کہ ان میں تغیر وتبدل متعذر رہے، بلکہ ان کا چھوڑنا ناممکن ہے ورنہ وہ مجاہدہ وریاضت کے ساتھ مامور ہیں اگر ان کے زوال کی کوشش کرے اور انہیں محمود بنانا چاہے تو ممکن ہے اور بعض اخلاق ضعیف وکمزور ہیں جو ریاضت وقوی ہو جاتے ہیں اور بعض قوت سے ضعف میں آتے ہیں اور شریعت میں اخلاق کو اچھا بنانے کا حکم آیا ہے اور

انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم کو اَخلاق کو سنوارنے بنانے اور خلق کی ہدایت فرمانے کے لئے بھیجا گیا، اگر اَخلاق میں تغیر وتبدل ممکن نہ ہوتا تو ان کو عمدہ بنانے اور نبیوں کو بھیجنے کا کیا

فائدہ دُعائے ماثورہ میں مَروی ہے کہ :

"اللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِی فَحَسِّنْ خُلُقِی"۔ [1]

''اے اللہ! جس طرح تو نے میری تخلیق اچھی بنائی اسی طرح میری خصلت کو اچھا بنا۔

دُوسری حدیث میں فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی لِأَحْسَنِ الْأَخْلاقِ لَا یَھْدِی لِأَحْسَنِھَا إِلا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّی سَیِّئَھَا وَلَا یَصْرِفُ عَنِّی سَیِّئَھَا إِلا أَنْتَ"۔ [2]

''یعنی اے اللہ! مجھے اچھے اخلاق کی رہنمائی فرما۔ تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی توفیق نہیں دے سکتا اور مجھے بُری عادتوں سے پھیر دے، تیرے سوا کوئی بُری عادت سے نہیں پھیر سکتا''۔

یہ سب تعلیم وتلقین کے لئے ہے۔

---

[1] أخرجه الطبرانی فی الدعاء، ج1 ص145 (404)، دار الكتب العلمية - بيروت وأخرجه الطيالسی فی مسنده، ج1 ص 291 (372)، بلفظ: "اللَّهُمَّ كَمَا أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي"۔ من حديث ابن مسعود رضی اللہ عنه

وابن حبان فی الصحيح، ج3 ص239 (959) بلفظ: "اللَّهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي"

[2] أخرجه مسلم فی الصحيح، بَابُ الدُّعَاءِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ وَقِيَامِهِ (771)، وأبو داود فی السنن، بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ (760)، والترمذی فی السنن، بَاب مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ (3421-3422)، والنسائی فی السنن، نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ (897)، و أحمد فی مسنده، ج2 ص 183-184 (803) كلهم من حديث علی بن أبی طالب رضی اللہ عنه

اور شیخ عبد القیس کی حدیث میں مَروی ہے:

"إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ وَالأَنَاة"۔ [1]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبد القیس! تجھ میں دو خصلتیں ہیں جو خدا کو بہت پیاری ہیں ایک بردباری اور دُوسرا وقار''۔ اس نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللهِ أَقَدِيمًا كَانَ فِيَّ أَمْ حَدِيثًا؟" [2]

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری یہ خصلت ہمیشہ سے ہے یا اب نمودار ہوئی ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قدیماً'' ہمیشہ سے ہے''۔ اِس پر اُس نے کہا کہ مَیں خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے میری جبلت وطبیعت میں ایسی دو خصلتیں پیدا فرمائی ہیں جن کو وہ محبوب رکھتا ہے''۔

توسوال میں تردید کا اِشارہ اس طرف ہے کہ بعض اَخلاق جبلی و پیدائشی ہیں اور بعض اِکتسابی واِختیاری''۔

---

[1] أخرجه مسلم فی الصحیح، بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيمَانِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَشَرَائِعِ الدِّينِ، وَالدُّعَاءِ إِلَيْهِ(17)، والترمذی فی السنن (2011)، والطبرانی فی الکبیر، ج12ص230(12969) وفی الأوسط، ج3ص30 (2374)، و(5256)، وفی الصغیر (792)، وأبو نعیم فی المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، ج1ص112(106)، من حدیث ابن عباس

[2] أخرجه أحمد فی مسنده، ج29ص361(17828)، وابن أبی شیبة فی المصنف، ج5 ص212(25342)، وأبو یعلی فی مسنده (6848)، والنسائی فی السنن الکبری (7699)، و(8248)، وابن شبه فی تاریخ المدینة، ج2ص589، من حدیث عبد الرحمن بن أبی بکرة، واللفظ عند أحمد :"إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ"، قُلْتُ: مَا هُمَا؟ قَالَ: "الْحِلْمُ، وَالْحَيَاءُ" قُلْتُ: أَقَدِيمًا كَانَ فِيَّ أَمْ حَدِيثًا؟ قَالَ: "بَلْ قَدِيمًا"۔ونحوه جاء عند الباقین خلا أبی یعلی عنده:"۔۔۔الْحِلْمُ وَالْحَيَاءُ-أَوِ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔۔۔"۔

اس جگہ تطبیق کی ایک اور صورت بھی ہے وہ یہ کہ اَخلاق ،صحبت اور عادت کے سبب حاصل اور پیدا ہوتے ہیں ۔ان کا تغیر وتبدل آسان ہے لیکن بعض اَخلاق ،جبلی طبعی اور دائمی ہوتے ہیں ان کا تغیر وتبدل دُشوار ہے ۔اس کے باوجود حیطہ امکان سے باہر نہیں ہیں، واللہ اعلم۔

اور یہ اِعتقاد رکھنا لازم ہے کہ تمام اَنبیاء ومُرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صورت وسیرت میں مکارمِ اَخلاق ومحامدِ صفات اور ہر قسم کے کمالات وفضائل اور محاسن موجود ہوتے ہیں اور انہیں تمام بنی نوعِ انسان اور اَفرادِ بشری پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہوتی ہے ۔رُتبوں میں ان کا رُتبہ سب سے بڑا اور دَرجوں میں اُن کا درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے، اور اُن حضراتِ قدس کا درجہ اور مقام کتنا بُلند وبالا ہوگا جن کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے برگزیدگی میں منتخب فرمایا اور دَرجہ اِجتہاد واصطفا سے سرفراز فرما کر اپنی کتاب میں ان کی فضیلت اور مدح وثنا بیان فرمائی، صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

عقائد میں ثابت شدہ ہے کہ کوئی ولی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر مدارک'' [1] میں فرماتے ہیں کہ بِلاشبہ بعض لوگوں کے قدم ولی کو نبی پر فضیلت دینے میں بھٹک گئے ہیں حالانکہ یہ کھلا کُفر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو ایک کو دوسرے پر فضیلت دی، چنانچہ فرماتا ہے:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ [2]

''ان رسولوں میں سے ہم نے ایک دُوسرے پر فضیلت دی ہے''۔

شفائے [3] قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

---

[1] أنظر :مدارك التنزيل وحقائق التأويل، ج2ص 315، دار الكلم الطيب، بيروت۔ فقد قال: "وقد زال أقدام أقوام من الضلال في تفضيل الولي على النبي وهو كفر جلي"۔

[2] [البقرة:253]

[3] الشفا بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم، ج1 ص 207، دار الفيحاء-عمان

اَخلاقِ کریمہ سب کے سب فطری، جبلی اور پیدائشی ہیں نہ کہ ملکیتی اور اَعمال سے حاصل کردہ ہیں بلکہ اوّل خلقت اور اصل فطرت میں بغیر اِکتساب وریاضت کی محنت اُٹھائے حاصل ہیں اور وہ سب وجودالٰہی کے اِجتباء اور اس کے نامتناہی فضل کے فیض سے ہیں۔

تَبَارَكَ اللهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ
وَلَا نَبِيٌّ عَلَى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

''اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے، کسی نبی کی وحی کسبی نہیں ہے اور نہ کوئی نبی غیبی خبریں بتانے پر متہم بالکذب ہے''۔ [1]

اس شعر میں وحی سے مُراد نبوت ورسالت ہے جو کہ وحی اَلقاء اور حکمت کا مبداء اور سرچشمہ ہے، ورنہ اِکتساب نفس وحی بیان کی حاجت نہیں رکھتا۔

بعض نبیوں کے بچپنے کی حالت کا بیان

اور بعض انبیاء کرام علیہم السلام سے اَخلاقِ کریمہ اور منصب نبوت کا ظہور اُن کی خُوردسالی ہی میں ہوا، جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ [2]

''یعنی ہم نے انہیں خُوردسالی ہی میں حکمتیں عنایت فرمادی تھیں''۔

مَروی ہے کہ ان کی عمر شریف دو یا تین سال کی تھی کہ بچوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کھیل کود کیوں نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے کھیل کود کے لئے پیدا نہیں فرمایا''۔ [3]

---

[1] دیوان البوصیری (84)

[2] [مَرْيَمَ:12]

[3] أنظر: الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج1 ص 207، والجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، ج16 ص55

اورآیہ کریمہ: ﴿مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ﴾[1] (اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والے) کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصدیق اس عمر میں فرمائی کہ ان کی عمر شریف تین سال کی تھی اور گواہی دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ اور اُس کی رُوح ہیں۔[2]

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پنگھوڑے میں فرمایا:

﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾[3]

''مَیں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے کتاب عطا فرما کر نبی بنایا گیا''۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا فتاویٰ اِرشاد فرماتے وقت بچوں کے درمیان عمرِ صبی رکھتے تھے۔[4]

طبری بیان کرتے ہیں کہ آپ عنانِ مملکت کو سنبھالتے وقت بارہ برس کے تھے اور آیہ کریمہ:

---

[1] [آل عمران:39]

[2] أنظر: تفسير السمرقندى (بحر العلوم)، ج 1 ص 236، والشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج 1 ص 208-209۔

[3] [مَرْيَمَ:30]

[4] وانظر: تاريخ دمشق لابن عساكر، ج17 ص378-379

والقضية رواها البخارى فى الصحيح (6769)، ومسلم فى الصحيح (1720)، عن أبي هريرة والقصة هي أنه: ""كَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا، فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لاَ تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى"۔ واللفظ للبخارى۔

﴿وَلَقَدۡ ءَاتَيۡنَآ إِبۡرَٰهِيمَ رُشۡدَهُۥ مِن قَبۡلُ﴾[1] ''بلا شبہ ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے عقل کی پختگی عنایت فرمادی تھی'' کی تفسیر میں مَروی ہے:

"أَيْ هَدَيْنَاهُ صَغِيرًا".[2]

''یعنی ہم نے انہیں بچپنے میں ہی ہدایت فرمادی تھی''۔

اورایک قول یہ ہے کہ ابداء خلق سے پہلے[3] وِلادت کے وقت ایک فرشتے کو اِن کے پاس بھیجا کہ وہ کہے، اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے کہ دل سے مجھے پہچانو اور زُبان سے میرا ذِکر کرو۔ توانہوں نے کہا: بجان ودل قبول ہے۔[4]

اور جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا اُس وقت آپ کی عمر شریف سولہ سال کی تھی۔[5]

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی داڑھی پکڑنا بھی اِسی قبیل سے ہے[6]

اور حضرت یُوسف علیہ السلام کو جس وقت ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی فرمائی۔[7]

---

[1] [الأنبياء:51]

[2] أنظر: تفسير مجاهد، ص 472، وجامع البيان في تأويل القرآن (تفسير الطبرى)، ج18ص 455، وتفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، ج8ص 2454 (13668)، وقال السيوطى فى الدر المنثور، ج5ص 635: أخرج ابن أبي شيبة وَعبد بن حميد وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم عَن مُجَاهِد۔۔۔الخ۔

[3] أنظر: الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، ج16ص 56، من قول ابن عطاء۔

[4] أنظر: :الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج1ص 211، تفسير القرطبى 56/16

[5] أنظر: :الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج1ص 211، تفسير القرطبى 56/16

[6] أنظر: :الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج1ص 211، تفسير القرطبى 56/16

[7] أنظر: :الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج1ص 212، تفسير القرطبى 56/16

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقتِ ولادت شریف اپنے دونوں ہاتھ اور اپنا سَر مبارک آسمان کی اُٹھانے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔ [1]

اور فرمایا: ''زمانہ جاہلیت کے اَفعال کی طرف دو مرتبہ کے سوائیں نے کبھی قصد وارادہ نہ فرمایا تو اس وقت بھی حق تعالیٰ نے مجھے محفوظ فرمایا اور میرے دِل میں شروع ہی سے بتوں اور شعر گوئی کے خلاف نفرت پیدا کر دی تھی''۔ [2]

اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اُمور پر متمکن وگامزن فرمایا گیا، اور ان پر متواتر نفحاتِ ربانی ہوتی رہی یہاں تک کہ مرتبہ قصوىٰ یعنی غایت درجہ مقام بُلند اور درجہ کمال میں اِنتہا تک فائز ہوئے، یہ سب بغیر محنت وکاوش اور ریاضت ومجاہدے کے تھا۔ [3]

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَى آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا﴾ [4]

''اور جب وہ عقل کے کمال پر پہنچ کر مستحکم ہوئے تو ہم نے ان کو علم وحکمت عطا فرمایا''۔

بعض اَولیاء کو بھی ان میں سے بعض صفات حاصل ہوتی ہیں لیکن تمام صفات میں نہیں اور عصمت تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہی ہے (دَراَصل یہ اس سے پہلے قول کی دلیل ہے جس میں کہا تھا کہ کوئی ولی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ فافہم مترجم)

---

[1] أنظر: المصنف لعبد الرزاق، ج5ص 318، والدلائل للبيهقى، ج1ص 136، وقال ابن كثير فى سيرته، ص 228: وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ رُوِيَ مِنْ طُرُقٍ أُخَرَ، وَهُوَ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَشْهُورَةِ الْمُتَدَاوَلَةِ بَيْنَ أَهْلِ السِّيَرِ وَالْمَغَازِي.

[2] أنظر: الشريعة للآجرى، ج3ص 1423، وانظر: تاريخ دمشق لابن عساكر، ج3 ص 467-470، فقد رووا بأسانيدهم عن شدّاد بن أوس رضى الله عنه

[3] أنظر: :الشفا بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم، ج1ص 213

[4] [القصص:14]

حضورِ اکرم، سیّد عالم ﷺ کی ذات با برکات، عالی صفات، منبع البرکات اپنے تمام اَخلاق و خصائل، صفاتِ جمال وجلال میں اِس قدر اعلیٰ واشرف، اَتم واَکمل، اَحسن واجمل اور خُوب روشن واقویٰ ہیں جو حدودِ عدد اور حیطہ ضبط وحصر سے باہر ہیں، اور کمالات میں جو کچھ خزانہ قُدرت اور مرتبہ امکان میں متصور ہے وہ تمام آپ کو حاصل ہیں، اور تمام انبیاء ومُرسلین آپ کے آفتابِ کمال کے چاند اور انوارِ جمال کے مظاہر ہیں۔ اللہ ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔ امام بُوصیری نے کیا خوب کہا ہے:

وَكلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الكِرامُ بها
فإنما اتَّصلتْ من نورِهِ بهِمِ
فإنهُ شمسٌ فضلٍ همْ كواكبها
يُظْهِرْنَ أَنْوارَها للناسِ فى الظُّلَمِ

یعنی انبیاء ومُرسلین جو نشانی بھی لے کر تشریف لائے وہ اَب آپ ہی کے انوارِ جمال وجلال کا پَرتَو ہیں۔ بلاشبہ آپ ہی فضل کے آفتاب ہیں اور وہ سب آپ کے ستارے ہیں۔ جن کے انوار تاریکی میں لوگوں کے لئے مشعلِ نُور بنے۔ [1]

وكلهمْ من رسول اللهِ ملتمسٌ
غَرْفاً مِنَ البَحْرِ أَوْ رَشْفاً مِنَ الدِّيَمِ

وہ تمام رسول اللہ کے خوشہ چین ہیں اور آپ کے دَریائے فضل کے ایک گھونٹ اور سمندر کے ایک قطعہ ہیں [2]۔ وصلی اللہ علیہ وآلہ قدر حسنہ وجمالہ وکمالہ وبارک وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذاتِ کریم میں مکارمِ اَخلاق، محامد صفات اور ان کی کثرت وقوت اور عظمت جمع ہونے کے لحاظ سے قُرآنِ کریم میں مدح وثنا فرمائی ہے۔ اِرشاد ہے:

---

[1] دیوان البوصیری (51)

[2] دیوان البوصیری (39)

﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [1] ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ [2]
''بلا شبہ آپ بڑے ہی صاحبِ اخلاق ہیں''۔اور فرمایا:
''آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے''۔
اور خُود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:
"كَمَالِ مَحَاسِنِ الْأَفْعَالِ"۔ [3]
''یعنی مجھے مکارمِ اَخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا''۔ایک اور رِوایت میں ہے:
"بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"۔ [4]
''یعنی اچھے کاموں کے مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا''۔
اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات شریف میں تمام محاسن ومکارمِ اَخلاق جمع تھے اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ کا معلّم حق تعالیٰ سب کچھ جاننے والا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاقِ کریمہ کی ایک جھلک

وَصل: سیّدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیثِ مبارک میں ہے کہ رسولِ

---

[1] [القلم:4]

[2] [النساء:113]

[3] أخرجه الطبرانی فی الأوسط، ج7ص 74(6895)،والخرائطی فی مكارم الأخلاق (119)، والبغوی فی شرح السنة، ج13ص 202(3622-3623)، من حديث جابر بن عبدالله رضی الله عنه، واللفظ للطبرانی: إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي بِتَمَامِ مكارمِ الْأَخْلَاقِ، وكَمَالِ مَحَاسِنِ الأَفْعَالِ"۔

[4] أخرجه البزار فی مسنده، ج15ص 364(8949)،وتمام فی الفوائد (276)، والقضاعی فی مسند الشهاب، ج2ص192(1165)، والبيهقی فی السنن الكبری، ج10 ص323(20782)، من حديث أبی هريرة رضی الله عنه۔

خُدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاقِ کریمہ کے بارے میں آپ سے دَریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:
"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ"۔ [1] ''آپ کا اخلاق قرآن تھا''۔
اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو کچھ قُرآنِ کریم میں مکارمِ اَخلاق اور صفاتِ محمودہ مذکُور ہیں آپ اُن سب سے متصف تھے۔
''شفا'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید ذِکر فرماتے ہیں کہ:
"يَرْضَى بِرِضَاهُ وَيَسْخَطُ بِسَخَطِهِ"۔ [2]
''یعنی آپ کی خُوشنودی قُرآن کی خُوشنودی کے ساتھ اور آپ کی ناراضگی قرآن کی ناراضگی کے ساتھ تھی''۔
مطلب یہ کہ آپ کی رضا اَمرِ اِلٰہی کی بجا آوری میں اور آپ کی ناراضگی حکمِ اِلٰہی کی خلاف وَرزی اور اِرتکابِ معاصی میں تھی۔ بادیُ النظر میں اس کے یہی معنی ہیں جو مذکُور ہوئے۔
اور ''عوارِفُ المعارف'' میں مذکُور ہے کہ سیّدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی مُراد یہ تھی کہ قُرآنِ کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہذب اَخلاق تھا۔
حضرت شیخ نے اسے طویل بیان کے ساتھ ذِکر کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده، ج41ص149 (24601)، وج42ص183 (25302)
[2] أخرجه بلفظه أبو عبيد في فضائله، ص49 بسنده إلى أبي الدرداء قال: سألت عائشة عن خلق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم... الخ، ومن طريقه الاندرابی فی الإيضاح في القراءات، ص 39، والطبرانی فی الأوسط، ج1ص30(72)، والحكيم الترمذی فی نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول صلى الله عليه وآله وسلم، ج3ص 507، وذكره الكلاباذی فی بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، ص335، ونسبه السيوطي إلى ابن المنذر وابن مردويه والبيهقي في دلائل النبوة كلهم عن أبي الدرداء رضی الله عنه، أنه سأل عائشة عن خلق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.. الخ، (الدر المنثور 243/8)

قلبِ اَطہر سے حصہ شیطان کے نکالنے کے بعد اور اسے غسل وتطہیر دے کر آپ کے نفس ذکیہ کو نفوسِ بشریہ کی حد پر برقرار رکھ کر اس میں بشری صفات واَخلاق اس حد تک باقی رکھے کہ اس کا ظہور نزولِ قرآن کا موجب بنے۔ (اس لیے کہ نبی ہوتا ہی وہ ہے جس میں صفات بشریہ علیٰ وجہ الکمال ہوں، اور جو منافی کمالِ بشریت صفات تھے اُن کا اِخراج کر دیا گیا) اور وہ صفات جو تادیب وتہذیب شانِ نبوی ہوں باقی رکھے گئے تاکہ مُوجبِ رحمتِ خلق اور تہذیب اَخلاق اُمّت ہوں (مطلب یہ کہ آپ میں بعض صفاتِ بشریہ اس لیے باقی رکھے گئے کہ لوگ آپ کو ہم شکل وصورت (باعتبارِ ہیئت) اور ہم جنس جان کر اُنس ومحبت رکھیں۔ اگر خالص مَلکی صفات ہی کے حامل ہوتے تو لوگ دحشت زَدہ ہو کر اُنس ومحبت سے دُور ہو جاتے گویا آپ کی صفاتِ بشریہ رحمتِ خلق کا مُوجب اور اُمّت کی اَخلاقی تہذیب وآراستگی کا باعث ہے مترجم) اِس لیے کہ اِنسانی نفوس میں اَصل صفات بشری مزید ظلمت وکثافت کے جڑ پکڑنے اور برقرار رکھنے کا مُوجب بنا تا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ﴾ [1]

''تاکہ تمہارے دل کو اس سے ہم ثابت وبرقرار رکھیں''۔

اور اثباتِ قلب، اضطرابِ قلب کے بعد ہوتا ہے کیونکہ حرکتِ نفس اس کے صفاتِ ظہور کے ساتھ ہے اِس لیے کہ قلب ونفس کے درمیان ایک تعلق وربط ہے، جیسے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذات شریف اُس وقت حرکت میں آئی جب کہ آپ کا دَندان مبارک شہید ہوا اور خُون بہہ کر آپ کے چہرۂ انور پر آیا، اور اس وقت آپ نے فرمایا:

"كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَّبُوا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ بِالدَّمِ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ"۔ [2]

---

[1] [الفرقان:32]

[2] أخرجه أحمد فی مسنده، ج20ص213(12831)، والبزار فی مسنده، ج13ص165 (6590)، والطحاوی فی شرح مشكل الآثار، ج2ص42(571) = =

''وہ قوم کس طرح اِصلاح پائے گی جس کے نبی کے چہرۂ پاک کولہولہان کیا گیا ہو حالانکہ وہ نبی اُن کو اپنے رب کی طرف بُلاتا ہے''۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ثباتِ قلبِ اطہر کے لیے نازل فرمایا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾[1]

''اَے محبوب! کسی معاملہ کی آپ پر کوئی ذِمہ داری نہیں''۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے قلبِ اَطہر نے صبر کا جامہ پہنا اور اضطراب کے بعد سکون وقرار حاصل ہوا، چنانچہ انہیں اسباب وعلل کی بنا پر آیاتِ قرآنیہ مختلف اوقات میں نازل ہوتی رہیں، اور حضور ﷺ کے قلبِ اطہر کو مہذب ومُصفًّا بناتی رہیں اور قُرآن آپ کا اَخلاق بن گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ:

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ"۔[2] ''قُرآن ہی آپ کا اخلاق تھا''۔

اس کے یہی معنیٰ ومطلب ہیں۔ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ کسی کا فہم اور کسی کا قیاس حضور سیّد عالم ﷺ کے مقامِ حقیقت اور آپ کے حال کی کنہ عظیم تک نہیں پہنچ سکتا اور بجز خُدا کے کوئی نہیں پہچان سکتا جس طرح خُدا کو حضور ﷺ کی مانند کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا

﴿مَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾[3]

''اس کی تاویل کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا''۔

= =(6590)، والطحاوی فی شرح مشکل الآثار، ج2ص42(571)

ومسلم فی الصحیح (1791)، بلفظ: "كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ، وَكَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ، وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ؟"۔ وانظر: ابن ماجه (4027)، والترمذی (3002-3003)

[1] [آل عمران:128]

[2] قدمر تخریجه

[3] [آل عمران:7]

جز خدا نشناخت کس قدر تو زانکه کس خدا را ہمچو تو نشناختہ؟

خُدا کے سوا آپ کی قدر و منزلت کوئی نہیں جان سکتا اِس لیے کہ جس طرح آپ کی مانند خُدا کو کوئی نہیں جان سکتا، جب کہ آپ کا مقام سب سے بُلند تر ہے تو اس کی دریافت بھی لوگوں کے فہموں سے اُونچی ہے۔

تراچنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند

بقدر دانش خود ہر کسے کند ادراک

آپ کو جیسے کچھ کہ آپ ہیں نظر کہاں دیکھ سکتی ہے، ہر شخص اپنی فہم ادراک کے مطابق ہی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

تحقیق معنیٰ میں بہت کچھ کہا گیا ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ حیطہ اِدراک سے ماوراء تھے۔ اگر آپ محسوس ہیں (یعنی ظاہری جسم شریف میں نظر بھی آتے ہیں) تو قوت باصرہ کے اِدراکِ قوت سے بُلند و بالا ہیں جس طرح کوہِ عظیم کہ احساس باصرہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور آپ عقول ہیں (یعنی نظر سے نہیں بلکہ عقل و فہم سے تعلق ہے) تو عقل آپ کے اِدراک میں اِحاطہ کرنے سے عاجز ہے جس طرح کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا حال ہے۔ (کہ کوئی عقل اس کی کنہ حقیقت کی رسائی نہیں کر سکتی) لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلقِ کریم کو عظیم فرمایا اور جو فضیلت اُس نے آپ ﷺ کو عنایت فرمائی اُسے بھی عظیم فرمایا تو اس کے کنہ کے اِدراک کرنے میں عقل قاصر ہے اور پہلے گزر چکا ہے اور اس پر اِتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اِخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ حسنہ جبلی، فطری اور پیدائشی ہیں، اور ان اَخلاقِ عظیمہ کے حصول میں کسب و ریاضت کا کوئی دخل نہیں ہے، اور نہ اس کی اِحتیاج، خصوصاً سیّدِ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم جو کہ تمام اَخلاق عظیمہ اور صفاتِ حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ تشریف لائے ہیں۔

بتعليم وادب او راچه حاجت
كه او خود زآغاز آمد مودب

ان کو تعلیم وادب کی کیا ضرورت ہے جب کہ وہ خُود ہی شُروع سے سیکھے ہوئے تشریف لائے اور آپ کے سر پردۂ عزت کے گرد، تغیر وتبدل کی کوئی راہ نہیں ہے، بعض اَحکام آثار، جبلت بشری کو ظاہر نہیں کرتے مگر وہ بھی گاہ بہ گاہ کبھی کبھی مخصوص مواضع میں تھے کہ جن پر قیاس کو دَائر وسائر نہیں بنا سکتے، اور حقیقت یہ ہے کہ ربُّ العزت جل جلالہٗ ہی جانتا ہے کہ ان مواضع میں بھی کسی عالمِ شہود اور تجلیاتِ ربانی میں تھے۔

ادبر تراز آنست كه آيد بخيال

یعنی آپ اُس سے بَرتَر ہیں کہ کوئی خیال میں لا سکے۔

اسی سلسلہ میں غزوۂ اُحد کا قصہ مذکور ہے کہ جب آپ کے دَندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا سَر مبارک مجروح ہو کر آپ کے چہرۂ انور پر خُون جاری ہوا تو صحابہ کرام [رضی اللہ عنہم اجمعین] کو آپ کی یہ حالت سخت دُشوار اور ناگوار معلوم ہوئی۔ وہ عرض کرنے لگے کہ کاش آپ ان پر بددُعا فرماتے تاکہ وہ اپنے کرتُوت کی سزا کو پہنچتے۔

اس پر آپ نے فرمایا: ''مجھے لعنت و بددُعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ مخلوق خُدا کو خُدا سے ملانے اور ان پر رحمت وشفقت کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے''۔ اور یہ دُعا فرمائی:

"اللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ". [1]

''اے خُدا! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ جانتے نہیں''۔

اس جگہ خُود کمالِ صبر وحِلم اور بُردبارِی ہے، اس جگہ جزع وفزع اور اِضطراب ووَحشت کہاں ہے، لہٰذا شیخ صاحبِ ''عوارف المعارف'' کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کی ذات شریفہ

---

[1] أنظر: شعب الايمان للبيهقى، ج3ص 45(1375)وقال: هَذَا مُرْسَلٌ، وروى آخره موصولاً وهو قوله: "اللهمَ اغفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ".

حرکت و اِضطراب میں آئی اور بے صبری کا ظہور ہوا پھر آیت کریمہ کے نزول نے صبر واِستقامت کا جامہ پہنایا اور اِضطراب کے بعد زبان حال وقال میں سکون وقرار آیا۔
یہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) ان لفظوں کے اِطلاق سے وَحشت زَدہ ہے (کیونکہ شانِ اَدب کے خلاف ہے) اگرچہ علمی قاعدے اور قیاسی بنیاد سے یہ بات ٹھیک و دُرست ہوسکتی ہے۔

نیز صاحبِ ''عوارف'' رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا کہ بعید نہیں ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: "كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ"۔ [1]
اس میں اَخلاق رَبانی کی جانب ایک گہرا رَمز اور باریک اِشارہ ہے لیکن اُمّ المؤمنین نے عظمت برقرار رکھی یعنی وہ چاہتی تھیں کہ یہ کہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاقِ عظیمہ، اَخلاقِ الٰہی کے مظہر تھے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرتِ حق عزّ اسمہ کی جلالت شان کا اِحترام ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ:
"مُتَخَلِّقٌ بِأَخْلَاقِ اللهِ"۔ ''یعنی اخلاق ربانی پر پیدا فرمائے گئے''۔
لہٰذا انہوں نے اسی معنٰی کو اس طرح ادا فرمایا کہ:
"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ"۔ ''یعنی قرآن آپ کا خلق تھا''۔
یہ تعبیر حق تعالیٰ جل اِسمہٗ سے حیاء اور حقیقتِ حال کو لطیف کنایہ سے مخفی کر کے بیان فرمایا یہ ان کا وفورِ عقل اور کمالِ ادب ہے رضی اللہ عنہا، یہ معنٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کی عظمت اور اس کے لامتناہی ہونے کے بیان میں بہت زیادہ داخل ہے۔
بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح قُرآن کے معنٰی غیر متناہی ہیں اُسی طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَنوار وآثار اور اَخلاق واَوصافِ جمیلہ غیر متناہی ہیں اور آپ کے مکارمِ اَخلاق

[1] أخرجه أحمد في مسنده (24601)

اور محاسن جمیلہ ہر آن اور ہر حال میں تازہ بہ تازہ نو بہ نو ہوتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ پر علوم و معارف کا افاضہ فرماتا ہے اُسے بجز خُدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔ لہٰذا آپ کے اَوصاف کے جزئیات کے اِحاطہ کی طرف دَرپے ہونا ایسا ہی ہے جیسے کسی ایسی چیز کی طرف جو انسان کے مقدور میں نہ ہو اور نہ وہ ممکناتِ عادیہ میں سے ہو دَرپے ہو، واللہ اعلم۔

بعض عرفاء سے حدیث پاک:

"لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي"۔[1]

''بے شک میرے دل پر بعض اوقات حجاب غیبی آجاتا ہے''۔

کے بارے میں اِستفسار کیا گیا کہ اس حجابِ غیبی اور حضورِ اکرم ﷺ سے اس حالت کی نسبت کی حقیقت کیا ہے؟ تو اُس عارف نے فرمایا:

''اے سائل! اگر تو رسولِ کریم ﷺ کے قلبِ اطہر اور اس کے حجابِ غیبی کے علاوہ کسی دُوسرے کے بارے میں دریافت کرتا تو جو کچھ مَیں جانتا ہوں اسے بیان کر دیتا لیکن اس جگہ غین ایسے غین یعنی ذات کے ساتھ ہے جہاں غین دَم نہیں مار سکتا''۔

اس حدیث کی شرح رسالہ ''مرج البحرین'' میں مفصل موجود ہے۔ ہاں! نبی کریم ﷺ پر بحارِ قدرت کے تلاطمِ اَمواج سے تقلبات اور تجلیات وَارد ہوتے تھے جو ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف لے جاتے تھے۔

نیز اَحکام میں ناسخ و منسوخ ہونا بھی اسی کی فرع ہے اور حضورِ اکرم ﷺ ہر حال میں ہمیشہ ترقی و کمال میں تھے اور آپ میں کسی عظیم حال سے کمی و تنزل کی راہ نہ تھی، لیکن بعض احوال

---

[1] أنظر: صحيح مسلم، بَابُ اسْتِحْبَابِ الِاسْتِغْفَارِ وَالِاسْتِكْثَارِ مِنْهُ (2702)، وسنن أبي داود، بَابٌ فِي الِاسْتِغْفَارِ (1515)، ومسند أحمد (17848)، و (17849)، و (18291)، مسند عبد بن حميد (364)، وصحيح ابن حبان (931)، وشرح السنة بغوی (1287)، وحديث أبي الفضل الزهری (221)، كلهم من حديث الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رضي الله عنه

فاضل تر اور عالی تر ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ تمام انبیاء کامل و معصوم ہیں مگر باوجود اس کے
﴿فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾[1]

ان میں سے کسی کو کسی پر فضیلت بخشی گئی، اور حضورِ اکرم کے اَعمال وطاعات اور عبادات نہ سب مجرد تعلیم و محض تشریح کے لیے تھے بغیر اس کے کہ آپ کی ذات شریف میں ان کے آثار واَنوار رُونما ہوں۔ (یہ صورت نہیں ہے) ہاں! نبوت اور اس کے مقامات محض موہبی اور اصطفاء واجتباء تھے، اور اس میں کسی کسب و ریاضت کا کوئی دخل نہیں ہے۔

دن ورات اَسرار واَنوار کا ظہور، متواتر اور مسلسل اوراد واذ کار پر مترتب ہے اور تمام کمالات کے حصول کی کفالت اور تمام اَنوار کے ظہور کی ضمانت نزولِ قرآن، تعلیمِ ربانی، تادیبِ رحمانی اور الٰہی اَوامر ونواہی تھے اور ذات کی خاصیت اور بشری طبیعت کا اَثبات جو حسن بصری سے تعلق رکھتا ہے یقیناً اِنحطاط ونقصان کا اَثبات ہے جو اچھا نہیں ہے (مطلب یہ کہ آپ چونکہ لباس بشری میں بحکمتِ الٰہی تشریف لائے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اب اس بشری لباس کے اِقتضاء پر عوارضِ بشریہ کے اَثبات کے دَرپے ہونا اور بشری مقتضیات کو موضوع بحث بنانا یقیناً آپ کی شانِ اَرفع اعلیٰ میں کمی اور اس کے گھٹانے کے دَرپے ہونا ہے جو کہ ایک مومن ومسلم کی شان سے بعید ہے، مترجم

اور اگر تہذیب سے مُراد یک گونہ آگاہ وخبردار کرنا ہو کسی سستی کے عارض ہونے کے سبب بایں طور کہ مقام عالی میں استغراقی کیفیت ہے، جیسا کہ حضورص کا استغفار کرنا یا نسیان کا طاری ہونا وغیرہ، علماء فرماتے ہیں اگر ان کی یہ مُراد ہے تو کوئی صورت بیانِ جواز کی بن سکتی ہے، ورنہ ایسی استغراقی کیفیتوں کا تذکرہ کرنا اور تہذیب واِصلاح کے اِطلاق پر مبنی سابقہ آلائش سے ہے بیان کرنا یقیناً مرتبہ اَرفع کو گھٹانے اور فساد کرنے کا مُوجب ہے جو مناسب

---

[1] [البقرۃ:253]

نہیں ہے۔ ''قاموس'' میں ہے کہ تہذیب ''ہذبہ'' سے ہے جس کے معنیٰ لطافت، صفائی، دُرستگی اور اِصلاح کے ہیں۔ اور ''صراح'' میں ہے تہذیب کے معنی آدمی کو پاکیزہ کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے رَجل مہذب یعنی آدمی مظہر الاخلاق ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مرتبہ کمال کے اَعلیٰ و اَکمل پر محمول کرنا اور حقیقتِ حال کے اِدراک سے عاجز ہونے کا اعتراف کرنا آپ کے اَدب وجلالتِ شان کے زیادہ قریب ہے، واللہ الموفق''۔[1]

حضور ﷺ کو میدان کی شکست۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف یہ سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو کہ ہم نے میدانِ جنگ میں بڑی شکست کھائی، شکست کھانا کوئی بری عادت نہیں۔ حضرت محمد ﷺ جیسی ہستی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت جن جیسا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ان کی اُحد کی لڑائی میں شکست ہوئی، میدان کی شکست انبیاء نے اُٹھائی، ہمارے نبی ﷺ نے اُٹھائی ہے۔ (حیرت انگیز کارگزاریاں، ص ۱۴۱، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب: بریلوی صدر الافاضل خلیفہ مولانا احمد رضا خان مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: ''بدر میں اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رُعب و ہیبت دُور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی''۔ (خزائن العرفان، ص ۷۷)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

---

[1] مدارج النبوت، مترجم، ج1 ص54-48، شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور۔

’’جنگ بدر اور اُحد کا تذکرہ کیا گیا ہے، جنگ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کی تیاری بھی کر گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے‘‘۔ (تبیان القرآن، ج ۲، ص ۳۳۵)

شکست کا اِعتراف تو یہ حضرات بھی کر رہے ہیں اب اِن پر کیا فتویٰ ہے؟[1]

الجواب: طارق جمیل دِیوبندی نے بالخصوص حضورِ اکرم ﷺ کے لئے شکست کا عقیدہ بیان کیا ہے۔ موصوف نے ’’تبیانُ القرآن‘‘ اور ’’خزائنُ العرفان‘‘ کے جو حوالے نقل کئے ہیں۔ ان میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں جس میں حضورِ اکرم ﷺ کے لئے شکست اُٹھانے کے اَلفاظ موجود ہوں۔ مَوصوف نے مغالطہ دیتے ہوئے بے محل حوالے پیش کئے ہیں۔ ’’خزائنُ العرفان‘‘ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ:

’’مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی‘‘ اور اسی طرح ’’تبیانُ القرآن‘‘ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی خلاف وَرزی کی تو وہ شکست کھا گئے، یہاں پر بھی شکست کو حضورِ اکرم ﷺ کی جانب منسوب نہیں کیا گیا، جبکہ طارق جمیل دیوبندی نے شکست کو حضورِ اکرم ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے۔

حوالہ نمبر (1)

علّامہ ابُو البقاء بہرام بن عبداللہ دمیاطی مالکی رحمۃ اللہ علیہ [م 805ھ] فرماتے ہیں کہ:

"وَاسْتُتِيبَ فِی:(هُزِمَ)".[2]

---

[1] دفاع ج 1 ص۔ 797۔ 798 مکتبہ ختم نبوت۔ پشاور

[2] الشامل في فقه الإمام مالك، ج2ص 920، مركز نجيبويه للمخطوطات وخدمة التراث۔ وانظر: شفاء الغليل في حل مقفل خليل، ج2ص 1104، و شرح مختصر خليل للخرشي، ج8ص 72، و شرح الزُّرقاني على مختصر خليل، ومعه: الفتح الرباني فيما ذهل عنه الزرقاني، ج8ص 122

''یعنی اور جو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے ہزیمت کا قول کرے گا اُسے توبہ پر مجبور کیا جائے گا''۔

حوالہ نمبر (2)

علّامہ ابُوعبداللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن طرابلسی مغربی، مالکی رحمۃ اللہ علیہ [م954ھ] فرماتے ہیں کہ: (وَاسْتُتِيبَ فِي هُزِمَ) ش: وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ [1]: وَمَنْ قَالَ أَنَّهُ فَرَّ أَوْ هُزِمَ قُتِلَ وَلَمْ يُسْتَتَبْ لِأَنَّهُ صَارَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ قَالَ أَنَّهُ كَانَ أَسْوَدَ أَوْ ضَخْمًا فَأَنْكَرَ مَا عَلِمَ مِنْ وَصْفِهِ وَذَلِكَ كُفْرٌ لِأَنَّهُ قَدْ أَضَافَ إِلَيْهِ نَقْصًا وَعَيْبًا وَقِيلَ يُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ انْتَهَى ".[2]

''یعنی جو شخص حضورِ اکرم ﷺ کے لئے ہزیمت کا قول کرتا ہے، علّامہ قرطبی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرار اختیار کی یا شکست کھائی تو اُسے قتل کیا جائے گا اور اُس کی توبہ مقبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ شخص اس کے منزلہ ہے جو آپ ﷺ کو معاذ اللہ اسود کہتا ہے یا موٹا کہتا ہے پس یہ شخص آپ ﷺ کے معلوم وصف کا انکار کر رہا ہے اور یہ بات کفر ہے کیونکہ اس نے آپ کی جانب نقص وعیب کو منسوب کیا اور کہا گیا ہے کہ اس کو توبہ پر مجبور کیا جائے گا اگر توبہ کرے فبہا ورنہ قتل کیا جائے گا۔

حوالہ نمبر (3)

علّامہ محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی مالکی رحمۃ اللہ علیہ [م1230ھ] فرماتے ہیں کہ:

"(وَاسْتُتِيبَ فِي) قَوْلِهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ (هُزِمَ) أَيْ يَكُونُ مُرْتَدًّا يُسْتَتَابُ ثَلَاثًا فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ وَهَذَا خِلَافُ مَا عَلَيْهِ مَالِكٌ وَأَصْحَابُهُ مِنْ أَنَّهُ يُقْتَلُ

---

[1] أنظر: المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، ج3 ص 621، دار ابن كثير، دمشق

[2] مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، ج6 ص 287، دار الفكر

وَلَا تُقْبَلُ مِنْهُ تَوْبَةٌ". [1]

''یعنی جو شخص کہتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ہزیمت اُٹھائی تو وہ مُرتد ہو جائے گا، تین دن اُسے توبہ کے لئے دیئے جائیں گے۔ پس اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے گا، یہ امام مالک اور اُن کے اَصحاب کے مذہب کے خلاف ہے اُن کا مذھب یہ ہے کہ شاتم کو قتل کیا جائے گا اور اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی''۔

موصوف کے پاس کوئی ایسا حوالہ موجود نہیں جس میں کسی مستند عالمِ دین نے شکست کو حضورِ اکرم ﷺ کی جانب منسوب کیا ہو، اگر ہے تو پیش کریں۔ حضورِ اکرم ﷺ کے بال مبارک بھی وجہ فتح و کامیابی ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، ثنا هُشَيْمٌ، ثنا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَقَدَ قَلَنْسُوَةً لَهُ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ، فَقَالَ: اطْلُبُوهَا فَلَمْ يَجِدُوهَا، فَقَالَ: اطْلُبُوهَا، فَوَجَدُوهَا فَإِذَا هِيَ قَلَنْسُوَةٌ خَلَقَةٌ، فَقَالَ خَالِدٌ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ، فَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَانِبَ شَعْرِهِ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى نَاصِيَتِهِ فَجَعَلْتُهَا فِي هَذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِي إِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ. [2]

---

[1] حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، ج4ص310، دار الفكر، بيروت

[2] أخرجه الطبراني فى الكبير: ج4ص 104 (3804)، ومن طريقه أبو نعيم فى الدلائل ص 444-445 (367)، ومحمد بن عبد الواحد المقدسى فى المنتقى من مسموعات مرو (ق450)، ومن طريقه الذهبى فى سير أعلام النبلاء، ج16ص130، من طريق مُحَمَّدَ بنْ أَحْمَدَ، أخبرتنا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَبدِ اللهِ، أَخبَرَنَا ابنُ رِيذَةَ، أَخبَرَنَا الطَّبَرَانِيُّ، به۔

وأخرجه سعيد بن منصور: كما في الإصابة (3\71) وفى الفتح (7\101) قال: ثنا هُشيم، =

''یعنی بسندِ مذکور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگِ یَرمُوک کے دن ٹوپی گُم پائی، لوگوں نے اُسے تلاش کیا مگر وہ اُنہیں نہ ملی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ اُسے تلاش کرو، پس وہ اُنہیں مل گئی، وہ ٹوپی بظاہر پُرانی تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عُمرہ شریف اَدا فرمایا، پس آپ ﷺ نے اپنے سَرِ اَنور کا حلق کروایا، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بال مبارک حاصل کرنے کے لئے دَوڑے تو مَیں نے آگے بڑھ کر پیشانی مبارک کا بال حاصل کرلیا، پس مَیں نے اُس بال مبارک کو اس ٹوپی میں رکھا ہے، تو مَیں جب بھی کسی جنگ میں شریک ہوا تو یہ ٹوپی میرے پاس رہی اور اِس کے وسیلہ سے مجھے فتح حاصل ہوئی''۔ [1]

---

[1] = به بنحوه، ومن طريقه ابن سعد فى الطبقات الكبرى، ج5ص 34(5823)[مكتبة الخانجي- القاهرة]ومن طريقه عمر بن أحمد العقيلى فى بغية الطلب في تاريخ حلب، ج7ص3149، وابن عساكر فى تاريخ دمشق، ج16ص246۔

والحاكم فى المستدرك على الصحيحين: ج3ص338(5299)، ومن طريقه البيهقى فى الدلائل، ج6ص 249، ومن طريقه ابن عساكر فى تاريخ دمشق، ج16ص 246، من طريق أَحْمَدُ بْنُ نَجْدَةَ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، به ـ سكت عنه الحاكم، وأعلَّه الذهبي في التلخيص بالانقطاع. قلت: ووقع هنا تصريح هُشيم بالسماع من عبدالحميد بن جعفر.

وقال الهيثمى فى المجمع الزوائد9ص 349: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَأَبُو يَعْلَى بِنَحْوِهِ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ، وَجَعْفَرٌ سَمِعَ مِنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَلَا أَدْرِي سَمِعَ مِنْ خَالِدٍ أَمْ لَا.

وقال الأرنؤوط فى تحقيق سير أعلام النبلاء: أخرجه الحاكم 3/299، وذكره ابن عبدالبر في "الاستيعاب" 2/111، والحافظ في "الإصابة" 3/72 من طريق: هشيم به، وذكره الحافظ الهيثمي 9/ 349 ونسبه إلى الطبراني، وأبي يعلى، وقال: ورجالهما رجال الصحيح. وجعفر سمع من جماعة من الصحابة، فلا أدري سمع من خالد أم لا. =

اھلِ کتاب کا آپ ﷺ کے وَسِیلَہ سے فتح طلب کرنا

اہلِ کتاب بھی حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ

﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾[1]

''اوراس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے،تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اُس سے منکر ہو بیٹھے،تو اللہ کی لعنت منکروں پر''۔

آئمہ مفسرین رحمہم اللہ علیہم نے فرمایا کہ یہود جب جنگ کرتے اوران کی تعداد کم پڑ جاتی

== وأخرجه أبو يعلى في مسنده، 13ص 138(7183)من طريق سَرَيْخ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: "اعْتَمَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي عُمْرَةٍ اعْتَمَرَهَا، فَحَلَقَ شَعَرَهُ، فَاسْتَبَقَ النَّاسُ إِلَى شَعَرِهِ، فَسَبَقْتُ إِلَى النَّاصِيَةِ فَأَخَذْتُهَا، فَاتَّخَذْتُ قَلَنْسُوَةً فَجَعَلْتُهَا فِي مُقَدِّمَةِ الْقَلَنْسُوَةِ، فَمَا وَجَّهْتُ فِي وَجْهٍ إِلَّا فُتِحَ لِي"۔ومن طريقه ابن الأثير في أسد الغابة ،ج2ص 140رقم الترجمة (1398)،وقال البوصيرى في إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة ،ج7ص 271:رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى بِسَنَدٍ صَحِيحٍ. وقال حسين سليم أسد: رجاله ثقات غير أنه منقطع۔

وله شاهد فقد قال الذهبى في السير (1\371): الوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بنُ يَعْقُوْبَ بنِ عُتْبَةَ، عَنْ عُثْمَانَ الأَخْنَسِيِّ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِداً إِلَى الحَارِثِ بنِ كَعْبٍ أَمِيْراً وَدَاعِياً. وَخَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الوَدَاعِ، فَلَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ أَعْطَاهُ نَاصِيَتَهُ، فَعَمِلَتْ فِي مُقَدَّمَةِ قَلَنْسُوَةِ خَالِدٍ، فَكَانَ لاَ يَلْقَى عَدُوّاً إِلاَّ هَزَمَهُ۔

[1] [البقرة:89]

اور دُشمن غالب آنے لگتا تو وہ یُوں کہتے:

''اَے اللہ عزّوجل! ہماری اِن پر مدد فرما اُس نبی کے وسیلہ سے فرما جو آخری دَور میں تشریف لائے گا، جس کی صفت اور نعت ہم تورات میں پاتے ہیں، تو اُن کی مدد کی جاتی''۔

اِمام ابنِ اِسحاق رحمۃ اللہ علیہ [م 151ھ] نے اپنی ''سیرت'' میں کہا کہ عاصم بن عُمر بن قتادہ اپنی قوم میں سے کچھ لوگوں سے رِوایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا:

"لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ أَعْلَمَ بِشَأْنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَّا، كَانَ مَعَنَا يَهُودُ، وَكَانُوا أَهْلَ كِتَابٍ، وَكُنَّا أَصْحَابَ وَثَنٍ، وَكُنَّا إِذَا بَلَغْنَا مِنْهُمْ مَا يَكْرَهُونَ قَالُوا: إِنَّ نَبِيًّا مَبْعُوثًا الْآنَ، قَدْ أَظَلَّ زَمَانُهُ نَتَّبِعُهُ، فَنَقْتُلُكُمْ مَعَهُ قَتْلَ عَادٍ وَإِرَمَ، فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ رَسُولَهُ ﷺ اتَّبَعْنَاهُ وَكَفَرُوا بِهِ، فَفِينَا وَاللهِ وَفِيهِمْ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ:

''یعنی عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو کوئی نہیں جانتا تھا، ہمارے ہاں یہود تھے اور وہ اہلِ کتاب تھے، اور ہم بتوں کے پجارِی مُشرک تھے، جب کبھی اُن کو ہماری طرف سے تکلیف پہنچتی، تو وہ کہتے کہ اَب وہ نبی مبعوث ہونے والے اور تشریف لانے والے ہیں جو سارے زمانے پر سایہ رَحمت فرمائیں گے، ہم اُن کی اِتباع کریں گے اور اُن کے ساتھ مل کر تم سے ایسے قتال کریں گے جیسے قوم عاد اور قوم اِرم کے ساتھ کیا تھا۔

پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمادیا تو ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کی اور یہودیوں نے اِنکار کردیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾[1]

---

[1] [البقرة:89]

''اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی لعنت منکروں پر''۔ [1]

حوالہ نمبر (2)

اِمام اَبُوالفرج ابنِ جوزِی رحمہ اللہ [م 597ھ] نے فرمایا کہ:

"وَيَسْتَفْتِحُونَ: يستنصرون. وكانت اليهود إذا قاتلت المشركين استنصروا باسم نبي الله محمد صلّى الله عليه وسلّم". [2]

''یستفتحون: یستنصرون، یعنی مدد طلب کرتے تھے۔ یہود جب مشرکوں کے ساتھ جنگ کرتے تو نبی کریم ﷺ کے نامِ مبارک محمد ﷺ کے وسیلہ سے مدد طلب کرتے

---

[1] سيرة ابن إسحاق، ص 84، دار الفكر - بيروت، ومن طريقه ابن جرير في تفسيره [طبع شاكر]، ج1 ص 332-333 (1519)، والبيهقي في الدلائل، ج2 ص 75-76۔

وقال أحمد محمد شاكر: هذا له حكم الحديث المرفوع، لأنه حكاية عن وقائع في عهد النبوة، كانت سببا لنزول الآية، تشير الآية إليها. الراجح أن يكون موصولا. لأن عاصم بن عمر بن قتادة الأنصاري الظفري المدني: تابعي ثقة، وهو يحكي عن "أشياخ منهم"، فهم آله من الأنصار. وعن هذا رجحنا اتصاله. وقد نقل السيوطي 1: 87 هذا الخبر، ونسبه لابن إسحاق، وابن جرير، وابن المنذر، وأبي نعيم، والبيهقي، كلاهما في الدلائل۔

[2] زاد المسير في علم التفسير، ج1 ص 87، دار الكتاب العربي - بيروت۔ اس کے محقق عبد الرزاق المہدی نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

"ورد في معناه روايات كثيرة ـــ وله شواهد بمعناه، أخرجه الطبري برقم 1523 و 1524 عن ابن عباس وبرقم 1522 و 1528 عن قتادة و 1526 عن علي الأزدي و 1529 عن أبي العالية و 1530 عن السدي و 1531 عن ابن جريج. الخلاصة: هو خبر صحيح بلفظ الطبري، وذلك بمجموع طرقه وشواهده ـــ".

تھے''۔

حوالہ نمبر(3)

امام اَبُوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ [م 671ھ] نے اپنی ''تفسیر'' میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"كَانَتْ يَهُودُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطَفَانَ فَلَمَّا الْتَقَوْا هُزِمَتْ يَهُودُ فَعَادَتْ يَهُودُ بِهَذَا الدُّعَاءِ وَقَالُوا: إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَّا تَنْصُرُنَا عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَكَانُوا إِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهَذَا الدُّعَاءِ فَهَزَمُوا غَطَفَانَ، فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرُوا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: "وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا" أَيْ بِكَ يَا مُحَمَّدُ". [1]

''جب خیبر کے یہود، غطفان (ایک قبیلہ کا نام) کے ساتھ جنگ کرتے، اور جب یہود کو شکست ہوتی تو یہودی اس طرح دُعا کرتے تھے: ''اے اللہ عزّوجل! ہم تُجھ سے اُس نبی اُمّی کے وسیلہ سے دُعا مانگتے ہیں کہ جس کا تُو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُس کو آخری زمانے میں بھیجے گا تو اُن کی مدد کی جاتی۔

پس فرمایا کہ جب اُنہوں نے یہ دُعا مانگی اور غطفان کے سامنے گئے تو غطفان شکست کھا کر بھاگ گئے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اُنہوں نے اِنکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازِل فرمائی: ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، یعنی اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وسیلہ سے فتح مانگتے تھے''۔

امام ابُوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ [م 458ھ] نے اس اَثر کو اپنی سند کے

---

[1] الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، ج2ص 27، دار الكتب المصرية-القاهرة

ساتھ ''دلائل النبوۃ''[1] میں دیگر کئی رِوایات کے ساتھ رِوایت کیا جو ایک دُوسری کی تائید کرتی ہیں۔

حوالہ نمبر (4)

حضرت اِمام اَبُوعبد اللہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ [م 606ھ] نے فرمایا کہ اس آیت کے سببِ نزول میں کئی وُجوہات ہیں، اُن میں سے پہلی تو یہ ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور قُرآن پاک کے نزول سے قبل یہودی فتح طلب کرتے یعنی فتح اور نُصرت کی دُعا کرتے اور وہ کہتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"۔[2]

''اَے اللہ عزّ وجل! ہمیں نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے فتح دے اور ہماری مدد فرما''۔

حوالہ نمبر (5)

اِمام اَبُوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ [م 745ھ] نے فرمایا کہ:

''یَسْتَفْتِحُونَ: أَيْ یَسْتَحْکِمُونَ، أَوْ یَسْتَعْلِمُونَ، أَوْ یَسْتَنْصِرُونَ، یعنی فیصلہ طلب کرتے یا علم طلب کرتے یا مدد طلب کرتے۔ جب وہ دُشمن کے مقابل جنگ میں جاتے تو کہتے: "اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ نَعْتَهٗ فِی التَّوْرَاۃِ"۔[3]

''اَے اللہ عزّ وجل! ان کے خلاف ہماری مدد فرما اُس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے کہ جو آخری زمانے میں مبعوث ہوگا اور جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں''۔

ان کے علاوہ بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں تفاسیر کے حوالے اس بارے میں نقل کئے جا سکتے

---

[1] دلائل النبوۃ، ج1 ص76، دار الکتب العلمیۃ-بیروت

[2] مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج3 ص598، دار إحیاء التراث العربي- بیروت

[3] البحر المحیط في التفسیر، ج1 ص486، دار الفکر- بیروت

ہیں مگر ہم یہاں دیو بندیوں کے شیخ التفسیر والحدیث محمد ادریس کاندہلوی صاحب کا حوالہ نقل کرتے ہیں مُلاحظہ فرمائیں:

''اور تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ کی نبوت میں تردد کرتے ہیں حالانکہ نزول قرآن اور آپ کی بعثت سے پہلے ہی [یہ] لوگ کافر اور بُت پرستوں کے مقابلہ میں آپ کے نام اور برکت سے فتح ونصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے چنانچہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بُت پرستوں سے لڑائی ہوئی تو یہ دعا مانگتے :"اللهم ربنا انا نسئلک بحق احمدا النبی الأمی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبكتابک الذی تنزل علیه آخر ما تنزل ان تنصرنا علی اعدائنا أخرجه أبو نعیم والحاكم والبیهقی وغیرہم عن ابی عباس وابن مسعود وغیرہم بالفاظ مختلفة" (درمنثور)

''اے اللہ! ہم تجھ سے اس احمد مصطفیٰ نبی امی کے حق سے سوال کرتے ہیں جس کے ظاہر کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اس کتاب کے واسطہ اور برکت سے سوال کرتے ہیں جس کو تو سب سے اخیر میں نازل کرے گا ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح اور نصرت عطاء فرما یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے۔

غرض یہ کہ آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی یہود آپ کو خوب پہچانتے تھے اور آپ کے نام مبارک اور قرآن کریم کے واسطہ اور برکت سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے اور فتح پاتے تھے اور آپ ﷺ کے توسل کو موجب خیر وبرکت سمجھتے تھے''۔[1]

[1] معارف القرآن، ج1ص215، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

اِن حوالوں سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ وجہ فتح ونصرت ہیں۔ جنگ اُحد میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں کو جو وقتی ہزیمت ہوئی اُس کا انتساب حضورِ اکرم ﷺ کی جانب نہیں کیا جاسکتا۔

''خزائن العرفان'' اور ''تبیان القرآن'' کے حوالوں میں بھی شکست کی نسبت حضورِ اکرم ﷺ کی جانب نہیں کی گئی، اس لئے موصوف کا ان پرفتوے کا مطالبہ بے سُود ہے۔

موصوف نے خواہ مخواہ صفحات کی ضخامت بڑھانے کے لئے بے محل حوالے ذِکر کئے ہیں۔

حُضُور ﷺ پر غیر نَبِی کی بَرتَری۔ نَعُوذُ بالله

اعتراض: دیوبندی موصوف یہ سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو:''ایک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولیں پسینہ پونچھا کہا خولہ بشارت ہو فیصلہ تیرے حق میں اللہ نے کر دیا اپنے نبی کے خلاف نبی کے فتوے کے خلاف''۔ (بیانات جمیل، ج ۲، ص ۸۱) وہ عورتیں کہاں گئیں جن کے روزے کی وجہ سے اللہ نے نبی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا''۔ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۲۴۴، طبع گوجرانوالہ)''اے اللہ تیرا نبی تو سنتا تو سن''(خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)۔اول الذکر دو عبارات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابیات کی برتری بیان کی جارہی ہے تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا ہے''۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب: ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بیانات جمیل، خطبات جمیل کے نام سے جتنی کتب ہیں ہمارے لئے حجت نہیں نہ یہ کتب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی کی ہیں یہ کتب ''امالی'' کی قبیل سے ہیں جنکے بارے میں خود بریلوی کہتے ہیں کہ خطاء کمی وبیشی کی گنجائش موجود ہے چنانچہ خود رضا خانی خطبات جمیل کی عبارت لکھتا ہے:''اے اللہ تیرا نبی تو سنتا تو سن''۔(خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱) حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے''اے اللہ تیرا

نبی تو سنتا نہیں تو سن'' پس جب یہاں کتاب سے نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے تو اصل کیسٹ اور بیان میں سے کیوں نہیں؟[1]

الجواب: (1) ''بیاناتِ جمیل'' اور ''خطباتِ جمیل'' وہ کتابیں ہیں، جن میں طارق جمیل دیوبندی کی تقاریر تحریری صُورت میں قلمبند کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں کو طارق جمیل صاحب نے خُود اپنے ہاتھوں سے نہیں لکھا لیکن لکھنے والوں نے طارِق جمیل کے ہی بیانات کو لکھا ہے۔ موصوف کا اِن کتابوں کو اپنے لئے حجّت سمجھنے سے اِنکار کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسلئے کہ جو بیانات ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں اُن کی آڈیو ویڈیو ریکارڈِنگ آلات آڈیو ویڈیوز ریکارڈنگ کی صُورت میں محفوظ و موجود ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کتاب لکھنے والے نے وہ باتیں لکھی ہیں، جن کا منقول ہونا طارِق جمیل سے ثابت نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا پھر تو کچھ گنجائش تھی کہ موصوف کتاب کو تسلیم نہیں کرتے، لیکن یہاں اِن باتوں کا طارِق جمیل سے منقول ہونا ثابت شُدہ اَمر ہے۔ یہ باتیں طارِق جمیل نے ہی کی ہیں، لہٰذا مَوصُوف کا ان کتابوں کو تسلیم نہ کرنا چہ معنی دارد

رہی بات ''امالی'' کی تو موجودہ زمانے میں اِملاء کو بعینہٖ محفوظ رکھنے کے آلات موجود ہیں، طارق جمیل کے بیانات بھی انہی الیکٹرانک آلات کے ذریعے محفوظ کئے گئے ہیں، انہی محفوظ شُدہ بیانات کے ذریعے تحریری صورت میں کتاب مُرتب کی گئی ہے، لہٰذا دیوبندیوں کا ''امالی'' کی خطا کا جواز یہاں پر عذر نہیں بن سکتا، اور طارِق جمیل صاحب تو بونگیاں مارنے میں ویسے بھی مشہور ہیں، اَصل واقعہ میں چسپید گی پیدا کرنے کے لئے ڈرامائی انداز سے سین تشکیل دیتے ہیں جس میں ان کی لفّاظی اور شریعتِ اسلامی کی بے قدری شامل ہوتی ہے، بس اپنے سامعین کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے وہ ایسے

[1] دفاع، ج ۱۱ ص 797۔798 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اُوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اور حدودِ شریعت کو پائمال کرتے ہوئے دائرہ اسلام سے دُور جا کھڑے ہوتے ہیں، ایسے نکمے اور نالائق شخص کی بے ادبیوں کو کاتب یا ناشر کے گلے میں ڈال کر موصوف کون سا تیر مارنا چاہتے ہیں؟

(2) دیوبندی موصوف نے یہاں نقل میں احتمالِ خطا کا ذِکر کیا ہے، موصوف کی یہ بات بھی دُرست نہیں اس لئے کہ موصوف نے اَصل کیسٹ میں کچھ بیان اور کتاب میں نقل شدہ الفاظ میں فرق ثابت کیا ہوتا اور دلائل سے واضح کیا ہوتا کہ اَصل بیان اور تحریر شُدہ بیان میں فرق ہے اور اس بات کو ماننے سے ہم نے اِنکار کیا ہوتا تو اس وقت موصوف یہ دلیل پیش کر سکتے تھے کہ نقل میں غلطی ہو سکتی ہے، جس کی باتوں پر اعتراض نہ ہو۔

موصوف اس کے اثبات کے دَرپے ہیں اور اصل مبحث سے دُور نکل جاتے ہیں بہرکیف دیوبندی موصوف کا ان احتمالات کی بناء پر طارق جمیل کے بیانات کا انکار کرنا دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے اور فیصلے کے خلاف اگر کوئی فیصلہ رب کی طرف سے آ گیا تو اسے توہین پر محمول کرنا بھی رضا خانیوں کی جہالت ہے، کیا رضا خانیوں نے اساری بدر کی تفصیل نہیں پڑھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رب کی طرف سے پسند کیا گیا۔[1]

الجواب: اعتراض اَصل صورت میں بیان کردہ واقعات پر بعض اَوقات نہیں ہوتا، بلکہ توہین آمیز لہجے پر ہوتا ہے، اور اُن جملوں پر ہے جو رِوایت میں موجود نہیں، اور توہین و تحقیر کی غرض سے طارِق جمیل دیوبندی نے اُسے اپنے بیان میں ذِکر کیا۔ رب تعالیٰ مالکِ حقیقی

[1] دفاع ج1 ص798۔ مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہے وہ جو چاہے فیصلہ فرمائے اُس کی مرضی ہے، اور جس طرح چاہے خطاب فرمائے اُس پر جائے اعتراض نہیں۔ مگر ان واقعات کو توہین آمیز لہجے میں ذِکر کرنا توہین شُمار ہوگی۔

اَب دیکھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکریاں چرانا کتبِ سیرت میں مَرقوم ہے، اور تاریخی حقیقت ہے۔ مگر کوئی شخص اس واقعہ کو تحقیر اور توہین آمیز طریقے سے ذِکر کرتا ہے تو اُسے توہین شُمار کیا جائے۔ جیسا کہ علّامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

"وَ كَذَلِكَ أَقُولُ حُكْمُ مَنْ غَمَصَهُ أَوْ عَيَّرَهُ بِرِعَايَةِ الْغَنَمِ"۔ [1]

مَیں کہتا ہوں: کہ اسی طرح اس کا بھی حکم ہے جو بکریاں چرانے کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عار لگاتا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر و توہین کرتا ہے۔

علّامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"قال السيوطي في كتابه "تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء" [2] وهو كتابٌ جليل أن رجلاً سَبَّ آخَرَ بأنه راعٍ، فقال له: ما مِن نبيٍّ إلاَّ رعى الغنم بجمعٍ من العامة. فقال قاضي القضاة المالكي[3]: "لَوْ رُفِعَ إِلَيَّ هذا ضَرَبْتُهُ بِالسِّيَاطِ". فلما سُئلت عنه أجبتُ بأنه يُعزَّرُ أبلغ تعزير؛ لأنه لا ينبغي ضَرْبُ آحادِ الناس مثلاً لنفسه بالأنبياء،

---

[1] الشفا بتعريف حقوق المصطفى: ج2 ص483، دار الفيحاء - عمان۔ وانظر: امتاع سيرة خير العباد: ج12 ص26۔ السيف المسلول على من سب الرسول: ج1 ص129

[2] أنظر: الحاوی للفتاوی، رساله: تَنْزِيهُ الْأَنْبِيَاءِ

[3] أنظر: حاشية ابن قاسم العبادی، تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج9 ص90۔

تعزير؛ لأنه لا ينبغي ضَرْبُ آحادِ الناس مثلاً لنفسه بالأنبياء، والمستدِلُّ بمثله قد يكونُ في مقامِ التدريسِ والإفتاءِ والتصنيف، وبيانُ العلم لأهلِه لا يُنكَرُ عليه، إمَّا في مقام الخصام والتبرّي عن مَعَرَّةِ نقصٍ نُسِبٍ له أو لغيره، فهو محلُّ الإنكارِ والتأديبِ لا سيَّما بحضرةِ العوام وفي الأسواق، فهو سبٌّ وقذف، ولكلِّ مقامٍ مقالٌ يناسبه". [1]

یعنی علّامہ سیوطی رحمہ اللہ "تَنْزِيهُ الْأَنْبِيَاءِ عَنْ تَسْفِيهِ الْأَغْبِيَاءِ" میں ارشاد فرماتے ہیں، اور یہ بہترین کتاب ہے، ایک شخص دُوسرے کو گالی دیتے ہوئے کہتا ہے:

اَے چرواہے! تو اُس نے کہا کہ کوئی بھی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

قاضی القضاۃ مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اگر یہ مقدمہ میرے پاس آتا تو مَیں ایسے شخص کو کوڑوں کی سزا دیتا۔ پس جب اُن سے اس بارے میں پُوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ اس شخص کو سخت سے سخت تعذیر دی جائے گی کیونکہ کسی بھی آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے لئے عام لوگوں کی مثال انبیاء کے لئے پیش کرے، ان مثالوں سے اِستدلال مقام تدریس و افتاء اور تصنیف میں ہوتا ہے، اور اہل لوگوں کے لئے بیانِ علم میں ہوتا ہے جہاں پر کوئی اِنکار نہ کرے، بہر حال جھگڑے اور عیب و نقص سے تبری کے مقام میں جہاں اسے اس شخص یا دُوسرے شخص سے منسوب کیا جائے۔ پس وہ محل اِنکار و تادیب ہے بالخصوص عوام کی محفل میں یا بازاروں میں گالی اور تہمت شمار کی جاتی ہے، اور ہر بات کے

---

[1] "نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض" لشهاب الدين أحمدابن محمدالخفاجي، ج6ص 164 ،دار الكتب العلمية.وَا مُحَمَّدَاهُ {إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ} ج4ص460.، دارالعفاني مصر

لئے ایک مقام ہوتا ہے جو اس کے لئے مناسب ہوتا ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ اُن کو تحقیر و توہین کے اَنداز سے پیش کیا جائے تو ان سے توہین و تحقیر کا پہلو سمجھ آتا ہے۔ بکریاں چرانا ایک حقیقت واقعہ ہے مگر علماء محدثین نے اِس کے بیان کرنے والے انداز کو بھی سامنے رکھا ہے۔

مصنف کے اعتراض کا بھی یہی مقصد تھا جس کا ذِکر اُنہوں نے بایں الفاظ کیا ہے کہ:

''تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا''۔[1]

مگر موصوف نے اِس کے مقابلے میں اُساریٰ بدر کے واقعہ کو پیش کر دیا حالانکہ اُساریٰ بدر کے واقعہ کو اِس جگہ پیش کرنا بے محل ہے کیونکہ اِس میں اِختلاف و اعتراض نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے اِجتہاد سے کوئی فیصلہ فرمایا اور رب تعالیٰ کی جانب سے دُوسرا حکم آ گیا۔

اِختلاف ہے طارق جمیل کے توہین آمیز اَنداز و لہجہ پر، اور اپنی طرف سے ملاوٹ شُدہ اَلفاظ پر جن کو انہوں نے توہین کیلئے ملایا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

باقی خطباء کی عادت ہوتی ہے کہ عوام کو سمجھانے کیلئے **تکلموا الناس بقدر عقولھم** کے تحت ایسی باتیں کر دیتے ہیں جو اصل واقعہ میں مذکور نہیں ہوتی ہیں، انہیں گستاخی پر محمول کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ (الا یہ کہ واقعۃً گستاخی ہو)۔[2]

الجواب: تکلموا الناس بقدر عقولھم پر بے شک عمل کریں، مگر خُود ساختہ باتیں تو عوام الناس تک نہ پہنچائیں، اور طارق جمیل دیوبندی کی جو حرکات ہیں اُن سے تو خُود دیوبندی مُلّاں بھی نالاں ہیں، اور طارق جمیل کے رَد میں مختلف کتابیں بھی منظر عام پر آ گئی ہیں۔ مگر نہ جانے کیوں موصوف طارق جمیل دیوبندی کی حمایت پر کمر بستہ ہیں کہ اُن

---

[1] دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص:80، دار الغوثیہ، سمندری شریف

[2] دفاع ج1 ص798۔ مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کی بناوٹی اور من گھڑت باتوں کو تکلموا الناس بقدر عقولھم کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔ ہمارے علماء تو ایک عرصہ سے طارق جمیل کی حرکات سے عوام النّاس اور دیوبندیوں کو آگاہ کر رہے تھے مگر دیوبندیوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تھی۔
جب سے طارِق جمیل نے اَمین اوکاڑوی اور سرفراز گکھڑوی کی مٹی پلید کرنا شروع کی تو دیوبندیوں کا ایک گروہ بھی طارِق جمیل کے مخالف ہوگیا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ دیوبندی موصوف بھی وقت کے ساتھ ساتھ کروٹ بدلیں اور طارق جمیل سے بیزاری اختیار کریں، لیکن موصوف کی یہ بیزاری اپنے اکابر پرستی کی وجہ سے ہوگی، دین وشریعت کی خاطر نہیں، اگر دین وشریعت کی خاطر ہوتی تو طارِق جمیل دیوبندی کی جھوٹی وکالت نہ کرتے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

چنانچہ مفتی غلام حسن قادری دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اپنے مولوی صاحبزادہ افتخارالحسن فیصل آبادی کی تقریر جلالی نکتہ کے عنوان سے لکھتا ہے:
صاحبزادہ افتخار الحسن نے مینار پاکستان میں ختم نبوت کانفرنس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مرزا طاہر کے مباہلہ چیلنج کے جواب میں بلائی جس میں ہر فرقہ کے جید علمائ شریک تھے، حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین علیہ الرحمۃ کی صدارت تھی پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ صاحبزادہ غضنفر علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ، مولانا سعید احمد مجددی اور اہل سنت کے دیگر کئی ایک علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ تعالی نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسی کی روح قبض کرنے بھیجا وہ تعمیل ارشاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسی علیہ السلام سے عرض کر دیا حضرت موسی علیہ السلام کو جلال آیا تھپڑ رسید کیا اور آنکھ نکال دی حضرت عزرائیل بارگاہ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا جان لے آیا ایں؟ عرض کیا مین اپنی جان بچا کے آیاں تو کہنا ایں جان لئے آیاں ایں ارسلتنی الی رجل لا یرید الموت (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں

چاہتا فرمایا اچھا میں آنکھ صحیح کر دیتا ہوں پھر جاؤ عرض کیا تو بھاویں کریا نہ کریں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں مارداا ے پھر بیان کیا عزرائیل کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے کسی سے اجازت لیتا ہے کسی سے تھپڑ کھاتا ہے اور کسے نوں ٹٹیوں نہیں نکلن دیندا۔ (تقریری نکات:ص۳۹۹)

اتنے بڑے علماء کی موجودگی میں کتنا بڑا جھوٹ بولا اس آدمی نے خدا اور اس کے ایک فرشتے پر اور اس کا یہ جملہ

تو بھاویں کریا نہ کریں کوئی نہیں جاناں اوہ تے اگوں مارداا ے

کس قدر گستاخانہ اندازِ بیان اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کھلا نافرمان ثابت کر رہا ہے معاذ اللہ جو حاشیہ اس کے جواب میں رضا خانی چڑھائیں وہی خطبات و بیانات جمیل پر چڑھادیں۔[1]

الجواب: الحمدللہ ہم اہلِ سنّت ہیں، اور ہمارے بزرگوں سے حق پرستی ہمیں ورثہ میں ملی ہے، محض مسلکی و مذہبی اختلافات کی بنا پر غلط باتوں کی ہرگز حمایت نہیں کر سکتے۔

صاحبزادہ افتخار الحسن ہرگز ہمارے لئے حجّت نہیں، اور نہ ہی وہ ہمارے اکابرین میں شُمار ہوتے ہیں، اور نہ ان کا حوالہ طارِق جمیل والے حوالے کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت تک طارِق جمیل کو دیوبندیوں کا نمائندہ خطیب سمجھا جاتا تھا، اور دیوبندیوں کی زُبان پر اس کے نغمے ہوتے تھے، اُس کی بات دیوبند کی ترجمان سمجھی جاتی تھی۔

صاحبزادہ افتخار الحسن ایک علاقائی خطیب تھے، اُن کی شناخت ایک خطیبِ مسجد سے زیادہ نہیں اِس لئے اُن کا حوالہ اہل سنّت کیلئے ہرگز حجّت نہیں بن سکتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

[1] دفاع ج1 ص798۔799۔ مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است ۔۔۔ واگر با تاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود (امداد الفتاوی ج ۵ ص ۳۹۳، طبع کراچی) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۴)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے پُوری عبارت ملاحظہ ہو:

اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است پس اگر کسے نبی ایں الفاظ در شان پاک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اہانۃ واستخفافا وسخریۃ واستہزائی گوید کافر شود وہمچنیں بے باکی وبے ہودگی در بارگاہ ایزد لایزال اقبح کفریات واشنع الحاد است پس اگر قائل این الفاظ بلا تاویلے وتوجیہے گوید کافر شود ومستوجب عقوبت ومواخذہ است واگر واگر با تاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود لیکن منع کردہ شود کہ دریں ایہام کفر الحاد ست یکفر اذوصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او تسخر باسم من اسماء عالمگیری ج۲ص۸۸۰ وقال فیما یتعلق بالانبیاء یکفر لانہ شتم لھم استخفاف بھم ایضاص ۸۸۴۔ (امداد الفتاوی، ج ۵ ص ۳۹۸، طبع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اہانت و گستاخی کرنا کفر ہے پس اگر کسی نے یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں اہانۃ، استخفافا، سخریۃ، استہزائی کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح بارگاہ الہی میں بے ہودہ وبے باکانہ کلمات کہنا قبیح ترین کفریات وشنیع ترین الحاد میں سے ہے پس اگر یہ الفاظ کہنے والے نے بلا تاویل وتوجیہ کے کہے تو کافر ہو گیا اور سزاو مواخذہ کا سزاوار ہے البتہ اگر تاویل یا توجیہ سے کہا تو کافر نہ ہوگا البتہ ان الفاظ سے اس کو منع کیا جائے گا ک[کہ] موہم کفر والحاد ہے تکفیر کی جائے گی ایسے شخص کی جو اللہ کو موصوف کرتا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا حکیم الامت۔۔تو صاف فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی ہاں اگر ایسے الفاظ ہوں کہ جن کا صحیح معنی بھی نکلتا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا پھر بھی جائز نہ ہوگا۔[1]

الجواب: موصوف نے لکھا ہے کہ عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے، حالانکہ موصوف نے خُود بھی اس عبارت کا سوال نقل نہیں کیا جس سے مقصود کو سمجھنے میں آسانی ہوتی، ہم وہ سوال یہاں نقل کردیتے ہیں جس کا جواب مذکورہ عبارت میں دیا گیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں

سوال ۳۴۳: چه می فرمایند علمائے دیندار و مفتیان تقوی شعار در ایں مقدمه که حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم بہتر وافضل تر تمامی مخلوقات ست آں بشیر ونذیر را تشبیه به کرشن کنہیا دادن وبلفظ ہتک چرواہا گفتن وحق جل جلاله وعم نواله را رام وصنم وشیام گردانیدن از نص قرآن مجید وفرقان حمید یا حدیث شریف یا باقوال امامان فیض تومان وتابعین وتباع تابعین وبزرگان دین درست ست یا کفر صغیره است یا کبیره مکروه تحریمه است تا تنزیه فقط۔[2]

یہ سوال فارسی زُبان میں ہے عوام کی سہولت کیلئے اس کا اُردو ترجمہ بھی کردیتے ہیں مُلاحظہ کریں:

علمائے دیوبند اور مفتیان تقویٰ شعار اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ

---

[1] دفاع ج1 ص 801۔802 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] امداد الفتاوی، ج5 ص 361، مکتبہ سیّد احمد شہید، بالمقابل دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

تمام مخلوقات میں بہتر اور افضل تر ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کو کرشن کنہیا سے تشبیہ دینا، اور توہین کی نیّت سے چرواہا کہنا، اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کو رام صنم اور شیام سمجھنا نصِ قرآنی یا حدیث شریف یا فیض آئمہ وتابعین وتباع تابعین اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں دُرست ہے یا کُفر ہے (گناہ) صغیرہ ہے یا کبیرہ، مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی فقط۔

دیکھیں اس سوال میں یہ پُوچھا گیا کہ ایک شخص حضورِ اکرم ﷺ کو کرشن کنہیا سے تشبیہ دے رہا ہے، اور توہین کی نیّت سے چرواہا کہہ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو رَام وصنم اور شیام سمجھ رہا ہے۔ ایسی صورت میں قائل کا کیا حکم ہے؟

جس کا جواب تھانوی جی نے مذکُورہ عبارت میں دیا جس کا خلاصہ دیوبندی موصوف نے یُوں لکھا ہے کہ:

''حکیم الامت۔۔تو صاف فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی، ہاں! اگر ایسے اَلفاظ ہوں کہ جن کا صحیح معنیٰ بھی نکلتا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی''۔ [1]

اَب موصوف ہی ہمیں بتائیں کہ کرشن کنہیا کی تشبیہ میں دیوبندیوں کو کون سا معنیٰ صحیح نظر آ رہا ہے (موصوف نے خود بھی ایک مقام پر ایسا ہی مطالبہ کیا ہے)

جبکہ موصوف کے اِلیاس گھمن کے ہاں تو اُصول یہ ہے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے صرف ہندوؤں کی یہ بات نقل کر دی کہ

''بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا اِحترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں اِبراہیم کہتے ہو ہم انہیں کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل کو ارجن۔

تو اس پر اِلیاس گھمن نے توہینِ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم لگا دیا، چنانچہ وہ

---

[1] دفاع ج1 ص۔802 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لکھتے ہیں کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین"۔ [1]

جب الیاس گھمن کے نزدیک ہندوؤں کا عقیدہ نقل کرنا بھی توہینِ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ہے، تو موصوف بتائیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کو کرشن کنہیا کے ساتھ تشبیہ دینے میں کون سا صحیح معنیٰ (ی موجود ہے، اور یہ بات کُفر کیوں نہیں؟

اور حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کا صرف ہندوؤں کا عقیدہ نقل کرنا توہین کیوں؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

ہمارے آئمہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف کی گھر کتاب "اکفار الملحدین" میں لکھا ہوا کہ:

"شاتم رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں، "مجمع الانھر"، "دُرِّ مختار"، "بزازیہ"، "دُرر"، اور "خیریہ" میں لکھا ہے کہ:

"انبیاء میں سے کسی بھی نبی کو سبّ وشتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اس کے کفر اور معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

مصنف ۔۔۔فرماتے ہیں: دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ قبول اور معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے (بعض کہتے ہیں شاتم رسول کی توبہ مقبول نہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے اور بعض اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، بعض کے نزدیک کچھ تفصیل ہے) مگر فیما بینہ وبین اللہ اس کی توبہ قبول ہے (یعنی اگر صدقِ دل سے اس نے توبہ کی اور اس پر زندگی بھر قائم رہا تو آخرت میں ان شاء اللہ سبّ وشتم رسول کے عذاب اور کُفر سے بچ جائے گا)

---

[1] فرقہ بریلویت پاک وہند تحقیقی جائزہ ص409-410، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

[2] دفاع ج1 ص۔802 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لیکن ''خلاصہ الفتاویٰ'' میں منقولہ محیط کی عبارت کی مراجعت کرنی چاہئے کہ اس میں مشائخ حنفیہ کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ: عند اللہ بھی شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ یہ قول مجھے سوائے محیط کی عبارت کے اور کہیں نہیں ملا، ہوسکتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو''۔ [1]

معاف کرنے کا قول تو انور شاہ کشمیری صاحب نے بھی نہیں لکھا، اور نہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ حوالہ میں موجود ہے، قتل کا ساقط ہونا یا نہ ہونا اس پر مذکورہ رسالہ میں بحث موجود ہے لیکن معاف کرنے کا قول ہمیں نہیں ملا۔

پھر دیوبندی موصوف نے اس کے دفاع میں اسماعیل دہلوی کی بحث شروع کی ہے، ہم سابقہ جلدوں میں اس کا تفصیلی جواب لکھ چکے ہیں۔ تفصیل مذکورہ مقام پر ملاحظہ کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مثلِ انبیاء ہونے کا دعوٰی۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندی مذہب کی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ کنتم خیر امة اکرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کیلئے ظاہر کیے گئے ہو''۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس، ۴۵، طبع کراچی)

الجواب: رضاخانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرما جائے اصل عبارت اس طرح ہے: ۔۔۔۔ کی تفسیر خواب میں القاء ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کیلئے ظاہر کیے گئے ہو۔ (ملفوظات ص: ۶۴)

اس میں صاف امت مسلمہ کے الفاظ موجود تھے مگر رضاخانیوں نے ان کو نقل نہ کیا، باقی اس

---

[1] اکفار الملحدین، مترجم، ص 144-145، مکتبہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، اردو بازار، لاہور

کا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ پچھلے زمانے میں امت کو اللہ کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء علیہم السلام کی تھی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری تھی اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو نبیوں کے اس کام کی ذمہ داری اس امت مسلمہ پر لگا دی گئی ہے کہ جس کام کیلئے پہلی اُمتوں میں انبیاء کو مبعوث کیا جاتا تھا اب اس کام کیلئے اس امت کو منتخب کر لیا گیا ہے۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے جھوٹ بولا ہے۔ ''ملفوظاتِ الیاس'' کے پرانے نسخوں میں اُمتِ مسلمہ کے الفاظ موجود نہیں۔

راقم کے پیشِ نظر کتب خانہ الفرقان لکھنؤ کا نسخہ ہے جس پر بارِ ششم لکھا ہوا موجود ہے، جس میں تحریر ہے کہ:

''ایک بار فرمایا کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، بعض لوگوں کو خواب میں ایسی ترقی ہوتی ہے کہ ریاضت و مجاہدہ سے نہیں ہوتی، کیونکہ انکو خواب میں علومِ صحیحہ القاء ہوتے ہیں جو نبوت کا حصّہ ہے پھر ترقی کیوں نہ ہو گی ((علم سے معرفت بڑھتی ہے، اور معرفت سے قرب بڑھتا ہے)

اسی لئے ارشاد ہے (قُل رَبِّ زِدنِی عِلماً) پھر فرمایا: آجکل خواب میں مجھ پر علومِ صحیحہ کا القاء ہوتا ہے، اس لئے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے (خشکی کی وجہ سے نیند کم ہونے لگی تھی تو مَیں نے حکیم صاحب اور ڈاکٹر کے مشورہ سے سَر میں تیل کی مالش کرائی جس سے نیند میں ترقی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا، اللہ تعالیٰ کا اِرشاد "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ"[2] کی تفسیر خواب میں یہ القاء

[1] دفاع ج1 ص 803.804 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] [آلِ عِمرَان:110]

ہوئی کہ تم مثالِ انبیاء (علیہم السّلام) کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو (اور اس مطلب کو اخرجت سے تعبیر کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک جگہ جم کر کام نہ ہوگا بلکہ دَر بدر۔۔کی ضرورت ہوگی) تمھارا کام اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اس کے بعد " تؤْمِنُونَ بِاللهِ "فرما کر یہ بتلایا گیا ہے کہ اس اَمر بالمعروف سے خُود تمھارے ایمان کو ترقی ہوگی (ورنہ نفسِ ایمان کا حصول تو "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ " ہی سے معلوم ہو چکا ہے۔

پس دُوسروں کی ہدایت کا قصد نہ کرو اپنے نفع کی نیت کرو، اور "أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ "میں ''النّاس'' سے مُراد عرب نہیں بلکہ غیر عرب ہیں، کیونکہ عرب کے متعلق تو "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" فرما کر یہ بتلا دیا گیا تھا کہ اُن کے متعلق ہدایت کا اِرادہ ہو چکا ہے، آپ اُن کی زیادہ فکر نہ کریں، ہاں "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ " کے مخاطب اہل عرب ہیں، اور ''النّاس'' سے مُراد دُوسرے لوگ ہیں جو عرب نہیں، چنانچہ اس کے بعد "وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَهُمْ "[1] اس پر قرینہ ہے اور یہاں "لَكَانَ خَيْراً لَهُمْ" فرمایا "لکان خیر الکم "نہیں فرمایا، کیونکہ مبلّغ کو تو تبلیغ ہی سے اپنے ایمان کی تکمیل کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے خواہ مخاطب قبول کرے یا نہ کرے۔ اگر مخاطب تبلیغ کا اثر قبول کر کے ایمان لے آئے تو اس کا اپنا بھی فائدہ ہوگا، مبلّغ کا فائدہ اس پر موقوف نہیں''۔[2]

دِیوبندیوں کی خُود ساختہ آیت

قارئین کرام! کتابت کے اغلاط کی وجہ سے موصوف نے اپنی ''دفاع'' کے صفحہ 445 پر

---

[1] [آلِ عِمْرَانَ:110]

[2] ملفوظاتِ مولانا محمد الیاس، قسط نمبر 4، مرتبہ: ظفر احمد تھانوی، ملفوظ نمبر (50)، ص 50۔51، مکتبہ دینیات (بیروت تبلیغی مرکز) رائے ونڈ، لاہور

ایک عنوان قائم کیا ہے کہ [مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی خود ساختہ آیات] جس میں موجود اعتراضات کے جوابات تو فقیر نے سابقہ مقام پر دِے دیئے ہیں مگر موصوف کے اُصول کے مطابق یہاں ایک نمونہ دیوبندیوں کی خُود ساختہ آیت کا مُلاحظہ فرمائیں:

''ملفوظات'' میں "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" ہے جبکہ قُرآن مجید فرقانِ حمید میں نقل کردہ مجموعہ اَلفاظ سے کوئی ایک آیت نہیں ہے، البتہ سُورہ [الغاشیۃ: 22] میں ہے: "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" ہے جبکہ "وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" [الأنعام: 107، والزمر: 41، والشوریٰ: 6] میں موجود ہے۔

بہرکیف ''ملفوظات'' کے مذکُورہ نسخے میں [اُمّتِ مسلمہ] کے الفاظ ہرگز موجود نہیں۔ اس لئے موصوف کے مندرجہ ذیل جملے:

[رضا خانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرما جائے][1]

کا مصداق خُود دیوبندی موصوف اور ان کے ہم مذہب دیوبندی ہیں موصوف ہمیں اِلزام دے کر اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے ہے۔

اس حوالے کے سیاق وسباق سے بھی موصوف کی [اُمت مسلمہ] کی تاویل باطل ہورہی ہے، کیونکہ دیوبندیوں کے اِلیاس تبلیغی نے اپنا مثلِ انبیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے معتقدین اسے اِلہامی بھی شُمار کرتے ہیں، جس کا اِقرار خُود دیوبندیوں نے بھی کیا ہے۔ بعد والے نسخوں میں [اُمت مسلمہ] کا اضافہ علمائے اہل سنّت وجماعت کی شدید گرفت کا نتیجہ ہے، تا کہ کسی طرح دیوبندیوں کے اَصل رُوپ پر پردہ ڈالا جا سکے۔ اِلیاس تبلیغی کے دعوؤں کو خُود دیوبندیوں نے بھی مشکوک انداز میں دیکھا ہے۔

رِضوان قاسمی کے بقول اِلیاس تبلیغی دَرجہ نُبُوّت پر

---

[1] دفاع ج1 ص۔803 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فائز ہو کر اِرشاد فرماتا ہے (نعوذ باللہ)

چنانچہ دیو بندیوں کے رضوان احمد قاسمی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''افتخار فریدی صاحب نے ''ارشادات ومکتوبات'' کے نام سے جو ملفوظات جمع کئے ہیں اُس میں تو بعض ملفوظات ایسے بھی ہیں کہ جنہیں پڑھ کر طرح طرح کا دُھوکہ ہوتا، کہیں ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ ہے العیاذ باللہ درجہ نبوت پر فائز ہو کر اِرشاد ہو رہا ہے، تبھی تو اپنے طریقہ تبلیغ پر اذعان ویقین کے ساتھ یہ اِرشاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بلائیں ٹلنے کا تبلیغ میں مَر مٹنے کے سواء اور کوئی علاج نہیں، یہ اس کا واحد علاج ہے۔۔۔۔اِرشادات ومکتوبات ص 43۔اب غور کیجئے کہ حضرت والا نے اتنے وثوق اور اِعتماد کے ساتھ اپنے طریقہ تبلیغ کو تمام بلاؤں کا حل کہا ہے کہ گویا آپ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ طریقہ بھی نَو اِیجاد اور وحی ربانی کا کوئی تصور بھی نہیں، اس کے باوجود ع۔۔۔۔۔۔بکے جارہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ، ۔۔۔۔ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ مہا عمل تو تبلیغ ہے''۔[1]

اِمامُ المتکلمین پر اعتراض کا جواب

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا نقی علی خان لکھتے ہیں: پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے عالموں کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح اکثر انبیاء بنی اسرائیل خلق کو اتباع توریت کی طرف ہدایت اور شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ترویج میں کوشش کرتے اسی طرح علماء اس امت کے قرآن کی طرف اور شریعت محمدی کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں اسی جگہ سے کہتے ہیں الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی

---

[1] مروجہ تبلیغی جماعت اور ملفوظات حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، ص 77-78، عالمی تحریک تحفظ ایمان

قوم میں مانند پیغمبر کے ہے اپنی امت میں (انوار جمال مصطفیٰ ص ۴۴)
کیوں جی ہاضمہ صحیح ہوا؟ مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظ میں مثل کا لفظ ہے اگر یہ گستاخی ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل کہا اور نقی علی خان صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے، ہمت کر و فتوی لگاؤ''۔[1]

الجواب: موصوف کی جہالت ہے کہ وہ اِعتراض کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور اپنی جہالت کی بنا پر غیر متعلقہ حوالوں کو اپنے اکابرین کے دِفاع میں پیش کر دیتے ہیں، حالانکہ ان حوالوں کا معترضہ اِقتباس وحوالے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، مگر موصوف اپنی جہالت کو چار چاند لگاتے ہیں، ایسا ہی موصوف نے اس حوالہ میں کیا ہے۔ اِمامُ المتکلمین علیہ الرحمہ کے حوالہ میں تشبیہ من کل الوجوہ مُراد نہیں بلکہ صرف تبلیغ وہدایت مُراد ہے۔
خود موصوف نے بھی تشبیہ کے متعلق لکھا ہے:

''اس عبارت کی وضاحت سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔ ہر زُبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کیلئے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے ہم اردو زبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خوبصورت ہے جیسے چاند جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مشبہ) کسی دوسری چیز کے ساتھ (مشبہ بہ) اس میں مقصود کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطول، مختصر المعانی، دروس البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ زید ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، دانت ہے، دُم ہے ایسے ہی زید کی ہیں تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی بہادری ہے اس صفت میں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی

[1] دفاع ج1 ص..804 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

زید بہادر ہے''۔ [۱]

لہٰذا ثابت ہوا کہ اِمامُ المتکلمین کی عبارت میں جُملہ اُمور میں اِشتراک مُراد نہیں۔ جب جملہ اُمور میں اِشتراک مُراد نہیں تو پھر موصوف کا اس حوالے کو پیش کرنا بھی مفید نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی کہہ دے کہ اِلیاس تبلیغی کی عبارت میں بھی تشبیہ من کل الوجوہ مُراد نہیں تو پھر اِعتراض کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اُمور ایسے ہوتے ہیں جو نا قابلِ اِشتراک ہوتے ہیں، اس وصفِ خاص میں شرکت کا دعویٰ۔

خُود دیوبندیوں نے تسلیم کیا ہے، جیسا کہ رضوان دیوبندی قاسمی کے حوالے میں الیاس تبلیغی کے متعلق تصریح ہے کہ:

''العیاذ باللہ درجہ نبوت پر فائز ہو کر ارشاد ہو رہا ہے''۔ [۲]

یعنی الیاس تبلیغی کے ملفوظات و اِقتباسات سے درجہ نبوت پر فائز ہونے کے دعویٰ کا مفہوم ظاہر ہو رہا ہے۔ اس بات کو تو خُود دیوبندی بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ لہٰذا موصوف کا اِلیاس تبلیغی کے حوالوں کی وکالت کرنا بے معنی ہے، اور اس کا اہلِ سنّت کے حوالوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کے دِفاع میں پیش ہو سکتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''خواجہ محمد احسان مجددی حضرت شیخ سرہندیؒ کے والد لے [کے] حوالے سے لکھتے ہیں:

''پھر مخدوم نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ نے امت کی طرف سے اپنے آپ کو کس طرح فارغ کر لیا حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تو ہم مع صحابہ کے امت کی طرف متوجہ تھے ہزار سال کے عرصہ میں جس قدر اولیاء پیدا ہوئے ان میں سے کسی کو بھی ساری امت کے کارخانے کو برداشت کی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کے حوالے

---

[۱] دفاع ج1 ص..434 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] مروجہ تبلیغی جماعت اور ملفوظات حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، ص77، عالمی تحریک تحفظ ایمان

کرتے اور بارگاہ حقیقی میں جلوت گزیں ہوتے اب یہ فرزند ایسا ہوا ہے کہ اب ہم ساری امت کا دنیاوی اور اخروی کارخانہ اس کے اور اس کے فرزندوں کے سپرد کر کے فراغ دلی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں خلوت اختیار کریں گے۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ہر پیغمبر اولوالعزم ہزار سال تک خلقت کی طرف متوجہ رہتا ہے بعد ازاں جب اور پیغمبر آجاتا ہے تو پھر پہلا پیغمبر بارگاہ خداوندی میں خلوت گزیں ہوتا ہے اس امت کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک ہزار سال تک امت کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اور بعد ازان کوئی ایسا پیغمبر اولوالعزم ہوتا جو آپ کا قائم مقام ہوتا کیونکہ گزشتہ زمانے میں انبیاء کی بعثت اور ہدایت کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ بعد نبی پہلے نبی کے دین کی ترجمانی کرتا ہے اور اسے مضبوط بناتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس واسطے اس امت میں علمائے امت کو بنی اسرائیل کا سا مرتبہ دیا گیا ہے تا کہ دین محمدی کی خدمت کریں اور تقویت دیں۔ (الروضۃ القیومیہ، ج۱ ص ۱۱۷، ۱۱۸ مکتبہ نبویہ لاہور) اس کتاب کو ترتیب دینے والے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر جہان رضا ہیں"۔[1]

الجواب: اس حوالے میں یہ تصریح موجود ہے کہ:

"آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے"۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ:

"علمائے اُمت کو بنی اسرائیل کا سا مرتبہ دیا گیا ہے"۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ علمائے اُمت کو درجہ نبوت پر فائز نہیں کیا جا رہا، بلکہ درجہ نبوت پر ان کے فائز ہونے کی نفی کی جا رہی ہے، اور ان کیلئے مقامِ تبلیغ و ہدایت ثابت کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس عبارت میں تشبیہ من کل الوجوہ ہرگز مُراد نہیں ہوسکتی اور نہ ہی وصفِ خاص

---

[1] مروجہ تبلیغی جماعت اور ملفوظات حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، ص 77، عالمی تحریک تحفظ ایمان

میں مشارکت کا کوئی دعویٰ موجود ہے۔

اس کے برعکس الیاس تبلیغی کے ملفوظات میں جو دعاوی ہے اُن کو خُود دیوبندیوں نے شک کی نظر سے دیکھا ہے، اور ان سے یہی سمجھا ہے کہ الیاس تبلیغی بزعم خُود نبوت کے دعوے کر رہے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بانی انگریز فسر کار، دیوبندی گواہی

دیوبندیوں کے مفتی عبدالمتین قدوائی نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھا ہے کہ:

''یہ جماعت انگریزوں نے بنائی ہے تاکہ دِین کو بدل کر لوگوں کو سکھایا جائے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان، مسلمان نہ رہے۔ اُنہوں نے پہلے ایک کفریہ نظریہ لوگوں کو دیا کہ مشورہ وحی کا بدل ہے اب دُوسرا کفریہ نظریہ لوگوں کو دیا جارہا ہے کہ مجمع نبی کا بدل ہے۔ بڑا مجمع رائے ونڈ میں ہوتا ہے یہ کسی بڑے نبی کا بدل ہوگا، اس کے بعد [بعد] بنگلہ دیش کا مجمع ہے اور درمیانہ نبی کا بدل ہوگا، اس کے بعد چھوٹے چھوٹے اجتماعات ہوتے ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے نبیوں کے بدل ہوں گے۔۔۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ

دُشمنانِ اسلام کی خواہش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمان اَصل اسلام سے ہٹ کر کسی دُوسرے خُود ساختہ بناوٹی اِسلام پر علماً وعملاً آئیں تاکہ یہ کام ان سے لیا جائے لہٰذا انہوں نے وحی کا بدل مشورہ، نبی کا بدل مجمع، قُرآن کا بدل فضائل اعمال، حافظ کا بدل سہ روزے والا، عالم کا بد [بدل] ایک چلّے والا، مفتی کا بدل تین چلّے والا، شیخ الحدیث کا بدل اَندرون سال والا، شیخ القرآن کا بدل بیرون سال والا، مجتہد بدل مقیم، جہاد کا بدل پکنک اور تلوار والے فی سبیل اللہ کا بدل بستر والا فی سبیل اللہ متعارف کرایا۔۔۔

عبدالوہاب کا جزوی نبوت کا اعلان تبلیغی اسٹیج سے پہلی بار نہیں ہو [ہوا]، پہلے یہ باتیں مولانا الیاس کے بارے میں پھیلائی گئیں اَب عبدالوھاب کو جزوی نبی بننے کا شوق

سوار ہو گیا ہے''۔[1]

یہ تو گھر کے بھیدی کی گواہی ہے کہ تبلیغی جماعت کے اندر جزوی نبوت کا کھیل کھیلا جا رہا ہے الیاس تبلیغی کے لئے جزوی نبوت اِس کے بعد عبد الوہاب تبلیغی کے لئے جزوی نبوت کا اعلان تبلیغی اسٹیجوں سے ہوتا رہا ہے۔

یہ ''ملفوظاتِ'' الیاسی کی عبارت بھی اسی تناظر کی ایک کڑی ہے۔اس طرح کے اِعلانات اور دعاویٰ سے گُمراہی وکُفر کا سامان فراہم کر کے اور لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ بہر کیف موصوف کا پیش کردہ حوالہ بے محل ہے،اس میں اِلیاس تبلیغی کے'' ملفوظات'' سے مماثلت کا کوئی پہلو موجود نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ کامل اولیاء کے دلوں میں مثل انبیاء بغیر کسی کے تعلم کے حقائق ومعارف کا ظہور ہوتا ہے:

والی کامل تنبعث من نفسه حقائق الامور بدون التعلیم کما قال تعالی یکاد زیتها یضیء ولولم تمسه نار نور علی ونر وذالك مثل الانبیاء علیهم السلام۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۵۰، بیان تفاوت النفوس فی العقل، دارلشعب القاہرہ)''۔[2]

الجواب: امام غزالی رحمہ اللہ نے اِس عبارت میں صرف اِتنا لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندوں سے بغیر تعلیم کے علم کے چشمے پُھوٹ پڑتے ہیں، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتے ہیں، اس میں صرف بغیر تعلیم کے علوم حاصل ہونے میں تشبیہ ہے، من کل الوجوہ تشبیہ

---

[1] چونسٹھ کھمبے کے الہامی نبی سے گم تھلہ کے جزوی نبی تک، ایک فتویٰ۔۔ایک حقیقت، ص14-15، جامعہ قاسمیہ سورت گڑھ، راجھستان، بھارت

[2] دفاع ج1 ص..805 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نہیں، اس لئے موصوف کا پیش کردہ یہ حوالہ بھی اُن کو مفید نہیں''۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:''اور علامہ ابن سیرین لکھتے ہیں:
فان صار فی المنام رسولا او داعیا الی اللہ تعالی فان اجابہ احد او قبل منہ دعواہ فان منزلۃ رفیعۃ (تعطیر الانام ج ۲ ص ۳۶۰)
اگر خواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کر لی تو بڑا بلند مرتبہ پائے گا۔ امام مالک ابو مطیع بلخی کے متعلق کہتے ہیں ابو مطیع قام مقام الانبیاء ابو مطیع انبیاء کے قائم مقام ہیں (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۲۰) اب لگاؤ فتوی الحمد للہ اس خواب کی تعبیر سچی ہوئی اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پوری دنیا اس سے واقف ہے''۔ [1]

الجواب: ''تعطیر الانام'' علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ کہ امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی۔

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں علامہ ابنِ سیرین کیسے لکھ سکتے ہیں، موصوف کی اس حرکت پر مندرجہ ذیل شعر یاد آتا ہے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
الا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا

مطلب لطیفہ: زلیخا مُلا جامی کی کتاب ہے، اور اس میں کہنے والا شیخ سعدی ہے، اور شعر بھی سعدی کا نہیں بلکہ حافظ شیرازی کے دیوان کا ابتدائی شعر ہے۔

موصوف کی حالت بھی ایسی ہے۔

''تعطیر الانام'' علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اور اس میں علامہ ابن سیرین

[1] دفاع ج 1 ص ..806 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔(واہ جی واہ)

(2) پھر اس حوالے کا تعلق بھی اِلیاس دہلوی کے ''ملفوظات'' سے ہر گز نہیں ہوسکتا اِس لئے کہ یہ خواب کی بات ہے، اور خواب کے بعد بھی وہ شخص اس کی تعبیر یہ سمجھ لے کہ وہ نبی ہے (نعوذ باللہ) تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اِلیاس دہلوی اپنے القاءات کو علومِ صحیحہ قرار دے رہے ہیں جیسا کہ اُن کے اسی ملفوظ میں تصریح موجود ہے اور پھر یہ ان کا ایک ملفوظ نہیں جسکی کی بناء پر اعتراض ہے بلکہ ان کے ''ملفوظات'' میں ایسے بکثرت اُقوال ہیں جس کو خُود دیوبندی ملاؤں نے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے دعوے سے تعبیر کیا ہے جس بارے حوالہ گزر چکا ہے۔

(3) اور جہاں تک بات ہے اَبُو مطیع بلخی کے حوالے کی تو احادیث میں علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارِث قرار دیا گیا ہے، اس بنا پر ان کیلئے قائم مقام کے الفاظ اِستعمال ہوئے ہیں، جس کا مطلب منصبِ نبوت پر فائز ہونا نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی نیابت ہے، چونکہ سلسلہ نبوت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت کا منصب عطا نہیں ہوسکتا۔ اِس لئے خلق کی ہدایت کا کام علماء سَرانجام دے رہے ہیں، یہی مفہوم ہے ابُو مطیع بلخی والی عبارت کا۔

مگر نہ جانے موصوف کے دِل میں کیا ہے اور اس سے وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں اُنہوں نے کھل کر نہیں لکھا۔

موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اس خواب کی تعبیر سچی ہوئی، اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پُوری دُنیا اس سے واقف ہے''۔[1]

[1] دفاع ج1 ص..806 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اِلیاس دہلوی یعنی اِلیاس تبلیغی کو جو مقام ملا ہے، وہ خُود دیو بندی ملاؤں کی تحریر سے ہم واضح کردیتے ہیں، ملاحظہ کریں:

دیو بندیوں کے دارالعلوم کراچی کے فاضل ابُوالفضل عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:

حوالہ نمبر(1)

''مولانا محمد الیاس کی گمراہی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ دین کی جدوجہد اور ایک خاص نوع سے دین کے احیاوتقویت کے لئے اپنے کو مامور اور ذمہ دار سمجھتا تھا۔

خوابوں اور کشفوں پر ایمان اور یقین رکھنے والے شخص نے قرآن کریم کے اٹل احکامات کو بھلا دیا اور اپنی کم ہمتی اور جرأت وشجاعت کے فقدان کی وجہ سے کامل مکمل دین پر عمل کرنے اور کامل دین کی دعوت دینے کی بجائے دین متین کا تیاپانچا کر کے لنگڑے لولے دین کی دعوت شروع کی جس کی کل وسعت چھ باتیں ہیں، مولانا محمد الیاس ۔۔۔ صاحب اپنی کم علم اور ناقص فہم کی بنا پر یہ نہ سمجھ سکے کہ تکمیل دین کے بعد اس میں ترمیم وتنسیخ ناممکن ہے''۔ [۱]

حوالہ نمبر(2)

''میرے خیال میں مولانا کو ایسے فرد کی ضرورت تھی جو راز داری سے اُمتِ مسلمہ کے افراد سے جذبہ جہاد ختم کر سکے، آخر مولانا اس مقصد میں کامیاب ہو گئے اور چند نام نہاد عالم بطور آلہ کار میسر آ گئے''۔ [۲]

حوالہ نمبر(3)

''مولانا موصوف نے اپنے طریقہ کو اصلی جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا اور جہاد ہی کے فضائل

---

[۱] کشف الغطاء ص 13، اشاعت رمضان المبارک ۱۴۳۲ ھجری بمطابق اگست ۲۰۱۱ء، ناشر دار المعارف ورحمانیہ دارالکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد سیکٹر 43A کورنگی 1/32، کراچی

[۲] کشف الغطاء ص 18، دار المعارف ورحمانیہ دارالکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی، کراچی

بیان کر کے عوام کو گمراہ کیا جو بعد ازاں ترک جہاد اور مخالفت جہاد جماعت کا طغریٰ امتیاز (ماٹو) بن گیا"۔ [۱]

حوالہ نمبر (4)

"اصل وجہ یہ تھی کہ مولانا موصوف کو اپنے متعلق مغالطہ ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے اور اس کام کے اصول خواب میں منکشف ہوئے ہیں اور خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اسی لئے آپ کہتے تھے یہ کام اس زمانے کے انسانوں کے لئے کشتی نُوح ہے، جو اس میں آ گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اور جو اس سے جُدا رہا اُس کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اتنا بڑا دعویٰ کیا ایک عالم ربانی کر سکتا ہے؟

ہر گز نہیں، ایسے دعوے ہمیشہ وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں علم میں رسوخ حاصل نہیں ہوتا، فہم و فراست کی کمی اور عقل نارسا کی وجہ سے الہام، کشف اور پراگندہ خوابوں کی وجہ سے اپنے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے الہام، کشف اور خواب کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، اس اصول شریعیت [شریعت] کو بُھلا کر ان کو وحی کی طرح قطعی سمجھ لیا جاتا ہے اور کام محنت اور مشقت کی وجہ سے چل پڑتا ہے تو مغالطے بڑھتے جاتے ہیں اور یہ کچھ مولانا محمد الیاس۔۔صاحب کے ساتھ ہوا۔ کام اُن کی توقع سے زیادہ چل نکلا۔ تو پھر مولانا صاحب کو امت کی کامیابی تمام خرابیوں کا علاج مسلمانوں کی دونوں جہانوں میں کامرانی صرف اور صرف اپنی سکیم میں منحصر نظر آنے لگی اسی وجہ سے دین کے تمام دیگر شعبے اور تمام دینی ادارے آپ کی نظر میں ہیچ ہو گئے اور صرف یہی کام سب کے لئے ضروری قرار پایا، جس کا جا بجا آپ نے اِظہار فرمایا"۔ [۲]

حوالہ نمبر (5)

---

[۱] کشف الغطاء ص 23، دار المعارف ورحمانیہ دار الکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی، کراچی

[۲] کشف الغطاء ص 27-28، دار المعارف ورحمانیہ دار الکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی کراچی

''مکرر آں کہ اس تبلیغ کا اب تک چھوٹا رہنا بے وجہ نہ تھا۔۔۔اس جملہ میں مولانا موصوف نے دو غلط اور جھوٹ پر مبنی دعوے کر دیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مولانا اپنے خُود ساختہ کام میں اتنے مغلوب الحال ہو گئے کہ حق اور باطل سچ اور جھوٹ کی تمیز بھی نہ رہی''۔[۱]

حوالہ نمبر(6)

''مولانا کے متحدثہ طریقہ کار کی سنّت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔مولانا کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کرنے کا مطلب پُوری اُمت ۱۲ سو سال تک ایک سنّت کی تارک ہی نہیں بلکہ جاہل رہی کسی مجتہد، کسی مفسر، کسی محدث، کسی فقیہ، کسی مؤرخ کو، کسی ولی، کسی عالم کو اس سنّت کا علم نہ ہو سکا بلکہ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ مولانا کو بھی قرآن وحدیث سے اس سنّت کا علم نہ ہوا اور چالیس سال تک اس سے بے خبر رہے، پھر خواب میں مولانا کو اَمر ہوا۔ مولانا میں اتنی سوجھ بُوجھ بھی نہیں تھی کہ تکمیل دین تمکین دین اور تدوین دین کے بعد خوابوں سے دین میں نہ اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ تنسیخ ہو سکتی ہے لیکن مولانا نے خواب کی بنیاد پر اضافہ بھی کر دیا اور تمام دین متین کو عملاً منسوخ کر کے صرف اور صرف چھ باتیں''۔[۲]

حوالہ نمبر(7)

''نہ مولانا کی شخصیت متاثر کن اور نہ مولانا کی تحریک دینی تھی اس لئے ایک عالم مناظر اسلام نے اثر نہ لیا مولانا موصوف ناقص دینی فہم کی وجہ سے دین کو مٹانے والی سکیم کو کہتے ہیں [جس میں سرسبزی دین ہے] دین کی کامیابی بتلاتے ہیں اور اسی غلط فہمی اور ایک بدعت کو خیال کرتے ہیں [کہ اس میں اپنا علاج یقین کر کے اپنی جہدوں کو اس میں وقف کر دیں گے تو حق تعالیٰ اپنے ارادۂ غیبیہ کو ہماری سلامتی اور فروغ کی طرف قطعاً متوجہ فرما دیں گے] ایک مہلک چیز کو تریاق سمجھ رہے ہیں اور اس ہلاکت میں مبتلا ہو کر دوسروں کو بھی

---

[۱] کشف الغطاء ص29، دار المعارف ورحمانیہ دار الکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی، کراچی

[۲] کشف الغطاء ص42، دار المعارف ورحمانیہ دار الکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی، کراچی

اس میں مبتلا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں اور لکھتے ہیں [تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی ساری پریشانیوں کے دفعیہ اور علاج کے اس میں منحصر ہونے کو اس وقت پبلک کے سامنے کس طرح کھول دوں] یہ بات بلا خطر کہی جاسکتی ہے کہ مولانا الیاس صاحب اور آپ کی متحدشہ جماعت کی قیادت اور اس میں شامل جہلاء کی قیادت میں گھومنے والے نام نہاد علماء کرام دین اسلام اور دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بالکل نابلد اور ناواقف ہیں۔ دینی شعور سے بے خبر ہیں اور اس حقیقت کا وہ عالم جو مولانا موصوف کے ملفوظات اور مکاتیب کا بنظر تحقیق عقیدت کا چشمہ اُتار کر مطالعہ کرے اور جماعت کی کارکردگی کا مشاہدہ کرے، اعتراف کرے گا''۔[1]

ہم بات کو طول نہیں دینا چاہتے ورنہ ہمارے پاس بے شُمار حوالے موجود ہیں، جس میں خُود دیوبندی ملاؤں نے اِلیاس تبلیغی کی مٹی پلید کی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''رضا خانی لکھتا ہے: تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب مزید کہتے ہیں کہ اگر حق تعالی کسی [سے] کام لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کرلیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہوسکے۔ (مکاتیب حضرت مولنا محمد الیاس، ص ۱۰۷ طبع کراچی)

الجواب: اس کا جواب کچھ سال پہلے ایک سیفی مولوی کو دیا تھا ملاحظہ ہو۔ سیفی بریلوی نے اولاتو عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا ثانیا عبارت کا جو مفہوم و مطلب بیان کیا وہ بھی ان کا خود ساختہ ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تبلیغ والوں نے اتنی تبلیغ کی یا اتنی دین کی خدمت کی کہ معاذ اللہ انبیاء بھی نہیں کر سکتے نہ

---

[1] کشف الغطاء ص 50، دار المعارف ورحمانیہ دار الکتب، ڈی 125 نزد رحمانیہ مسجد، کورنگی، کراچی

اس کا مقصود اس عبارت سے اس بات کا بیان کرنا ہے''۔[1]

الجواب: اِلیاس تبلیغی کے اس ملفوظ پر خُود دیوبندیوں نے تنقید کی ہے، چنانچہ دیوبندیوں کے رضوان احمد قاسمی لکھتے ہیں:

''حضرت کاندھلوی کے ایک مکتوب کا وہ ایک جملہ یاد کیجئے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ (اور اگر (اللہ) کرنا چاہے تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ مکتوبات مولانا الیاس ص ۱۰۷۔۱۰۸) حضرت کاندھلوی کا مقصود اگرچہ حق جل مجدہ کی قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے لیکن انبیاء کرام کیلئے جو استعمال ہو گیا ہے وہ کسی طرح بھی مناسب نہیں اور اسے بے ادبی و گستاخی کا جملہ کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا''۔[2]

خُود دیوبندیوں نے اسے گُستاخی و بے اَدبی کا جملہ قرار دیا ہے، دیوبندی موصوف کی وکالت سینہ زوری کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''پہلی بات کہ حضرت مولانا الیاس صاحب۔۔ کا یہ جملہ شرطیہ ہے (حرف اگر برائے شرط): تو اگرچہ تم کتنے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے''۔

بریلوی اصل کے مطابق یہ گستاخی اس وقت ہوتی جب اس کا امکان پایا جاتا حالانکہ یہ یہاں شیخ الیاس صاحب۔۔۔ صرف بطور فرض کے بات کر رہے ہیں کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے متعلق احمد رضا خان لکھتا ہے:

---

[1] دفاع ج1 ص۔۔806 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] مروجہ تبلیغی جماعت اور ملفوظات حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، ص34، عالمی تحریک تحفظ ایمان

''یہ شرطیہ ہے جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اے محبوب تم فرمادو کہ اگر رحمٰن کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا''۔(ملفوظات، حصہ دوم،ص ۱۶۱، فرید بک سٹال لاہور) حضرت شیخ کی عبارت میں شرط میں اگر ہے مولوی احمد رضا خان نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں بھی اگر موجود ہے حضرت شیخ کے جملہ میں جو جزاء ہے اس میں "تو برائے جزا" موجود ہے مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں جز میں "تو" موجود ہے۔تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی''۔[۱]

الجواب: اِلیاس تبلیغی کے ملفوظ کو رِضوان قاسمی دیوبندی نے گستاخی پر محمول قرار دیا ہے۔ اور موصوف کا اپنا بیان کردہ اُصول یہ ہے کہ:

''تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گُستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گُستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی''۔[۲]

اس اُصول کے پیشِ نظر رِضوان قاسمی دیوبندی کے نزدیک مندرجہ بالا آیت بھی اللہ تعالیٰ کی شان میں گُستاخی قرار پاتی ہے،لہٰذا دیوبندی موصوف کے اُصول کے مطابق رِضوان قاسمی دیوبندی کافر ہوا، کیونکہ اس کے اُصول پر آیت کا معاذ اللہ گستاخانہ ہونا لازم آتا ہے۔ اگر رضوان قاسمی کی بات صحیح ہے تو رضوان قاسمی کے اُصول پر دیوبندی موصوف اور الیاس تبلیغی کا گستاخ اور بے ادب ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس لئے کہ رضوان قاسمی نے الیاس تبلیغی کی عبارت کو گستاخی اور بے ادبی قرار دیا۔اور دیوبندی موصوف نے آیتِ مذکُورہ کو اس عبارت کے مماثل قرار دیا ہے، جسکو رضوان قاسمی دیوبندی گستاخی قرار دے رہا ہے، لہٰذا

---

[۱] دفاع ج1 ص..807 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع ج1 ص..807 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دیوبندی موصوف کافر و گستاخ ثابت ہوتا ہے۔
اگر موصوف کے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ عبارَت آیتِ کریمہ کی نظیر ہے تو سب سے پہلے انہیں یہ بات اپنے رِضوان دیوبندی قاسمی کو سمجھانا چاہئے کہ انہوں نے اس عبارت کو گستاخانہ کیوں قرار دیا؟ جبکہ اس نظیر میں تو آیتِ کریمہ موجود ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ موصوف کی خواہ مخواہ کی وکالت ہے۔خُود دِیوبندی بھی موصوف کی وکالت کے حامی نہیں، اور وہ اس عبارت کو گستاخانہ سمجھتے ہیں۔
کاش! موصوف اور اس کے دیگر اکابرین بھی اپنے اکابرین کی عبارات کو گستاخانہ قرار دے دیتے تو آج اتنے فسادات نہ ہوتے اور ملّت کا شیرازہ منتشر نہ ہوتا۔
اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
''اب ذرا ایک نظر گھر پر بھی ڈالیں آپ کے مناظر اعظم جس کو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اس سے سوال ہوا:
سوال نمبر ۱: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کیلئے دوبارہ اتریں گے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟
جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی ناکامیاب ہو، امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لیے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔(انوار شریعت، ج ۲ ص ۵۵)
معاذ اللہ تمہارے پیروں فقیروں کو تو کسی چیز کا خوف نہ ہو وہ کھل کر حق بات کردیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے معاذ اللہ یہودیوں کے خوف سے کار تبلیغ جو ان کی ذمہ داری تھی

سرانجام نہ دی۔ بتائیے یہ گستاخی ہے یا جوتم نے پیش کی؟''۔[1]

الجواب: موصوف نے ''انوارِ شریعت'' کو مکمل نہیں پڑھا، ورنہ اِنہیں اِعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

یہ ایک الزامی جواب ہے جو مرزائیوں کو دیا گیا، یہ صاحبِ ''انوارِ شریعت'' کا اپنا عقیدہ نہیں۔

موصوف میں ہمت ہے تو صاحبِ ''انوارِ شریعت'' کا اپنا عقیدہ ثابت کریں۔

باقی اِلزامی جوابات تو مخالفین کے نزدیک مسلّم کتابوں میں بھی موجود ہیں، کیا موصوف ان الزامی جوابات کو صاحبِ کتاب کا اپنا عقیدہ سمجھ لیں گے؟

ہم نے سابقہ جلدوں میں کتبِ مخالفین سے اِلزامی جوابات نقل بھی کئے ہیں مگر کیا کیا جائے ہمارے مخالفین کے پاس ہمارے خلاف کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں۔ اِس لئے اِلزامی جوابات کو بھی ہمارا عقیدہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔

دِیوبندیوں کے مناظر حق نواز جھنگوی نے بھی مُناظرہ جھنگ میں یہ دلیل پیش کرنے کی کوشش کی اور اُسے منہ کی کھانی پڑی۔

جھنگوی صاحب چرب زُبانی کے باوجود بھی اپنا مُدعا ثابت نہ کر سکے، اور اپنے ہوم گراؤنڈ پر زَبردست شکست کھائی۔

موصوف اُنہی سابقہ چبے ہوئے نوالوں کو دوبارہ چبانے کی کوشش کر رہے ہیں جو پہلے بھی کوئی خاطرخواہ نتیجہ نہیں دے سکے۔

موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں و بے باکیاں

باقی دیوبندیوں نے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں گستاخی کی ہے اس کی واضح مثال

---

[1] دفاع ج1 ص..808 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سعد کاندھلوی کے بیانات بھی ہیں جن کے متعلق خُود دیو بندیوں نے لکھا ہے:

حوالہ نمبر (1)

''حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے مختلف مقامات پر مختلف اَنداز میں نازیبا کلمات کہے ہیں''۔[۱]

حوالہ نمبر (2)

''مولانا سعد صاحب کی ایک بہت بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ کبھی کبھی انبیائے کرام کی سیرت و سوانح کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں کہ ایسے لگتا ہے کہ وہ ان کی غلطی پکڑ رہے ہیں۔ گویا وہ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں نبی سے غلطی ہوگئی ہے''۔[۲]

حوالہ نمبر (3)

''سمجھنے والے سمجھ گئے کہ کس قدر خطرناک بات انہوں نے کہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی ہیں ان پر کس طرح حملہ کیا گیا۔ ان کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گویا اپنی مرضی سے (تنہائی میں عبادت کا شوق پُورا کرنے کیلئے) دعوت چھوڑ دی تھی۔ نیز کس طرح انہوں نے بنی اسرائیل کے شرک میں مشغول ہونے کو ان کے سر پر تھوپ دیا!!''۔[۳]

ہوسکتا ہے کہ موصوف یہ کہہ دیں کہ سعد کاندھلوی نے رُجوع کرلیا ہے تو اس کے رُجوع کی حقیقت بھی سماعت فرمالیں۔

---

[۱] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اوران کے فکری شذوذ، از عبدالمالک رئیس شعبہ تخصص فی علوم الحدیث مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ ڈھاکہ، اردو ترجمہ: بندہ مشتاق احمد، دورۂ حدیث وافتاء، دار العلوم، دیوبند جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ، ص22

[۲] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اوران کے فکری شذوذ، ص21

[۳] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اوران کے فکری شذوذ، ص25

''اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس سے رُجوع کیا۔ رُجوع کے بارے میں تو مَیں پہلے بتا چکا ہوں۔ پہلے رُجوع نامے میں کہا گیا ہے کہ مَیں علمی مراجع بھیجوں گا۔ کیا اس کا نام رُجوع ہے؟ گمراہی کی باتوں کے دلائل بھیجیں گے! اگر یہ گمراہ کن باتیں کسی کتاب میں موجود بھی ہوں پھر وہاں کا حوالہ دیا جائے تو کیا اسے قبول کرلیا جائے گا''۔ [۱]

حضرت یُوسُف علیہ السلام کی شان میں گُستاخی

حوالہ نمبر (4)

دیوبندیوں کے پیشوا کاندھلوی صاحب نے نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے بلکہ دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ اُنہوں نے حضرت یُوسف علیہ السلام کی شان میں بھی گستاخی کی ہے۔ اس حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے دیوبندیوں کے مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت یُوسف علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے جو نازیبا بات کہی ہے اس سے اب تک ہمارے علم کے مطابق رُجوع نہیں کیا''۔ [۲]

سیّدالانبیاء والمُرسلین ﷺ کی شان میں گُستاخی

دیوبندیوں کے پیشواء سعد کاندھلوی کی گستاخیاں دیگر انبیاء علیہم السلام تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے خُود حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو بھی اپنے نازیبا کلمات کا نشانہ بنایا ہے، چنانچہ یہی عبدالمالک دیوبندی صاحب سعد کاندھلوی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

---

[۱] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اور ان کے فکری شذوذ، از عبدالمالک رئیس شعبہ تخصص فی علوم الحدیث مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ ڈھاکہ، اردو ترجمہ: بندہ مشتاق احمد، دورۂ حدیث وافتاء، دارالعلوم، دیوبند جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ، ص 30

[۲] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اور ان کے فکری شذوذ: ص 37

حوالہ نمبر (5)

''سرورِ کائنات کے بارے میں نازیبا اُسلوبِ بیان: اورنگ آباد کے اجتماع میں انہوں نے ولیمہ کے بارے میں بیان کیا اس وقت خُود نبی کریم ﷺ کی سیرت کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے معترضانہ اَنداز اختیار کیا۔ نہایت ہی غلط اُسلوب تھا۔ [1]

اَنبیاءِ کرام علیھمُ السَّلام اور صحابہ کِرام علیھم الرضوان کے متعلق زُبانِ بے لگام

حوالہ نمبر (6)

''صحابہ کرام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بھی زُبان بے لگام ہوجاتی ہے۔ یہیں تک بس نہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی اُن کی زبان بے لگام ہوجاتی ہے۔ زُبان شائستہ نہیں رہتی''۔ [2]

اس کو نمونہ تصور کیجئے ورنہ اس طرح کے بے شُمار حوالے ہیں جن میں خُود دیوبندیوں نے اپنے مولویوں کی حرکات کو عوامُ النّاس کے سامنے ظاہر کیا ہے اور اُن کے گستاخ و بے ادب ہونے کی گواہی دی ہے، مگر دیوبندی موصوف کو اپنے اکابرین کی یہ گستاخیاں نظر نہیں آرہیں۔

موصوف کو نظر آیا ہے تو اِلزامی جواب اور اس کو موصوف نے عقیدہ بنا کر پیش کر دیا، اگر موصوف میں ہمت ہے تو اپنی رائیونڈی جماعت اور سعد کاندھلوی پر بھی فتویٰ لگائیں۔

مُفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر جُھوٹ

اعتراض: دیوبندی موصوف مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر جھوٹ بولتے ہوئے

---

[1] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اوران کے فکری شذوذ: ص 37

[2] مولانا سعد کاندھلوی کے بعض اغلاط اوران کے فکری شذوذ: ص 42

لکھتے ہیں: آگے چل کر میرا آپ سے سوال ہے یقینا آپ نے اپنے بیانات میں یہ کہا ہوگا کہ ہمارے اکابر بڑے ''مرد مجاہد'' تھے انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ مگر دوسری طرف آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے:

''جو انبیاء کفّار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے''۔

(نور العرفان ص ۴۵٦، نعیمی کتب خانہ گجرات)

اب میرا سوال ہے کہ تم اگر انگریز کے مقابلے میں مارے جاؤ (یاد رہے کہ یہ صرف رضا خانی کے اقوال کو سامنے رکھ کر سوال کر رہا ہوں ورنہ راقم کے نزدیک بریلوی فرقہ انگریز کا ایجنٹ ہے انہیں کبھی انگریز تو کیا کسی کافر کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنے کی توفیق نہ ہوئی) تو مرد مجاہد، جہاد کرنے والے، مگر انبیاء علیہم السلام مجاہد نہیں ہیں تو جہاد کا جو کام اللہ تعالی نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جواب دیں گستاخی ہوئی یا نہیں؟''۔[1]

الجواب: (1) موصوف کے دِماغ میں انسان کا نہیں بلکہ گدھے کا دِماغ لگا ہوا ہے، پھر گھمن کی بدکرداری نے ان پر مضر اَثرات ڈالے ہیں جس کی وجہ سے ان کی دماغی حالت گدھے سے بھی اَبتر ہوگئی ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے ہرگز یہ نہیں لکھا کہ انبیاء مجاہد نہ تھے، مگر موصوف نے مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ کی جانب منسوب کردیا ہے کہ:

''آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے''۔[2]

جبکہ موصوف نے مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی ''تمام'' کے لفظ موجود نہیں اور نہ ہی محولہ عبارت میں ایسا کوئی لفظ موجود ہے جس کا مفہوم

---

[1] دفاع، ج1 ص808-809، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص808، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''تمام انبیاء'' نکلتا ہو۔

موصوف نے بھی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ:

''جو انبیاء کُفّار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے''۔[1]

یعنی یہاں پر صرف انبیاء کی بات ہو رہی ہے جو کُفّار کے ہاتھوں شہید ہوئے نا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی، مگر موصوف کے بھیجے میں چونکہ گدھے کا دِماغ ہے اس لئے وہ ان تمام باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

جواب نمبر(2)

محولہ عبارت کا ماخذ کتب تفسیر کا یہ قول ہے:

"مَنْ بُعِثَ مِنْهُمْ بِالْحَرْبِ فَهُوَ غَالِبٌ بِالْحَرْبِ، وَمَنْ لَمْ يُؤْمَرْ بِالْحَرْبِ فَهُوَ

---

[1] دفاع، ج1 ص808، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

غَالِبٌ بِالْحُجَّةِ".او "وَمَنْ بُعِثَ مِنْهُمْ بِغَيْرِ الْحَرْبِ فَهُوَ غَالِبٌ بِالْحُجَّةِ". [1]

''یعنی جو انبیاء علیہم السلام جہاد کے ساتھ مبعوث ہوئے جہاد میں غالب رہے اور جو بغیر جہاد کے مبعوث کیے گئے وہ حجت میں غالب رہے''۔

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ کچھ انبیاء علیہم السلام جہاد کے ساتھ مامور نہ تھے اور اسی بات کی طرف حوالے میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جواب نمبر(3)

ہم اپنے اَکابرین کے جہاد کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارے اَکابرین نے ہر محاذ پر ہراوَل دَستے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

برصغیر کی ہی تاریخ دیکھیں تو 1857ء کی جنگ آزادی میں اکابرین اہل سنّت نے بڑھ چڑھ کر شمولیت اختیار کی ،اور جذبہ حریت کو زندہ رکھنے کا عملی درس فراہم کیا،مگر

---

[1] انظر:الکشف والبیان عن تفسیر القرآن للثعبی، ج26ص165،دار التفسیر، جدة ، و التَّفسِيرُ البَسِيط للواحدی، ج21ص 357، عمادة البحث العلمي جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، و الوسيط في تفسير القرآن المجيد، ج4ص 268،دار الكتب العلمية، بيروت، ومعالم التنزيل في تفسير القرآن للبغوی، ج5ص 50، دار إحياء التراث العربي-بيروت،و الجامع لأحكام القرآن للقرطبی، ج17ص 306،دار الكتب المصرية - القاهرة، و اللباب في علوم الكتاب لابن عادل الحنبلی، ج18ص 557، دار الكتب العلمية - بيروت، والسراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير للشربینی ج4ص 235،مطبعة بولاق (الأميرية) - القاهرة، وفتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير للشوکانی، ج5ص193،دار الفكر - بيروت، وفتحُ البيان في مقاصد القرآن للقنوجی، ج14ص33، المَكتبة العصريَّة للطبَاعة والنّشْر، صَيدَا - بَيروت،وغیرھم من الکتب التفسیر

اکابرین دیوبند کی تاریخ بھاڑے کے ٹٹو جیسی رہی ہے۔ اسماعیل دہلوی اور سیّد احمد رائے بریلی انگریزوں سے جہاد کرنے کی بجائے پٹھانوں سے لڑنے کیلئے سرحدی علاقوں کی طرف نکل آئے، اور پٹھانوں کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوئے۔

باقی دیوبندی اکابرین چھ سو روپے کے عوض ضمیر فروشی کے گھناؤنے دھندے میں ملوث رہے۔ دیوبندیوں کی ضمیر فروشی کی داستان بہت طویل ہے جس کے لئے ایک طویل دفتر چاہئے (اور اِن شاء اللہ اپنے موقع پر بحث آئے گی) ملّت کے ان غداروں نے جس طرح عزت وناموس کو نیلام کیا اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ ان کے مکروہ چہروں کے پیچھے میر صادق اور میر جعفر جیسے بدنما کردار چھپے ہوئے ہیں۔ موجودہ دَور میں دیوبندی پیشوا فضل الرحمٰن کے دادا انگریزوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے پانچ سو قبائلیوں کا قتل عام کر کے غدار ہونے کا شرف حاصل کیا۔

جواب نمبر (4)

موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جہاد کا جو کام اللہ تعالیٰ نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جواب دیں گستاخی ہوئی یا نہیں؟''۔ [1]

الجواب: ہم نے ہرگز یہ نہیں لکھا کہ ہمارے اکابر سے اللہ تعالی نے جو کام لیا وہ اَنبیاءِ کرام علیہم السلام سے بھی نہ لیا۔ خواہ مخواہ جھوٹ نہ بولیں، نہ ہم نے کبھی ایسا کہا ہے اور نہ ہمارا ایسا عقیدہ ہے بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے ہیں۔ ان سے جن عظیم الشان کاموں کا ظہور ہوتا ہے غیر انبیاء ہرگز ان کے برابر کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ ہمارے سر یہ عقیدہ تھونپا جائے کہ ہمارے اکابر

---

[1] دفاع، ج1 ص809، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سے وہ کام لیا جو انبیاء سے نہ لیا (نعوذ باللہ) موصوف میں ہمت ہے تو کوئی ٹھوس دلیل پیش کرے۔ یہ تو بستر بندر ائیونڈیوں کا عقیدہ ہے جس کا موصوف دفاع کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔ ان پر عربی کی یہ مثال صادِق آتی ہے:

"الحائك اذا صلی یومین انتظر الوحی"

''جولاہا جب دو دن نماز پڑھتا ہے تو وحی کا انتظار کرنے لگتا ہے''۔

یُونہی بستر بندر ائیونڈی شیطانی زُعم میں مبتلا ہوئے اور اپنی جہالت کو تبلیغ سمجھتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بانی تبلیغی جماعت کے جنازے پر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت، نعوذ باللہ۔ یہ عنوان قائم کر کے آگے اس نے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی [دینی] دعوت اور سوانح مولانا یوسف اور اشرف السوانح کا حوالہ دیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۸، ۲۸)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

''اس کے بعد غسل شروع ہوا، علماء وفقہاء نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور تمام سنن ومستحبات کا التزام کیا گیا۔ مساجد (اعضاء سجود) پر خوشبو لگانے لگے تو حاجی عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ پیشانی پر اچھی طرح سے خوشبو لگاؤ، یہ گھنٹوں سجدے میں ٹکی رہتی تھی شہر میں عام اطلاع ہوگئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہوگئی تھی، تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہوگیا وہ مجمع جس کو مولانا کبھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے و مام [وما] محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تعزیت اور موعظت ہوسکتی تھی، مولانا ظفر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو صبر واستقامت کی تلقین کی اور نصائح فرمائے''۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحب۔۔اوران کی دینی دعوت ص:۱۷۳)

مطلب بالکل واضح ہے کہ غم واندوہناک کی اس گھڑی میں وما محمد الا رسول الآیة کے مضمون سے بڑھ کر اور کیا واعظ ہوسکتا تھا، یعنی لوگوں [لوگو] صبر کرو۔ جب کائنات کی سب سے محبوب ہستی، جس کیلئے یہ کائنات بنی، اس دنیا میں نہ رہے اور پردہ فرما گئے، موت انہیں بھی آئی تو بھلا ان کے بعد کس کو موت سے مفر ہے جو بچ جائے؟

یہ تو خدا کا اٹل فیصلہ ہے اس حقیقت کا سامنا ہر ایک نے کرنا ہے خواہ اس کا اس پر ایمان ہو یا نہ ہو، ہاں کرنے کا کام یہ ہے کہ اگر ہمیں ان ہستیوں سے واقعۃً محبت ہے تو اب رونے دھونے اور آہ وفغاں کرنے کے بجائے ان کے مشن کو اپنا مقصد بنائیں اور اس کی تعمیر وترقی اور ترویج کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کے [کہ] آخر اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟''[۱]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اِلیاس تبلیغی کے دفاع میں امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے ابُومطیع بلخی کے متعلق ان کا یہ قول نقل کیا تھا:

"ابو مطیع قام مقام الانبیاء"۔ ابُومطیع اَنبیاء کے قائم مقام ہیں،[۲]

اِسی ابُومطیع بلخی کا حوالہ ہم بھی یہاں نقل کردیتے ہیں:

" روی أنه جاء من الخليفة كتاب، ومعه حرسيان يقرآنه على رءوس الناس، يتضمن العهد لبعض ولد الخليفة، وكان صغيراً، وفيه مكتوب ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾، فلما وصل الكتاب إلى بلخ سمع به أبو مطيع، فقام فزعاً، ودخل والى بلخ، فقال له: بلغ من خطر الدنيا أنا نكفر بسببها. وكلمه مراراً، وعظه حتى أبكاه، فقال: إني معك فيما تراه،

---

[۱] دفاع، ج1 ص809-810، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص806، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ولكنني رجل عامل، لا أجترء بالكلام، فتكلم وكن آمناً، وقل ما شئت.

فلما كان يوم الجمعة ذهب أبو مطيع إلى الجامع، وقد قال له سلم بن سالم: إني معك. وقال له أيضاً أبو معاذ: إني معك. وجاء سلم إلى الجمعة متقلداً بالسيف، ثم لما اجتمع الناس وأذن المؤذن، ارتقى أبو مطيع إلى المنبر، فحمد الله وأثنى عليه، وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم، وأخذ بلحيته فبكى، وقال: يا معشر المسلمين، بلغ من خطر الدنيا أن تجر إلى الكفر، من قال: ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ لغير يحيى بن زكريا فهو كافر".[1]

''مروی ہے کہ خلیفہ کی طرف سے ایک تحریر آئی، اس کے ساتھ دو سپاہی بھی تھے جو لوگوں کے سامنے اس تحریر کو پڑھ رہے تھے۔ اس میں خلیفہ کے بیٹے کی ولی عہدی کا تذکرہ تھا، اور اس میں ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ لکھا ہوا تھا۔ کہ یہ تحریر بلخ بھیجی اور ابُومطیع نے اس کے بارے میں سُنا تو خوفزدہ ہو کر کھڑے ہوئے، اور والی بلخ کی خدمت میں پہنچے۔ ان سے کہا کہ دُنیا کے معاملات یہاں تک پہنچے ہیں اس کے سبب ہم سب کُفر تک کا اِرتکاب کر رہے ہیں۔ والی بلخ کے سامنے کئی بار اس بات کو دُہرایا، اور والی بلخ کو نصیحت کی، یہاں تک کہ وہ رونے لگا۔ والی بلخ نے کہا کہ مَیں آپ کے ساتھ ہوں، لیکن مَیں ملازم ہوں، کلام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، آپ اس بارے میں بات کریں اور بے خوف رہیں، جو آپ کہنا چاہتے ہیں وہ کہیں۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو ابُومطیع جامع مسجد کی جانب گئے۔

مسلم بن سالم نے بھی ان سے کہا: مَیں آپ کے ساتھ ہوں، ابُومعاذ نے بھی اسی

[1] انظر: الطبقات السنية في تراجم الحنفية، ج3 ص 178-179، دار الرفاعي

طرح کہا۔اور مسلم تلوار لٹکا کر حاضر ہوئے۔جب لوگ جمع ہوئے مؤذن نے اذان دی۔ابُومطیع منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، اور حضورِ اکرم ﷺ پر دُودر پڑھا، اور اپنی داڑھی کو پکڑ کر رونے لگے اور کہا: اے گروہ مسلمان! دُنیا کے معاملات نے ہمیں کُفر تک کھینچ لیا ہے''۔

اس واقعہ کو غور سے پڑھیں کہ بادشاہ کے بیٹے کی ولی عہدی میں جو کہ چھوٹا تھا ولی عہد ہونے کا تذکرہ تھا، اس کے فرمان میں آیۃ کریمۃ ﴿وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ لکھی ہوئی تھی۔ تو ابُومطیع بلخی نے اسے کفر قرار دیا کیونکہ لوگوں کے گُمراہ ہونے کا اندیشہ تھا کہ آیت کا مصداق خلیفہ کا بیٹا ہے (نعوذ باللہ) اسی تناظر میں واقعہ پر صاحبِ ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' نے اعتراض کیا ہے۔

''چوں قلم در دست کاتب''

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری احمد رضا خان صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:

''درحقیقت اعلیحضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے، جس طرح غوث پاک سرورِ دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے قرآن کریم نے فرمادیا وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی''

(سیرت امام احمد رضا، ص ۲۳، ۲۴ پروگریسو بکس لاہور)

جب شیخ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقیناً یہ آیت ان پر بھی فٹ آئے گی اور جب اعلی حضرت شیخ کے ہاتھ میں مانند قلم تو اس آیت کے وہ بھی مصداق ہوں گے''۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص810، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: دیوبندی موصوف تصوف کے معاملات سے بے خبر ہیں، اس لئے جاہلانہ اِعتراض کر رہے ہیں۔

علّامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"كما يسلم الجلد الى الدباغ ليجعله أديما فمن يسلم نفسه للتزكية الى المزكى ويصبر على تصرفاته كالميت فى يد الغسال ويصغ الى إشاراته ولا يعترض على معاملاته ويقاس شدائد اعمال التزكية فقد أفلح بما تزكى والمزكى هو النبى عليه السلام فى ايام حياته كما قال تعالى:﴿ هُوَ الَّذِى بَعَثَ فِى الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ ﴾الآية وبعدهم العلماء الذين أخذوا التزكية ممن أخذوا منه قرنا بعد قرن من الصحابة والذين اتبعوهم بإحسان الى يومنا هذا"۔[1]

"نفس کو اَربابِ تزکیہ کے حضور میں پیش کرے جیسے جلد کو دباغ کے حوالے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کا چمڑا بنائے، اور اس کے تصرفات پر اس طرح صبر اِختیار کرے، جیسے میّت غاسل کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ مُرشد کے اِرشادات کی جانب خُوب توجہ کرے اور ان کے معاملات پر معترض نہ ہو۔ تزکیہ کے سخت اعمال کو "بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے تزکیہ اِختیار کیا پر" قیاس کرے۔ اپنی ظاہری حیات میں حضورِ اکرم ﷺ مُزَکِّی تھے جیسا کہ اِرشادِ ربانی ہے اس کے بعد وہ علماء جنہوں نے قرناً بعد قرن اِن سے اَخذِ فیض کیا۔ جنہوں نے آپ ﷺ سے تزکیہ حاصل کیا تھا، جیسے صحابہ اور نیکی میں ان کی پیروی کرے اور آج تک جو سلسلہ چل رہا ہے"۔

---

[1] روح البیان ج2ص221، دار الفکر - بیروت

دیکھیں اِس حوالے میں اِطاعت گزار و فرمانبردار مُرید کے لئے "کالمیت فی ید الغسال" کا مُحاورہ استعمال ہوا ہے، جیسے میّت کی تمام حرکات اس کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتیں بلکہ غاسل اس کو حرکت دے رہا ہوتا ہے اُسی طرح مُرید کو ہونا چاہئے کہ اس کی نشست و بَرخاست شیخ کی مرضی واطاعت کے سوانہ ہو۔

سیّدی اعلیٰ حضرت نے "کالمیت فی ید الغسال" کا محاورہ استعمال نہیں بلکہ اَزراہ محبت "چوں قلم در دست کاتب" کا محاورہ استعمال کیا کہ قلم کی حرکت کاتب کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ حضور غوثُ الوریٰ رضی اللہ عنہ کی حرکات وسکنات شریعت مصطفویہ کے خلاف نہیں تھیں۔ آپ نے کوئی قدم بھی مرضی مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہیں اُٹھایا لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جن آیات کا مصداق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فٹ کردی جائیں، اور اِن آیات کا مصداق آپ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جائے۔ (نعوذ باللہ) نہ تو یہ ہمارا عقیدہ ہے اور نہ ہی ہم نے کبھی یہ کہا ہے۔ یہ تو دیوبندی موصوف کا شیطانی قیاس ہے کہ:

"جب شیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقیناً یہ آیت ان پر بھی فِٹ آئے گی" [1]

ہم تو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا فرمانبردار اِطاعت شعار اُمّتی سمجھتے ہیں۔ ہمارا نظریہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُوری زندگی شریعت پر عمل کرتے ہوئے گزاری، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آیات جن کا مصداق خاص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اُن کا مصداق حضور غوثِ اعظم کو قرار دیا جائے۔

دیوبندیوں کے مذہب میں ایسا ہوتا ہوگا اِسی لئے وہ اطاعت وفرمانبرداری والے اَقوال کو آیاتِ قرآنیہ (نازل شُدہ در بارۂ مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام) کا مصداق قرار دینے کا

[1] دفاع، ج1 ص810، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض کر رہے ہیں۔ بہرکیف موصوف کے پاس کوئی ایسا ٹھوس حوالہ موجود نہیں جس میں ہمارے اکابرین نے آیات کا مصداق کسی عالم و بزرگ کو قرار دیا ہو جن کا مصداق خاص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو: فتاوی مبارکہ ''حُسام الحرمین'' بے شبہ حق وصواب مطابق کتاب و سنّت ہے۔ اس کا ماننا اس کے اِرشاداتِ جلیلہ کو عین مطلوب شرع مطہر اور اُصول و مقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا، مسلمانوں پر فرض اور ان کے کامل الایمان صحیح الاعتقاد سچے پکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل اور فرمان الٰہی جل وعلا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا (الصوارم الھندیہ: ص ۵۴)

یہاں پر بریلویوں کا کفر ننگا ناچ رہا ہے، بریلوی جواب دیں کہ تمہارے نزدیک احمد رضا خان اللہ تھا معاذ اللہ یا اللہ کا رسول العیاذ باللہ جو اِختلاف کی صورت میں تم اسے اس آیت کا مصداق ٹھرا [ٹھہرا] رہے ہو''۔ [1]

الجواب: اِس حوالے میں کُفر تو نہیں ناچ رہا، باقی اِس حوالے کی وجہ سے دیوبندیت ضرور ننگی ناچ رہی ہے۔ موصوف نے یہ اعتراض کر کے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی دیوبندی ہیں اور تھانوی جی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے ایک احمق ہیں، اور اَیسا اُلٹا دماغ دیوبندیوں کا ہی ہوتا ہے۔ اس حوالے کا مقصد یہ ہے کہ ''فتاویٰ حسام الحرمین'' قُرآن وسنّت کے مطابق ہے۔ علمائے حرمین نے اپنے فتووں میں کتاب وسنّت کے ہی احکام بیان کئے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 811، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لہٰذا اسے ماننا چاہئے اور اِس پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ قرآنِ مجید کا بھی اِرشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[1]

چونکہ دیوبندیوں کے ساتھ اِن کی کُفری عبارات پر ہندو پاک علماءِ اہلِ سنّت کا تنازع ہوگیا۔ غیر جانبدار علماءِ حرمین نے کتاب وسنّت کی رُوشنی میں دیوبندیوں پر حکمِ کُفر سنا دیا۔ اسی لئے اس مقام پر یہ آیت لکھی گئی۔

اِس کی مثال یُوں سمجھیں کہ اگر کوئی شخص کتاب وسنّت کی رُوشنی میں مسائل متنازعہ پر کتاب لکھے اور کتاب کے شروع میں مذکُورہ آیت لکھے تو اس کا مقصد یہ نہیں کہ مصنّف اپنے لئے اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اُمورِ متنازعہ میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یعنی قُرآن اور احادیث مبارکہ کی جانب رُجوع کی دعوت دے رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ اس نے اس کتاب کو قُرآن وسنّت کی روشنی میں ترتیب دیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کیا ہے تم بھی اُمورِ نزاعیہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرو۔

مگر موصوف کی جہالت تو دیکھیں کہ اس بات کو سمجھنے کی بجائے کُفر کا اِلزام لگا رہے ہیں۔ ایسے جاہل اور بد دماغ آدمی کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جب نااہل اساتذہ نے اسے تعلیم ہی ایسی دی ہے تو ایسے جاہل آدمی کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ایک بریلوی ملاں'[احمد رضا خان]'' کی کتاب ''حسام الحرمین'' کے متعلق لکھتا ہے کہ:

کتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین (الصوارم الہندیہ: ص ۶۴)

---

[1] [النِّسَاءِ: 59]

ہم عوام کی اس عدالت سے پُوچھنا چاہتے ہیں کہ بتائیے کیا ''کتاب لا ریب فیه هدی للمتقین'' قُرآن کی شان نہیں''۔ [1]

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض علوم وفنون سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ موصوف نے اگر علومُ القرآن کی کتب پڑھی ہوتیں تو موصوف کو ایسا احمقانہ اعتراض کرنے کی جرأت کبھی نہ ہوتی۔ علّامہ جلال الدّین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس نوع کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے اور آپ نے ''فِي الِاقْتِبَاسِ وَمَا جَرَى مَجْرَاهُ '' کے عنوان سے پُوری فصل قائم کی ہے، حوالہ مُلاحظہ کریں:

" الِاقْتِبَاسُ تَضْمِينُ الشِّعْرِ أَوِ النَّثْرِ بَعْضَ الْقُرْآنِ لَا عَلَى أَنَّهُ مِنْهُ بِأَلَّا يُقَالَ فِيهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَنَحْوُهُ فَإِنَّ ذَلِكَ حِينَئِذٍ لَا يَكُونُ اقْتِبَاسًا.
وَقَدِ اشْتُهِرَ عَنِ الْمَالِكِيَّةِ تَحْرِيمُهُ وَتَشْدِيدُ النَّكِيرِ عَلَى فَاعِلِهِ وَأَمَّا أَهْلُ مَذْهَبِنَا فَلَمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ الْمُتَقَدِّمُونَ وَلَا أَكْثَرُ الْمُتَأَخِّرِينَ مَعَ شُيُوعِ الِاقْتِبَاسِ فِي أَعْصَارِهِمْ وَاسْتِعْمَالِ الشُّعَرَاءِ لَهُ قَدِيمًا وَحَدِيثًا. وَقَدْ تَعَرَّضَ لَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ فَسُئِلَ عَنْهُ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّينِ ابن عَبْدِ السَّلَامِ فَأَجَازَهُ وَاسْتَدَلَّ لَهُ بِمَا وَرَدَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا: ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ﴾ : "إِلَى آخِرِهِ.
وَقَوْلِهِ: "اللَّهُمَّ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ " وَفِي سِيَاقِ كَلَامٍ لِأَبِي بَكْرٍ: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾.
وَفِي آخِرِ حَدِيثٍ لِابْنِ عُمَرَ: "قَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ".

---

[1] دفاع، ج1 ص 811، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

انْتَهَى.

وَهَذَا كُلُّهُ إِنَّمَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِهِ فِي مقام الموعظ وَالثَّنَاءِ وَالدُّعَاءِ وَفِي النَّثْرِ لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى جَوَازِهِ فِي الشِّعْرِ وَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ فَإِنَّ الْقَاضِيَ أَبَا بَكْرٍ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ صَرَّحَ بِأَنَّ تَضْمِينَهُ فِي الشِّعْرِ مَكْرُوهٌ وَفِي النَّثْرِ جَائِزٌ.

وَاسْتَعْمَلَهُ أَيْضًا فِي النَّثْرِ الْقَاضِي عِيَاضٌ فِي مَوَاضِعَ مِنْ خُطْبَةِ الشِّفَا.

وَقَالَ الشَّرَفُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْمُقْرِءِ الْيَمَنِيُّ صَاحِبُ مُخْتَصَرِ الرَّوْضَةِ فِي شَرْحِ بَدِيعِيَّتِهِ: مَا كَانَ مِنْهُ فِي الْخُطَبِ وَالْمَوَاعِظِ وَمَدْحِهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم وآله وصحبه وَلَوْ فِي النَّظْمِ فَهُوَ مَقْبُولٌ؛ وَغَيْرُهُ مَرْدُودٌ.

وَفِي شَرْحِ بَدِيعِيَّةِ ابْنِ حُجَّةَ: الِاقْتِبَاسُ ثَلَاثَةُ أَقْسَامٍ:

مَقْبُولٌ، وَمُبَاحٌ، وَمَرْدُودٌ.

فَالْأَوَّلُ:

مَا كَانَ فِي الْخُطَبِ وَالْمَوَاعِظِ وَالْعُهُودِ.

وَالثَّانِي:

مَا كَانَ فِي الْقَوْلِ وَالرَّسَائِلِ وَالْقِصَصِ.

وَالثَّالِثُ:

عَلَى ضَرْبَيْنِ أَحَدُهُمَا مَا نَسَبَهُ اللَّهُ إِلَى نَفْسِهِ - وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِمَّنْ يَنْقُلُهُ إِلَى نَفْسِهِ كَمَا قِيلَ عَنْ أَحَدِ بَنِي مَرْوَانَ أَنَّهُ وَقَّعَ عَلَى مُطَالَعَةٍ فِيهَا شِكَايَةُ عُمَّالِهِ:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾

وَالْآخَرُ تَضْمِينُ آيَةٍ فِي مَعْنَى هَزْلٍ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ، كقوله:

أوحى إِلَى عُشَّاقِهِ طَرْفُهُ
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ
وَرِدْفُهُ يَنْطِقُ مِنْ خَلْفِهِ
لِمِثْلِ ذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ

قُلْتُ: وَهَذَا التَّقْسِيمُ حَسَنٌ جِدًّا وَبِهِ أَقُولُ.

وَذَكَرَ الشَّيْخُ تَاجُ الدِّينِ بْنُ السُّبْكِيِّ فِي طَبَقَاتِهِ فِي تَرْجَمَةِ الْإِمَامِ أَبِي مَنْصُورٍ عَبْدِ الْقَاهِرِ بْنِ الطَّاهِرِ التَّمِيمِيِّ الْبَغْدَادِيِّ مِنْ كِبَارِ الشَّافِعِيَّةِ وَأَجِلَّائِهِمْ أَنَّ مِنْ شِعْرِهِ قَوْلَهُ:

يَا من عدا ثُمَّ اعْتَدَى ثُمَّ اقْتَرَفْ
ثُمَّ انْتَهَى ثُمَّ ارْعَوَى ثُمَّ اعْتَرَفْ
أَبْشِرْ بِقَوْلِ اللّٰهِ فِي آيَاتِهِ
إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفْ

وَقَالَ: اسْتِعْمَالُ مِثْلِ الْأُسْتَاذِ أَبِي مَنْصُورٍ مِثْلَ هَذَا الِاقْتِبَاسِ فِي شِعْرِهِ لَهُ فَائِدَةٌ فَإِنَّهُ جَلِيلُ الْقَدْرِ وَالنَّاسُ يَنْهَوْنَ عَنْ هَذَا وَرُبَّمَا أَدَّى بَحْثُ بَعْضِهِمْ إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ.

وَقِيلَ: إِنَّ ذَلِكَ إِنَّمَا يَفْعَلُهُ مِنَ الشُّعَرَاءِ الَّذِينَ هُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَيَثِبُونَ عَلَى الْأَلْفَاظِ وَثْبَةَ مَنْ لَا يُبَالِي وَهَذَا الْأُسْتَاذُ أَبُو مَنْصُورٍ مِنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ وَقَدْ فَعَلَ هَذَا وَأَسْنَدَ عَنْهُ هَذَيْنِ الْبَيْتَيْنِ الْأُسْتَاذُ أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَسَاكِرَ.

قُلْتُ: لَيْسَ هَذَانِ الْبَيْتَانِ مِنَ الِاقْتِبَاسِ لِتَصْرِيحِهِ بِقَوْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

قَدَّمْنَا أَنَّ ذَلِكَ خَارِجٌ عَنْهُ.

وَأَمَّا أَخُوهُ الشَّيْخُ بَهَاءُ الدِّينِ فَقَالَ فِي عَرُوسِ الْأَفْرَاحِ الْوَرَعُ اجْتِنَابُ ذَلِكَ كُلِّهِ وَأَنْ يُنَزَّهَ عَنْ مِثْلِهِ كَلَامُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.

قُلْتُ: رَأَيْتُ اسْتِعْمَالَ الِاقْتِبَاسِ لِأَئِمَّةٍ أَجِلَّاءَ مِنْهُمُ الْإِمَامُ أَبُو الْقَاسِمِ الرَّافِعِيُّ، قَالَ وَأَنْشَدَهُ فِي أَمَالِيهِ وَرَوَاهُ عَنْهُ أَئِمَّةٌ كِبَارٌ:

الْمُلْكُ لِلَّهِ الَّذِي عَنَتِ الْوُجُو
هُ لَهُ وَذَلَّتْ عِنْدَهُ الْأَرْبَابُ
مُتَفَرِّدٌ بِالْمُلْكِ وَالسُّلْطَانِ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ تَجَاذَبُوهُ وَخَابُوا
دَعْهُمْ وَزَعْمَ الْمُلْكِ يَوْمَ غُرُورِهِمْ
فَسَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ!

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ شَيْخِهِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ قَالَ أَنْشَدَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ لِنَفْسِهِ:

سَلِ اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ وَاتَّقِهِ
فَإِنَّ التُّقَى خَيْرُ مَا تَكْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَصْنَعْ لَهُ
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

وَيَقْرُبُ مِنَ الِاقْتِبَاسِ شَيْئَانِ:

أَحَدُهُمَا: قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ يُرَادُ بِهَا الْكَلَامُ. قَالَ النَّوَوِيُّ فِي التِّبْيَانِ: ذَكَرَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ فِي هَذَا اخْتِلَافًا فَرَوَى النَّخَعِيُّ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُتَأَوَّلَ الْقُرْآنُ لِشَيْءٍ يَعْرِضُ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا.

وَأَخْرَجَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِمَكَّةَ: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ﴾ ثُمَّ رَفَعَ صَوْتَهُ فَقَالَ: ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الأَمِينِ﴾.

وَأَخْرَجَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُحَكِّمَةِ أَتَى عَلِيًّا وَهُوَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ فَأَجَابَهُ فِي الصَّلَاةِ: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لا يُوقِنُونَ﴾. انْتَهَى. وَقَالَ غَيْرُهُ: يُكْرَهُ ضَرْبُ الْأَمْثَالِ فِي الْقُرْآنِ صَرَّحَ بِهِ مِنْ أَصْحَابِنَا الْعِمَادُ الْبَيْهَقِيُّ تِلْمِيذُ الْبَغَوِيِّ كَمَا نَقَلَهُ الصَّلَاحُ فِي فَوَائِدِ رِحْلَتِهِ.

الثَّانِي: التَّوْجِيهُ بِالْأَلْفَاظِ الْقُرْآنِيَّةِ فِي الشِّعْرِ وَغَيْرِهِ وَهُوَ جَائِزٌ بِلَا شَكٍّ، وَرُوِّينَا عَنِ الشَّرِيفِ تَقِيِّ الدِّينِ الْحُسَيْنِيِّ أَنَّهُ لَمَّا نَظَمَ قَوْلَهُ:

مَجَازٌ حَقِيقَتُهَا فَاعْبُرُوا
وَلَا تَعْمُرُوا هَوِّنُوهَا تَهُنْ
وَمَا حُسْنُ بَيْتٍ لَهُ زُخْرُفٌ
تَرَاهُ إِذَا زُلْزِلَتْ لَمْ يَكُنْ!

خَشِيَ أَنْ يَكُونَ ارْتَكَبَ حَرَامًا لِاسْتِعْمَالِهِ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ الْقُرْآنِيَّةَ فِي الشِّعْرِ فَجَاءَ إِلَى شَيْخِ الْإِسْلَامِ تَقِيِّ الدِّينِ بْنِ دَقِيقِ الْعِيدِ يَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْشَدَهُ إِيَّاهُمَا فَقَالَ لَهُ: قُلْ: "وَمَا حُسْنُ كَهْفٍ" فَقَالَ: يَا سَيِّدِي أَفَدْتَنِي وَأَفْتَيْتَنِي.

خَاتِمَةٌ: قَالَ الزَّرْكَشِيُّ فِي الْبُرْهَانِ: لَا يَجُوزُ تَعَدِّي أَمْثِلَةِ الْقُرْآنِ: وَلِذَلِكَ أَنْكَرَ عَلَى الْحَرِيرِيِّ قَوْلَهُ: "فَأَدْخَلَنِي بَيْتًا أَحْرَجَ مِنَ التَّابُوتِ وَأَوْهَى مِنَ

بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ".

وَأَيُّ مَعْنًى أَبْلَغُ مِنْ مَعْنًى أَكَّدَهُ اللّٰهُ مِنْ سِتَّةِ أَوْجُهٍ حَيْثُ قَالَ: ﴿وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ﴾ فَأَدْخَلَ "إِنَّ" وَبَنَى أَفْعَلَ التَّفْضِيلِ وَبَنَاهُ مِنَ الْوَهْنِ وَأَضَافَهُ إِلَى الْجَمْعِ وَعَرَّفَ الْجَمْعَ بِاللَّامِ وَأَتَى فِي خَبَرِ "إِنَّ" بِاللَّامِ.

لَكِنِ اسْتَشْكَلَ هَذَا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلاً مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾.وَقَدْ ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَثَلَ بِمَا دُونَ الْبَعُوضَةِ فَقَالَ: "لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ ... ".

قُلْتُ: قَدْ قَالَ قَوْمٌ فِي الْآيَةِ: إِنَّ مَعْنَى قَوْلِهِ: ﴿فَمَا فَوْقَهَا﴾ فِي الْخِسَّةِ وَعَبَّرَ بَعْضُهُمْ عَنْ هَذَا بِقَوْلِهِ: مَعْنَاهُ: "فَمَا دونها" فزال الإشكال".[1]

''قرآن سے اقتباس یا اسی کے قائم مقام کوئی اور بات کرنا۔اقتباس اس کو کہتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصہ کو نظم یا نثر میں تضمین کر لیں مگر نہ اس طرح کے [کہ] اُسے خارجی کلام کے ساتھ یوں شامل کر دیں گویا وہ قرآن کے الفاظ بھی اسی کلام میں سے ہیں۔یعنی اس کے آغاز میں قال اللہ تعالیٰ یا اسی طرح کے دوسرے ممتاز بنانے والے کلمات نہ درج کئے جائیں کیونکہ ایسی حالت میں وہ اقتباس نہیں رہتا۔مالکی مذہب والوں نے اس کو حرام بتایا ہے اور ایسی حرکت کرنے والے کی نسبت بہت بُرا خیال ظاہر کیا ہے۔

لیکن ہمارے مذہب والوں میں سے نہ تو متقدمین نے اور نہ اکثر متاخرین نے ،کسی نے بھی اس کو ناجائز قرار نہیں دیا باوجود اس کے کہ ان کے زمانوں میں قرآن سے اقتباس کرنے کا زور وشور رہا ،اور قدیم وجدید شاعروں نے اُسے برابر استعمال کیا ،البتہ

[1] الاتقان فی علوم القرآن ج1 ص 386-391، الهيئة المصرية العامة للكتاب

متاخرین کی ایک جماعت نے اس کی ضرور روک ٹوک کی ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے اس کی نسبت دریافت کیا گیا تھا کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ توانہوں نے اس کو جائز قرار دیا اور اس پر ان احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے استدلال کیا جن میں آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ﴾ الآیۃ کو شریک نیت فرماتے تھے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے موقع پر فرمایا: "اللّٰهُمَّ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَ جَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا. اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ "اور [حضرت] ابوبکرؓ [رضی اللہ عنہ] کے ایک بیان میں سیاق کلام کے مابین آیا ہے: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ اور ابن عمرؓ [رضی اللہ عنہ] کی ایک حدیث کے آخر میں آیا ہے "قَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "اور یہ سب نظیریں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیات اور کلماتِ قرآن کا اقتباس وعظ، ثنا اور دعا کے موقعوں پر نثر عبارت میں جائز ہے مگر ان شواہد سے نظم میں بھی اقتباس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ملتی اور نظم و نثر کے مابین فرق بھی بہت بڑا ہے۔

قاضی ابُوبکر نے جو مالکی مذہب کے مشہور عالم ہیں اس بات کی تصریح کردی ہے کہ آیاتِ قرآن کی تضمین نثر میں جائز اور شعر میں مکروہ ہے۔ نیز قاضی عیاض نے خود اس طرح کا اقتباس نثر عبارت میں استعمال کیا ہے اور اپنی کتاب ''الشفا'' کے دیباچہ میں جابجا ایسا کیا ہے، اور اشرف اسماعیل بن المقری الیمنی مؤلف کتاب ''مختصر الروضہ'' نے اپنی ''شرح بدیعہ'' میں بیان کیا ہے کہ ''خطبوں، وعظوں اور مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور منقبت آل واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وسلم] کے اندر جو اقتباس اور تضمین قرآن سے کی جائے خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں سب مقبول ہے، اور اس کے علاوہ دُوسری حالتوں میں بالکل مَردود، اور اسی کی ''شرح بدیعہ'' میں آیا ہے:

مقبول، مباح اور مَردود، مقبول اقتباس وہ ہے جو خطبوں، وعظوں اور عُہود (یعنی فرمانوں اور عہدناموں) میں کیا جاتا ہے، اور مباح وہ اقتباس ہے جو کہ غزل، خطوط اور قصص میں کیا

جاتا ہے، اور تیسری قسم یعنی اقتباس مَردود کی بھی دو ضمنی قسمیں ہیں:
ایک تو اس کلام کا اقتباس کرنا جس کی نسبت پروردگار عالم نے اپنی ذات کی جانب فرمائی ہے اور نعوذ باللہ کہ اس کا [کو] کوئی بشر اپنی ذات کی طرف منسوب کرے جیسا کہ خاندانِ بنی مروان کے ایک حکمران کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک عرضداشت پر جس میں اس کے عالموں کی شکایت کی گئی تھی یہ جواب لکھا تھا: ﴿إِنَّ إِلَيۡنَا إِيَابَهُمۡ ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا حِسَابَهُمۡ﴾ اور دُوسری قسم یہ ہے کہ کسی آیت کو (نعوذ باللہ منہ) ہزل کے معنوں میں تضمین کیا جائے، جیسا کہ ایک نامعقول شاعر کا قول ہے:

أرخی إِلَى عُشَّاقِهِ طَرْفَهُ
هَيۡهَاتَ هَيۡهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ
وَرِدۡفُهُ يَنۡطِقُ مِنۡ خَلۡفِهِ
لِمِثۡلِ ذَا فَلۡيَعۡمَلِ الۡعَامِلُونَ

میرے نزدیک بھی یہ تقسیم بے حد اعلیٰ درجہ کی ہے اور مَیں اسی کا قائل ہوں۔

اور شیخ تاج الدین سبکی نے اپنے ''طبقات'' میں امام ابی منصور عبدالقادر بن طاہر التمیمی البغدادی کا جو شافعی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے تذکرہ لکھتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ اشعار ان کی تالیف ہیں:

يَا من عدا ثُمَّ اعۡتَدَى ثُمَّ اقۡتَرَفۡ
ثُمَّ انۡتَهَى ثُمَّ ارۡعَوَى ثُمَّ اعۡتَرَفۡ
أَبۡشِرۡ بِقَوۡلِ اللّٰهِ فِي آيَاتِهِ
إِنۡ يَنۡتَهُوا يُغۡفَرۡ لَهُمۡ مَا قَدۡ سَلَفۡ

''اے وہ شخص جس نے حد سے تجاوز کیا اور پھر اس میں بہت بڑھ گیا اور پھر گناہ کا ارتکاب کیا۔ اس کے بعد وہ رک گیا اور نادم ہوکر اپنی خطاؤں کا معترف بنا۔

تو خُداوند کریم کے اس قول سے بشارت حاصل کر جو اس نے اپنی آیتوں میں فرمایا ہے۔
اگر وہ لوگ باز آ جائیں گے تو خُدا ان کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا''۔

اور پھر کہا کہ استاذ ابی منصور کا اپنے اشعار میں اس طرح اقتباس کرنا ایک مفید اَمر ہے کیونکہ استاذ موصوف ایک جلیل القدر عالم ہیں اور دُوسرے لوگ اس طرح کے اقتباس سے منع کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگوں نے بحث کرتے کرتے اس کو ناجائز ٹھہرادیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح کا اقتباس وہی شاعر کرتے ہیں جو آمد سخن کی دھن میں جا و بے جا باتیں کہہ جانے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور جس لفظ کو اپنے کلام میں چسپاں ہونے کے قابل پاتے ہیں اس کو ضرور نظم کر لیتے ہیں۔ مگر استاذ ابی منصور دینی اماموں میں سے ایک ذی رتبہ امام ہے اور اس نے خُود اس طرح کا اقتباس کیا پھر ان دونوں شعروں کو اس کی جانب منسوب کرنے والا شخص بھی نہایت معتبر ہے یعنی استاذ ابُوالقاسم بن عساکر۔

مَیں کہتا ہوں ان دونوں شعروں کو اقتباس کی قبیل سے قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ شاعر نے ان میں قول اللہ ہونے کی تصریح کر دی ہے اور ہم پہلے اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ اس طرح کی تصریح سے وہ کلام اقتباس کے دائرہ میں داخل نہیں رہتا۔ مگر اس کے بھائی شیخ بہاؤ الدین نے اپنی کتاب ''عروس الافراح''میں لکھا ہے کہ ایسی تمام باتوں سے بچنا داخل پرہیز گاری ہے اور خُدا تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو ان باتوں سے منزہ ہی رکھنا چاہیئے۔ مَیں کہتا ہوں مَیں نے جلیل القدر اماموں کو اقتباس کا استعمال کرتے دیکھا ہے مِن جملہ ان کے ایک امام ابُوالقاسم رافعی ہیں کہ انہوں نے اپنی ''امالی''میں یہ اشعار پڑھے تھے، اور بڑے معزز اماموں نے ان اشعار کو ان سے روایت کیا ہے:

اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ الَّذِی عَنَتِ الْوُجُوهُ
لَهُ وَذَلَّتْ عِنْدَهُ الْأَرْبَابُ
مُتَفَرِّدٌ بِالْمُلْكِ وَالسُّلْطَانِ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ تَجَاذَبُوهُ وَخَابُوا

''ملک اسی خُدا کا ہے جس کے سامنے چہروں کے رنگ فق اور جس کے حضور میں بڑے بڑے مالک ملک و مال ذلیل وخوار ہیں۔ وہ ملک وحکومت کا تنہا دعویدار مالک ہے جولوگ اس سے مجادلہ کرتے ہیں وہ نقصان اور ناکامی میں رہتے ہیں''۔

دَعْهُمْ وَزَعْمَ الْمُلْكِ يَوْمَ غُرُورِهِمْ
فَسَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ

''ان کواوران کے غرور ودعویٰ ملک کو آج یُونہی رہنے دو، ان کوخود ہی معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا کون تھا؟''۔

اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اپنے شیخ ابی عبدالرحمن السلمی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: ''ہم کو احمد بن محمد بن یزید نے اپنے ذاتی اشعار سنائے:

سَلِ اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ وَاتَّقِهِ
فَإِنَّ التُّقَى خَيْرُ مَا تَكْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَصْنَعْ لَهُ
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

''خُدا سے اس کا فضل طلب کر اور اس سے ڈر، کیونکہ خُدا سے ڈرنا بہت اچھی کمائی ہے، جو شخص خُدا سے ڈرتا ہے خُدا اس کی کارسازی کرتا ہے، اور اس کو ایسی طرف سے رزق پہنچاتا ہے جدھر سے اس کے خیال میں بھی نہیں ہوتا''۔

اقتباس ہی کے قریب قریب دو اور چیزیں بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرآن پڑھ کر اُس سے

معمولی بات چیت مُراد لی جائے۔نووی کتاب ''تبیان'' میں بیان کرتا ہے کہ ابن ابی داؤد نے اس بارے میں اختلاف ہونے کا ذکر کیا ہے وہ نخعی کی نسبت بیان کرتا ہے [اس] کو قرآن کا کسی ایسی چیز کے ساتھ متاوّل کرنا (تعبیر کرنا مُراد لینا) بُرا معلوم ہوتا تھا جو دُنیاوی اُمور میں سے ہو۔

حضرت عمر ابن الخطابؓ [ﷺ] سے روایت کی ہے کہ انہوں نے شہر مکہ میں مغرب کی نماز پڑھی تو اس میں سورۂ والتین قراءت فرمائی اور ﴿وَهَذَا الْبَلَدِ الأَمِينِ﴾ کو بہت بُلند آواز سے ادا کیا،اور حکیم بن سعید سے روایت کی ہے کہ خارجی لوگوں میں ایک شخص حضرت علیؓ [ﷺ] کے پاس آیا اور حضرت علیؓ [ﷺ] اس وقت فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اس خارجی نے کہا (اگر تم شرک کرو گے تو بے شبہ تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا) ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ اور حضرت علیؓ [ﷺ] نے نماز ہی میں اس کو جواب دیا: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لا يُوقِنُونَ﴾ پس تُو صبر کر بے شک خُدا کا وعدہ سچا ہے اور تجھ کو وہ لوگ ہرگز حقیر نہ سمجھیں جو یقین نہیں لاتے۔اور ابن ابی داؤد کے سوا دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو ضرب المثل بنانا جائز نہیں ہے۔ہمارے اصحاب میں سے عماد بیہقی جو بغوی کا شاگرد ہے اس بات کی تصریح کرتا ہے اس کو ابن الصلاح نے اپنے سفرنامہ کے ''فوائد'' میں ذکر کیا ہے۔

اور دُوسری بات یہ ہے کہ الفاظِ قرآن کی نظم وغیرہ میں توجہ کی جائے اور یہ امر بلاشبہ جائز ہے ہم نے شریف تقی الدین حسینی سے یہ روایت سنی ہے کہ جس وقت اس نے اپنا قول:

مَجَازٌ حَقِيقَتُهَا فَاعْبُرُوا
وَلَا تَعْمُرُوا هَوِّنُوهَا تَهُنْ
وَمَا حُسْنُ بَيْتٍ لَهُ زُخْرُفٌ
تَرَاهُ إِذَا زُلْزِلَتْ لَمْ يَكُنْ!

نظم کیا تو اُسے خوف پیدا ہوا کہ مبادا ایسا کرنے سے وہ اَمر حرام کا مرتکب بنا ہو کیونکہ اس نے قرآن کے الفاظ کو شعر میں استعمال کیا ہے، چنانچہ وہ شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید کے پاس آیا اور ان سے اس امر کو دریافت کیا اور شریف نے اپنے دونوں شعر شیخ الاسلام موصوف کو پڑھ کر سنائے۔ شیخ الاسلام نے کہا: ''تم مجھ کو یہ تو بتاؤ کہ کھف میں کیا حسن ہے؟'' (یعنی کیا خاص خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کے سوا کہیں اور استعمال نہ ہو سکے) شریف اس بات کو سن کر پھڑک گیا اور کہنے لگا: ''بس جناب آپ نے مجھ کو فتویٰ دے دیا اور خوب سمجھا دیا، سبحان اللہ''۔

خاتمہ: زرکشی اپنی کتاب ''البرہان'' میں بیان کرتا ہے: ''قرآن کی ضرب المثلوں میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں اسی وجہ سے حریری کا یہ قول "فَأَدْخَلَنِي بَيْتًا أَحْرَجَ مِنَ التَّابُوتِ وَأَوْهَى مِنْ بَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ" بُرا تصور کیا گیا ہے کیونکہ خُداوند کریم نے جن معنوں کو چھ وجہوں کے ساتھ مؤکد کیا ہے ان سے اچھے معنی اور کیا ہو سکتے ہیں؟

پروردگار جل شانہ نے اس مثل میں اِنَّ داخل کر کے اَوْهَنَ افعل التفضیل کا صیغہ وَھن سے بنایا ہے اور پھر اس کی اضافت صیغہ جمع کی طرف فرما کر جمع کو معروف باللام وارد کیا اور اس کے بعد اِنَّ کی خبر لام (تاکید) کے ساتھ لایا ہے اور اتنی خوبیاں محض ایک جملہ میں پیدا کرنا دُوسرے شخص کے لئے دُشوار بلکہ محال اَمر ہے، اور حریری نے ان سب خوبیوں کو اُڑا کر ضرب المثل کی صورت ہی مسخ کر ڈالی۔ لیکن خُدا کے اس ضرب المثل پر ایک اشکال یوں وارد ہوتا ہے کہ اس نے خُود ہی فرمایا ہے (بے شک خُدا اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کوئی مثال دے مچھر کی یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھر سے کم درجہ کی چیز کو بھی مثال کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے (اگر دنیا کو خدا کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت حاصل ہوتی) "لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ فَمَا فَوْقَهَا"۔ اور اس سے یہ خرابی پڑتی کہ خُدا تعالیٰ نے مچھر سے کم

درجہ کی چیز کو مثال میں پیش کرنا ٹھیک نہیں فرمایا بلکہ جو اس سے بڑھ کر ہو اُسے پیش کرنے کا ایما کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھر سے کمتر یعنی اس کے ایک پَر کو مثال میں پیش کیا ہے۔
مَیں کہتا ہوں: بہت سے لوگوں نے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ خُداوند کریم کی مُراد ﴿فَمَا فَوْقَهَا﴾ فِي الْخِسَّةِ یعنی مچھر سے بڑھ کر حقیر چیز ہے اور بعضوں نے اس کی تعبیر "فَمَا دونها" یعنی مچھر سے کم درجہ کی چیز بیان کی ہے اور اس طرح وہ اشکال دفع ہو جاتا ہے''۔[1]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ بطورِ تضمین قُرآن حکیم کی آیات کا مواعظ وامثال ورسائل میں لکھنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا موصوف کا اعتراض جہالت پر مبنی ہے۔

اَنبیاءِ کرام کا عذاب سے بچ جانا غنیمت ھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:''مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور رسولوں کا کمال سلامت رہنا عذاب الٰہی سے فقط'' (بلغۃ الحیر ان، ص ۲۴۴)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۲)

الجواب: قارئین اول بات تو یہ کہ کتاب ہماری معتبر نہیں، ثانیاً عبارت میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ انبیاء کیلئے یہ غنیمت ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہاں تو لکھا ہے کہ یہ ان کا کمال ہے اور یقیناً ان کا عذاب الٰہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے، اس میں بھلا کیا شک ہے؟ ثالثاً دھوکا دہی ملاحظہ ہو بلغۃ الحیر ان کی عبارت میں ''فقط'' سے مراد یہ تھا کہ سورۃ النمل یہاں مکمل ہوگئی، مگر اس بد بخت نے فقط کو ماقبل کی عبارت سے ملا کر عبارت میں حصر پیدا کر کے ایک غلط مفہوم دینا چاہا''۔[2]

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن، مترجم، ج1 ص244 تا247، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور
[2] دفاع، ج1 ص811، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: دیوبندی مُلّاں حسین علی واں بھچراں کو اپنے اکابرین میں تسلیم کرتے ہیں، اور آج کل اس کی کتاب ''بُلغۃُ الحیران'' کو معتبر اور مستند تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں حالانکہ تفسیر ''بلغۃ الحیران'' وہی کتاب ہے جس کو حسین علی واں بھچراں نے اپنی زندگی میں اپنے معتقدین میں تقسیم کیا ہے۔ سابق میں حوالے لگا دیئے گئے ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ متعلقہ مقام کی جانب رُجوع کریں۔

(2) موصوف نے عبارت پر غور نہیں کیا ورنہ عبارت کے اندر حصر موجود ہے اس لئے کہ حسین علی واں بھچراں نے یہ نہیں کہا ''عذابِ الٰہی سے سلامت رہنا رسولوں کا کمال ہے'' بلکہ حسین علی واں بھچراں نے تو الفاظ کی تقدیم و تاخیر کو بدل کر حصر کا مفہوم پیدا کیا۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں: ''رسولوں کا کمال سلامت رہنا عذابِ الٰہی سے''۔[1]

اِس جملے میں رسولوں کا کمال کو مقدم اور ''سلامت رہنا عذابِ الٰہی سے'' کو مؤخر کیا گیا ہے۔ جو خُود حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے کہیں سے کلیہ قاعدہ سُن لیا اور اس تقدیم و تاخیر کو بدل دیا۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

''ان کا عذاب الٰہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے''۔[2]

''اُن کا عذاب الٰہی سے دُور رہنا کمال ہے''۔ اِس جملے میں عذاب سے دُور رہنا مقدم ہے اور کمال مؤخر ہے اور کلیہ ہے "تقديم ما حقّه التأخير يفيد الحصر"[3]

''یعنی جس کا حق تاخیر ہو اس کی تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے''۔

اس لئے حسین علی واں بھچراں کے جملے سے حصر ثابت ہوا اور اس کا مطلب پھر وہی بنتا ہے

---

[1] بلغة الحيران في ربط آيات الفرقان، ص244، حمایت اسلام پریس، لاہور

[2] دفاع، ج1 ص811، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] انظر: روائع البيان تفسير آيات الأحكام للصابوني، ج2 ص 241، مكتبة الغزالي - دمشق، و الكليات معجم في المصطلحات لأبي البقاء الحنفي ص1065 ،

جواعتراض کی سرخی میں موجود ہے۔ پس موصوف کی وکالت غلط ثابت ہوئی، اور وہ حسین علی واں بھچراں سے اِعتراض رفع نہ کر سکے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کواللہ تعالٰی نے بے شُمار کمالات سے نوازا ہے۔ مگر افسوس! کہ دیوبندی ان کمالات کا اِنکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک انبیاء کا کمال سلامت رہنا عذابِ الٰہی سے ہے، ایسے بدبختوں کو ہم کیا کہہ سکتے ہیں، کمالاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے میں یہاں ایک حوالہ نقل کردیتے ہیں: مُلاحظہ کریں:

"والركن الثالث للنبوة الرشد والهداية : لا تتأدى ذلك بالألفاظ حقيقة ، من صحب النبى ﷺ ولو لحظة ، فهو يكون أعلى من جنيد والشبلى ،فى الحقيقة كمالات الأنبياء سواء كانت من القوة العلمية أو القوة العملية تنفرد وتتميز عن كمالات بنى نوع الانسان، اذ ينبع صفاتها من كمالات البارى تعالى بلا واسطة.

وتكون كمالات الأنبياء مظاهر لأسمائه الحسنى ،وملوكيتهم لا تكون كملوكية قيصر و كسرى، بل تكون ظلاً للحاكم المطلق، وهم لو كانوا لا يدعون الحكومة ظاهراً ، ولكن تجرى حكومتهم على القوى السماوية والأرضية ،حتى البحر ينفلق لمسرور عساكرهم ، والملائكة يفتخرون بشركتهم مع الأنبياء فى الصلوات والجهاد ويجرى حكمهم على كل الخلق، وقد ظهرت آثاره، كما رجعت الشمس بعد غروبها ،وانشق القمر بالاشارة وغير ذلك ،وكل ذلك تدل على كمالات الأنبياء ،حتى تظهر من متبعيهم أيضاً ،من الخوارق والكرامات.

فكما أن النبوة والرسالة أعلى وأرفع من الكسب، كذلك كمالاتهم

وصفاتهم أعلى من الكسب، حتى جميع الصفات لهم حقائقها متمائزة عن حقائق صفات المخلوقات". [1]

''یعنی نبوت کے لئے تیسرا رُکن رُشد اور ہدایت ہے اور یہ اَلفاظ کے ساتھ حقیقۃً ادا نہیں ہو سکتا، جس نے حضورِ اَکرم ﷺ کی صحبت (حالتِ ایمان میں) ایک گھڑی اختیار کی، وہ حضرت جنید بغدادی و شبلی جیسے بزرگوں سے اعلیٰ ہے۔ دَرحقیقت کمالاتِ انبیاء علیہم السلام چاہے وہ قوتِ عملیہ سے تعلق رکھتے ہوں، چاہے قوۃ علمیہ سے، وہ بنی نوع انسانی کے کمالات سے جُداگانہ اور منفرد ہیں کیونکہ ان کی صفات کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسماء حسنیٰ کے مظاہر ہیں اور ان کی حکومت قیصر و کسریٰ کی حکومت جیسی نہیں بلکہ یہ حق تعالیٰ کا ظل ہیں، اگر چہ یہ ظاہراً حکومت نہیں کرتے لیکن ان کی حکومت زمین و آسمان پر نافذ ہے، یہاں تک کہ سمندر ان کے لشکروں کو گزرنے کا راستہ دیتے ہیں اور ملائکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد وغیرہ میں شرکت کرنے پر فخر کرتے، ان کا حکم کل خلق پر جاری ہے، ان کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں جیسا کہ غروب ہونے کے بعد سورج واپس پلٹا، اِشارہ سے چاند شق ہوا، یہ سب باتیں کمالاتِ انبیاء پر دلالت کرتی ہیں یہاں تک کہ ان کے متبعین کے لئے خوارق و کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔

پس جس طرح نبوت و رسالت کسب سے اَعلیٰ واَرفع ہے اُسی طرح ان کے کمالات وصفات کسب سے اعلیٰ ہیں یہاں تک کہ ان کی تمام صفات مخلوق کی صفات کی حقیقتوں سے جُداگانہ ہیں''۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مولانا عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''چنانچہ خلود انبیاء در دوزخ وخلود کافراں در

---

[1] هداية الساري إلى دراسة البخاري، ص 32-33

بہشت وآن اگر چہ بنظر ذات خود ممکن است اما بنظر آن کہ خلاف حکمت حقست ممتنع است''
(مکتوبات قدسیہ، ص ۳۴۳)
''واگر عدل کنند مقربا نرا برخاک زنند ودر ہاویہ سپارد کس'' (ایضا، ص ۱۷۶)
چنانچہ انبیاء کو جہنم میں داخل کرنا اور کافروں کو بہشت میں اگر چہ فی ذاتہ ممکن ہے مگر حق تعالی کی حکمت کے پیش نظر یہ امر ممتنع ہے اور اگر وہ ذات عدل پر آجائے تو مقربوں کو خاک پر دے مارے اور ہاویہ میں ڈال دے۔

اب لگاؤ اس پر سرخی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں جانا ممکن ہے اور حضرت کو بھی گستاخوں کی فہرست میں شامل کرلو، معاذ اللہ''۔[۱]

الجواب: ان حوالوں کا ''بُلغَۃُ الحَیران'' کے حوالوں سے کوئی تعلق نہیں، اِس لئے کہ خُود اس حوالے میں تصریح موجود ہے کہ اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کا جہنم میں داخل ہونا، اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اِس لئے ممتنع ہے، جب خلودِ انبیاء ممتنع ٹھہرا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کو ہرگز ہرگز جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ مگر موصوف نے اَز راہِ جہالت نہ جانے ممکن بالذات سے کیا سمجھ لیا کہ اس پر یُوں اعتراض کیا ہے:

''اب لگاؤ اس پر سرخی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں جانا ممکن ہے''[۲]

حالانکہ یہ صرف امکانِ ذاتی کی بات ہو رہی ہے، اس پر کیوں فتویٰ لگائیں اور کس اعتبار سے فتویٰ لگائیں کیونکہ نہ تو کوئی یہ عقیدہ رکھ رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے لئے عذاب ہونے کا عقیدہ رکھ رہا ہے (معاذ اللہ) پھر ہم کیوں فتویٰ لگائیں، بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جہنم میں داخل نہیں فرمائے گا۔ مگر افسوس کہ جاہل دیوبندی نے علمِ کلام کے

---

[۱] دفاع، ج1 ص 811-812، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص 811-812، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اس مسئلے سے یہ سمجھ لیا کہ نعوذ اللہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو (معاذ اللہ) جہنم میں عذاب ہوگا (نعوذ باللہ) حالانکہ اس عبارت کا مقصد ہرگز یہ نہیں۔ جب اس عبارت کا مفہوم ومقصد یہ نہیں تو پھر فتویٰ بھی عائد نہیں ہوگا۔

پھر دُوسرے حوالے میں مقربین کا ذِکر ہے جس سے مُراد انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ دیگر مقربین مُراد ہیں، اِس لئے یہ حوالہ بھی موصوف کو مفید نہیں۔ پھر ان حوالوں میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ''انبیاء کا کمال عذابِ الٰہی سے سلامت رہنا ہے''، سلامتی عذاب کا مقام تو اولیاء کو بھی حاصل ہوتا ہے، لہٰذا انبیاء کے کمالات کو ان اُمور میں منحصر کردینا کمالاتِ انبیاء علیہم السلام سے بے خبری کی دلیل ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا انکار۔ نعوذ باللہ

دیوبند کے امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

''وثائق وحقائق اور سلسلہ ابراہیمی دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی ومحکومی وغلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی، دوسرے اس کے مورث اعلی خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود ومطلوب اور بنی اسمٰعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان، اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (۳۲، ۳۳) مسیح ناصری کا تذکرہ بے کار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا۔ اس کی مثال ان مجددین وملت اسلامیہ قدیمہ کی سی تھی جن کا حسب ارشاد صاق [صادق] ومصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ

موسوی کا تابع تھا"۔(ہفت روزہ الہلال کلکتہ، ج ۳ ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۲۷۷ طبع لاہور) اس عبارت میں سرکار عیسیٰ کو مجدد ہی بتلا کر اس نے آپ کے رسول و نبی ہونے کا انکار کیا ہے اور سلسلہ ابراہیمی میں دو رسول مان کر باقی رسل سے انکار کیا ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴)

الجواب: رضا کانی نے اول بے ایمانی تو یہ کی کہ اسکو مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردیا حالانکہ اس پر کسی کالم نگار یا مقالہ نگار یا مضمون نگار کا نام درج نہیں ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو۔ پھر کالم بھی پورا پیش نہیں کیا۔ مکمل کالم اس طرح ہے۔

سلسلہ ابراہیمی (ع) میں دراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی و[اور] محکومی و غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی۔ دوسرا اس کے مورث اعلیٰ خلیل اللہ[ع] کی مقدس دعا کا مقصود و مطلوب، اور بنی اسمٰعیل نبی امی، جس نے نہ صرف اپنے خاندان، اپنی قوم اور اپنے وطن [کو]، بلکہ تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی: وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (۳۲، ۳۳)[۳۳:۲۳]

(مسیح ناصری) کا تذکرہ بے کار ہے۔ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا۔ اس کی مثال ان مجدد دین وملت اسلامیہ قدیمہ [ملت قدیمہ اسلامیہ] کی سی تھی، جن کا حسب ارشاد صاق و مصدوق، تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے[ہوتا رہا] وہ کوئی شریعت نہیں لایا۔ اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا۔ وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا۔ اس نے خود تصریح کردی کہ میں تورات کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ (یوحنا ۱۳، ۱۹)[۱۳:۲۵] اس نے کہا میرا مقصد صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش ہے (۱۵، ۱۹) اس لئے اس نے اپنی اصلاح کو صرف یہودیوں تک

محدود رکھا، اور غیر قوموں میں وعظ کرنے کی مخالفت کر دی"۔

(ہفت روزہ الہلال کلکتہ،ص ۱۱، ج ۳ ش ۱۳، ۲۶ ستمبر ۱۹۱۳،ص ۲۷۷ مطبوعہ الہلال اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ج ۲،ص ۲۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اسی واسطے "انجیل یوحنا" کے حوالے دئے۔ ظاہر ہے کہ اگر اپنا عقیدہ بیان کرتا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہوتا تو قرآن وحدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا، انجیل سے مسلمانوں کو کیا سروکار؟" [1]

الجواب: نمبر (1) ابُوالکلام آزاد اِس مضمون سے کسی طرح بَری الذمہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ہفت روزہ "الہلال" کی فائلیں اور مضامین جمع کرنے والوں نے لکھا ہے کہ:

"اس "علمی فتنے" کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو "الہلال" کے بعض مضامین کی "ملکیت" کے بارے میں رہ رہ کر سَر اُٹھاتا رہا۔ یہ فتنہ تو دَراصل ان غیر ذِمہ دار مرتبین اور ناشرین کا زائیدہ ہے جنھوں نے مولانا آزاد کے نام پر جلب منفعت کا کاروبار شروع کر دیا تھا اور جو مضامین "الہلال" کے اچھے خراب مجموعے شائع کر کے اپنا کاروبار چمکانے لگے تھے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "الہلال" کے مضامین اُن کے لکھنے والوں کے نام سے معریٰ ہوتے تھے، یہ بات صرف اس حد تک صحیح ہے کہ جو لوگ "الہلال" کے اِدارۂ تحریر سے وابستہ ہو جاتے تھے اُن کی تحریریں اُن کے نام کے بغیر شائع ہوتی تھیں۔ خاص طور پر شذرات، مقالہ افتتاحیہ، افکار و حوادث اور اس نوع کے دُوسرے کالموں میں لکھنے والوں کا نام نہیں ظاہر کیا جاتا تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ یہ ایڈیٹر کے رُشحاتِ قلم ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ عنوانات ایڈیٹر (مولانا آزاد) کیلئے مخصوص تھے"۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص 815-816، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] الہلال، جلد 1، مقدمہ، از پروفیسر محبوب الٰہی، ص 18، اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ

جواب نمبر(2)

موصوف نے مکمل کالم نہ لکھنے کا اِلزام لگایا ہے، اور پھر موصوف نے مکمل کالم نقل کیا بھی ہے جواُوپر مذکور ہے اس کے بعد موصوف کہتے ہیں کہ:

''اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رَدکر رہا ہے''۔[1]

موصوف نے مضمون پر غور نہیں کیا ورنہ موصوف کی یہ خُوش فہمی بھی ختم ہو جاتی، اس لئے کہ مضمون کی ابتداء ہی میں موجود ہے:

''سلسلہ ابراہیمی (ع) میں دَراصل دو ہی صاحب شریعت رسول آئے، پہلا بنی اسحاق میں خاندانِ بنی اسرائیل کا اُولوالعزم پیغمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخصی حکمرانی و[اور] محکومی و غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی۔ دُوسرا اس کے مُورث اعلیٰ خلیل اللہ [ع] کی مقدس دُعا کا مقصود و مطلوب، اور بنی اسمٰعیل نبی امی''۔[2]

اس مضمون میں سلسلہ ابراہیمی میں صرف دو انبیاء کو صاحبِ شریعت نبی تسلیم کیا گیا ہے، ایک خاندانِ بنی اسرائیل کا اُولوالعزم پیغمبر، اور دُوسرے حضورِ اکرم ﷺ، اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحبِ مضمون اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہے نا کہ جدلی اَنداز اختیار کر رہا ہے اِس لئے کہ عیسائی تو حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت کے قائل ہی نہیں، اور جدل میں تو مسلّماتِ خصم سے استدلال ہوتا ہے۔ لہٰذا موصوف کا دعویٰ بالکل باطل ہے کہ یہاں جدلی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

جواب نمبر(3)

موصوف نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ: ''اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اسی واسطے ''انجیل یوحنا'' کے حوالے دئے۔ ظاہر ہے کہ اگر

---

[1] دفاع، ج1 ص816، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] الہلال، جلد1، ص18، اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ودفاع، ج1 ص816۔

اپنا عقیدہ بیان کرتا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہوتا تو قرآن وحدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا، انجیل سے مسلمانوں کو کیا سروکار؟"[۱]

یہ بھی موصوف کی جہالت ہے اِس لئے کہ کالم نگار نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں حدیثِ رسول ﷺ سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ اس مضمون میں ہی موجود ہے کہ:

"(مسیح ناصری) کا تذکرہ بے کار ہے۔ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا پر خُود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا۔اس کی مثال اُن مجدد دین وملت اسلامیہ قدیمہ [ملت قدیمہ اسلامیہ] کی سی تھی، جن کا حسب ارشاد صاق [صادق] ومصدوق، تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے [ہوتا رہا] وہ کوئی شریعت نہیں لایا۔اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا"۔[۲]

اس عبارت میں حسبِ اِرشاد صادق ومصدوق کے الفاظ قابل غور ہیں کہ مضمون نگار بزعمِ خُود حدیثِ رسول ﷺ سے استدلال کرنے کی کوشش کررہا ہے، اور پھر تاریخ اسلام کو بھی ذِکر کررہا ہے، جیسا کہ وہ خُود کہہ رہا ہے:

"تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے [ہوتا رہا]"۔

لہٰذا موصوف کا یہ کہنا نری جہالت ہے کہ:

"کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رَدکررہا ہے"۔[۳]

پس ثابت ہوا کہ مضمون نگار نے اپنا نظریہ لکھا ہے نا کہ جدلی اَنداز اختیار کیا ہے۔

جواب نمبر (4)

موصوف نے مضمون کے عنوان پر بھی غور نہیں کیا، ورنہ موصوف کو یہ لکھنے کی بھی جرأت نہ

---

[۱] دفاع، ج1 ص816-817، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] الہلال، جلد1، ص18، اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ودفاع، ج1 ص816۔

[۳] دفاع، ج1 ص816، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہوتی۔مضمون کی ابتداہی میں عنوان موجود ہے کہ:''وثائق وحقائق قصص القرآن(۱) قصص بنی اِسرائیل''[1] اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مضمون نگارجدلی انداز اختیار نہیں کر رہا بلکہ اپنا عقیدہ بیان کررہا ہے۔

جواب نمبر(5)

چونکہ موصوف نے اس مضمون کی وکالت کی ہے،اوراس مضمون کودُرست سمجھا ہے اس لئے بالفرض اس مضمون کے قلم کارابُوالکلام آزادنہ بھی ہوں تو بھی دیوبندی فرقہ انکارِنبوت عیسیٰ علیہ السلام کے اعتراض سے بَری الذمہ نہیں سکتا،اس لئے کہ ان کے بزعم بعض مایہ ناز سپوت دیوبندی موصوف نے اس مضمون کو دُرست سمجھا ہے،لہٰذا دیوبندی نامعلوم کالم نگارکا مضمون کہہ کراس سے اپنی جان نہیں چھڑا سکتے۔موصوف کی وکالت نے دیوبندیوں پراس مضمون کی تائید کی مہر کردی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف ابُوالکلام آزاد کی برأت کو ثابت کرنے کیلئے ترجمان القرآن کے تین حوالے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

''اتنی صریح تصریحات کے بعدبھی مولانا پر یہ الزام لگانا کہ وہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے منکر ہیں بےحیائی کی انتہاء ہے''۔[2]

الجواب: یہ تو وہابیوں نجدیوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ وقت اورحالات کی مناسبت سے کروٹ بدلتے ہیں،ان لوگوں کی ایک کروٹ نہیں ہوتی بلکہ گرگٹ کی طرح یہ رنگ وکروٹ بدلتے رہتے ہیں۔

''فتاویٰ رشیدیہ''میں ابن عبدالوھاب نجدی کی تائیداور''المھند''میں تردید،یُونہی موصوف اوربعض دُوسرے دیوبندیوں کے معاملات اس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔

---

[1] الہلال،جلد2-3،ص277،اُترپردیش اردواکادمی لکھنؤ

[2] دفاع،ج1ص818،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

یُونہی ابُوالکلام آزاد نے اگر موصوف کے زُعم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کو تسلیم کرلیا ہے تو اس سے اس مضمون کی شناعت وقباحت ختم نہیں ہوجاتی۔

ابُوالکلام آزاد کی تحریر میں تناقضات وتضادات موجود ہیں اور انہیں اپنی تحریر بھی یاد نہیں رہتی، جس کے متعلق اخلاق حسین قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مولانا کو اِس تشریحی فائدہ کی تحریر کے وقت جوشِ عقیدت میں اِس کا خیال نہیں رہا کہ وہ چند صفحات پہلے وہی بات لکھ چکے ہیں جس کی اب تردید کررہے ہیں''۔[۱]

اور پھر ''ترجمانُ القرآن'' پر بھی دیوبندیوں نے خُوب تنقید کی ہے، حوالہ مُلاحظہ کریں

دیوبندی موصوف کسی خوش فھمی میں نہ رھیں

موصوف کو کسی خُوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیں گے کہ:

''ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو''۔[۲]

ہم اس کالم نگار کو بھی ڈھونڈ کر عوام کی عدالت میں پیش کردیتے ہیں۔

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد نے ایک کتاب بنام ''مولانا ابُو الکلام آزاد فکر وفن'' لکھی ہے، اس کتاب میں اُنہوں نے رسالہ ''مستقبل کراچی'' بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں سیّد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''الہلال'' میں چونکہ مضمون نگاروں کے نام نہیں لکھے جاتے تھے اس لئے ''الہلال'' کے مضمونوں کے مجموعوں کو شائع کرنے والوں نے بِلا تحقیق ہر مضمون کو مولانا ابُو الکلام آزاد کی طرف منسوب کردیا، حالانکہ یہ صحیح نہیں، الحریۃ فی الاسلام، تذکار، نزول قرآن، حبشہ کی

---

[۱] ترجمان القرآن کا تحقیقی مطالعہ، ص280، مولانا آزاد اکیڈمی، نئی دہلی

[۲] دفاع، ج1ص816، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

تاریخ کا ایک ورق، قصص بنی اسرائیل، مشہدا کبر وغیرہ میرے مضامین ہیں''۔[1]

لو جی! اب تو قصہ ہی ختم ہو گیا، سلیمان ندوی صاحب جو کہ تھانوی صاحب کے خلیفہ ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ قصص بنی اسرائیل کے مضامین میرے ہیں۔

''الہلال'' کا یہ مضمون بھی قصص بنی اسرائیل کی قسطِ اوّل ہے۔ اور اسی کتاب میں قصص بنی اسرائیل کی تین قسطیں یعنی قسط اوّل جو ۲۴ ستمبر میں شائع ہوئی، قسط دوم جو ۱۵ اکتوبر میں اور قسط سوم ۱۲ / ۱۹ نومبر میں شائع ہوئی، تینوں قسطوں کو سلیمان ندوی کے نوک قلم کا نتیجہ قرار دیا گیا، مُلاحظہ کریں[2]

اس حوالے کے بعد موصوف کا ''ترجمانُ القرآن'' کا حوالہ پیش کرنا بے سُود ہے، کیونکہ سلیمان ندوی صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ مضمون اُن کا ہے، اس لئے موصوف کو چاہئے کہ سلیمان ندوی صاحب کی کوئی ایسی تصریح پیش کریں جس میں اُنہوں نے اس مضمون سے رُجُوع کیا ہو۔

لَطیفہ: ایک عبارت جس میں الزامی طور پر جواب دیا گیا کہ دوبارہ وہی آتا ہے جو فیل ہو جائے، دیوبندی اسے اہلِ سنّت کا عقیدہ بیان کر کے پیش کرتے ہیں، مگر جب اپنی باری آئی تو موصوف لکھ رہے ہیں کہ: ''کالم نگار عیسائیوں پر جدلی (الزامی) انداز سے رَد کر رہا ہے''۔[3] دیوبندیوں کی دورنگی نہ جانے کب ختم ہوگی۔

اَنبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام کی باطنی قُوَّتیں

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی مولوی عمر پالن پوری لکھتے ہیں کہ:

---

[1] مولانا ابوالکلام آزاد فکر و فن: 123۔ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنوَ

[2] مولانا ابُوالکلام آزاد فکر و فن 124 اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنوَ

[3] دفاع، ج1 ص816، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

''فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا، قارُون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھنسنے سے بچا نہ سکا، کوئی طاقت بچا نہیں سکتی اللہ کی پکڑ سے، بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ساری طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی تو نُوح علیہ السلام کی رُوحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی۔ ابراہیم علیہ السلام کی رُوحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچا سکی''۔ (ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ لاہور شمارہ ۲۰ ماہ دسمبر ۲۰۰۵ ،ص ۱۷) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴، ۸۵)

الجواب: پہلی بات تو یہ کہ ماہنامہ ''الدعوۃ'' کو کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتابچہ تسلیم کروایا ہے؟''۔ [1]

الجواب: ''الدعوۃ'' رسالے کو دِیوبندیوں کے نزدیک قطب الاقطاب مفتی محمد حسن کی سرپرستی حاصل ہے، اِس کی ادارت عادِل محمود صاحب کرتے ہیں۔ مجلس میں دیوبندیوں کے شیخ الحدیث عبدالقیوم صاحب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دیگر موٹے موٹے نام بھی موجود ہیں۔ مگر موصوف پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ:

''کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتابچہ تسلیم کروایا ہے''۔

مستند تسلیم کروانے کیلئے انہیں کون سے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے وہ بھی ذرا مہیا کر دیں تا کہ ہم اُس کا بھی جائزہ لیں اور اس معیار پر خُود موصوف اور ان کے دُوسرے ملاؤں کی کتابوں کو پرکھیں۔

مَوصُوف اپنے اُصُول کی رَوشنی میں خُود جاھل

[1] دفاع، ج1 ص819، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''پھر یہ جاہل لکھتا ہے کہ عمر پالن پوری لکھتے ہیں گویا مضمون وہ خُود لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی تقریر ہے''۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے صاحبِ ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' کو جاہل ہونے کا طعنہ مذکورہ اِعتراض کی بُنیاد پر دے دیا، مگر موصوف نے خُود بھی ان حرکتوں کا اِرتکاب کیا ہے جس کو وہ جہالت سے تعبیر کر رہے ہیں، مُلاحظہ کریں

مثال نمبر (1)

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی نے قُرآن کی آیت یُوں لکھی: اَضَلَّهُ اللہُ علیٰ عِلمٍ۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۷۴، نوری کتب خانہ لاہور)

دراصل قُرآن کی آیت اس طرح ہے

''و اَضَلَّهُ اللہُ علیٰ عِلمٍ۔'' (پارہ ۲۵/سورۃ الجاثیہ/آیت ۲۳)

(غلطی) اس آیت میں احمد رضا بریلوی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قُرآن کی آیت میں سے حرف ''واؤ'' نکال دیا جوان کی پُرانی عادت کی مظہر ہے''۔[2]

حالانکہ ''ملفوظات'' سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لکھی، بلکہ اُن کی مجالس کی گفتگو ہے، جس کو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جمع کیا۔

مثال نمبر (2)

''خان صاحب بریلوی نے قرآن کی آیت شریفہ اس طرح لکھی:

''بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم یمددکم بخمسۃ۔۔۔۔۔''

---

[1] دفاع، ج1 ص819، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص450، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول:ص ۹۵،نوری کتب خانہ لاہور)''۔[۱]

مثال نمبر(3)

''احمد رضا خان بریلوی نے قرآن مجید کی آیات یوں لکھی:

"انابر اءمنکم و مماتعبدو ن من دو ن اللّٰہ"

ترجمہ احمد رضا: ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے، ہم تم سے کفر وانکار رکھتے ہیں۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول:ص ۳۶،نوری کتب خانہ لاہور)''۔[۲]

مثال نمبر(4)

''ایک مقام پر احمد رضا خان بریلوی نے آیت اس طرح لکھی:

"وماھم منھا بخارجین" ترجمہ احمد رضا: اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہ نکلیں گے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم:ص ۳۴۹،نوری کتب خانہ لاہور)''۔[۳]

مثال نمبر(5)

''فاضل بریلوی نے آیت شریفہ یوں لکھی:

"وان کل ذلک لِمَامتا ع الحیو ۃ الدنیا"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم:ص ۱۳۳،نوری کتب خانہ لاہور)''۔[۴]

دیوبندی موصوف اپنے اُصول کے مطابق پانچ مرتبہ (بلکہ اس سے بھی زائد کیونکہ کافی مرتبہ اُنہوں نے اَیسا فعل سرانجام دیا ہے ہم نے صرف نمونہ کے طَور پر چند حوالے نقل کئے ہیں) جاہل قرار پاتے ہیں۔کیونکہ ''ملفوظات'' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں لکھی، لہٰذا

---

[۱] دفاع، ج1 ص450، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص448، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص448، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

[۴] دفاع، ج1 ص447، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

موصوف کے وضع کردہ اُصول کے مطابق موصوف کم از کم پانچ مرتبہ جاہل ثابت ہوتے ہیں۔اُمید ہے کہ موصوف کے ہوش ٹھکانے آ گئے ہوں گے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسے گستاخی شمار کرنا بھی پرلے درجے کی جہالت ہے،مولانا نے جو کچھ کہا (رضاخانی کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے) وہ تو خُود قرآن کریم میں موجود ہے

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا فلم یزدهم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتهم یستغفرلهم جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتهم جهارا ثم انی اعلنت لهم واسررت لهم اسرارا

''عرض کی ،میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا، پھر میں نے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا''

(ترجمہ کنزالایمان،پ۲۹ سورہ نوح،آیت ۵ تا۹)

گویا صبح شام انفرادا واجتماعا ہر طرح سے انہیں دین حق کی دعوت دی اور ایک دو دن نہیں

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما

اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا۔(کنزالایمان،پ۲۰،سورۃ العنکبوت،آیت ۱۴)

ساڑھے نوسو سال تک دعوت الی اللہ دیتے رہے مگر ہر طرح کی کوشش بھی ان کی قوم کی اصلاح نہ کر سکی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اللہ کا عذاب آیا اور کافر بیٹے کو عذاب میں ہلاکت کے قریب دیکھا تو پدری شفقت نے جوش مارا اور بقول رضا خانیوں

کے ساری دنیا کی مشکل کشائیاں کرنے والا، مختار کل، لوگوں کو اولاد دینے والا، انکا نفع و نقصان کرنے والا، ان کی بیماریاں مصیبتیں دور کرنے واالا جب اپنے بیٹے کو مشکل میں دیکھتا ہے تو عاجزانہ انداز میں حقیقی مشکل کشا کو پکارتا ہے یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جارہا ہے۔ وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے مگر رب نے فوراوحی کردی:

ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال ینوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک به علم انی اعظک ان تکون من الجھلین

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا (عرض کی) اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں، بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں، تُو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں، میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن''۔

(کنزالایمان، پ ۱۲، ھود، ۴۵۴۴)

اب جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قُرآن میں موجود ہے''۔[1]

الجواب: اوّلاً: مَوصُوف نے اپنے بیان کردہ اُصول کے تحت دَانستہ یا نادانستہ طَور پر اس اِقتباس میں نقل کردہ پہلی آیاتِ کریمہ میں غلطی کرکے اپنی پُرانی مسلکی عادت کو ظاہر کیا ہے۔ موصوف کی طرف سے نقل کردہ آیاتِ قرآنی:

"قال رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا فلم یزدهم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتهم "یستغفرلهم" جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتهم جهارا ثم انی اعلنت لهم

[1] دفاع، ج1 ص819-820، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

واسررت لهم اسرارا"۔

اب قُرآن مجید کی یہی آیاتِ مبارکہ مُلاحظہ فرمائیں

"قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا (5) فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا (6) وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ "لِتَغْفِرَ لَهُمْ" جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (7) ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (8) ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا [1]

ثانیاً: اللہ تعالی نے اپنے مقربین کو بے انتہاء باطنی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔عام آدمی کیلئے اُن کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔مگر دیوبندی کچھ واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سامع یہ سمجھتا ہے کہ معاذ اللہ اَنبیاء کرام علیہم السلام باطنی قوتوں سے بالکل خالی ہیں۔ان کے اس حقیقی چہرہ کو سامنے لانے کیلئے ان کی ایسی باتوں کو ذِکر کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی باطنی قوتوں کو سمجھنے کیلئے یہاں ایک حوالہ ذکر کیا جاتا ہے۔انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وإنما فقأت عينه فقط لأنه كان مَلَكَ الموتِ وإلا لاندقَّتْ السمواتُ السَّبْعُ مِن لَطْمَةِ غَضَبِه" [2]

''حضرت عزرائیل علیہ السلام کی فقط آنکھ پھوٹی اس لئے کہ وہ موت کے فرشتے تھے وگرنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غضب ناک تھپڑ کی وجہ سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہوجاتے''۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باطنی قوت ہے،آپ کے غضب ناک تھپڑ کی وجہ سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

---

[1] [نوح:5-9]

[2] فیض الباری،ج4ص106،دار الکتب العلمیة بیروت۔لبنان

مگر افسوس ہے کہ دیابنہ ان باتوں کو عوام الناس سے چھپاتے ہیں اور اپنی دانست میں واقعات کو ایسا لباس پہناتے ہیں جس کی وجہ سے اَنبیاءِ کرام علیہم السلام مسلوبُ الاختیار ثابت ہوتے ہوں اور کسی قسم کی اُن کی کوئی رُوحانی بَرتَری ثابت نہ ہو۔

بے شک رب تعالیٰ مالک مختار اور قادِرِ مطلق ہے۔رب تعالیٰ کے قادِرِ مطلق ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں، مگر جہاں اَنبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی رُوحانی قوتوں کا اِظہار کیا ہی نہیں اپنی طرف سے واقعات کی ایسی تشریح بیان کر کے جس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہو کہ اَنبیاء علیہم السلام نے باطنی قوتوں سے کام لیا مگر وہ کامیاب ثابت نہ ہوئے، دُرست نہیں۔

پالن پُوری صاحب کے خطاب میں ایسا ہی بیان ہے، موصوف نے بھی نادانی میں اُس موٴقف کی وکالت کرنے کی کوشش کی ہے۔

دیوبندی موصوف نے نُوح علیہ السلام کی مثال پیش کی اور لکھا:

''یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جا رہا ہے، وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے''۔[1]

موصوف نے یہ لکھنے سے قبل اپنے ہی مسلک کے بزرگوں کی تفاسیر کا مطالعہ نہیں کیا، ورنہ شاید انہیں یہ لکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔دیوبندی مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ:

''حق تعالیٰ کے اِرشاد سے دو باتیں معلوم ہوئیں، اوّل یہ کہ حضرت نُوح علیہ السلام کو اس بیٹے کے کُفر کا پُورا حال معلوم نہ تھا، اُس کے نفاق کی وجہ سے وہ اُس کو مسلمان ہی جانتے تھے، اِسی لئے اُس کو اپنے اہل کا ایک فرد قرار دے کر طوفان سے بچانے کی دُعا کر بیٹھے ورنہ اگر ان کو حقیقتِ حال معلوم ہوتی تو ایسی دُعا نہ کرتے، کیونکہ اُن کو صریح طور پر پہلے ہی یہ ہدایت دے دی گئی تھی کہ جب طوفان آ جائے تو پھر آپ ان سَرکشوں میں سے کسی کے

---

[1] دفاع، ج1 ص820، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

متعلق کوئی سفارش کی گفتگو نہ فرمائیں، جیسا کہ پچھلی آیت میں گزر چکا ہے،

{وَلاتُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ}

اس صاف وصریح حکم کے بعد ناممکن تھا کہ پیغمبر خُدا اُس کی خلاف ورزی کی جرأت کرتے بجز اس اِحتمال کے جس کو اُوپر خلاصہ تفسیر میں لیا گیا ہے کہ اس دُعاء کا حاصل اس بیٹے کے مؤمن ہو جانے کی دُعاء ہے، یہ نہیں کہ اس کے موجودہ حال میں اس کو طوفان سے بچایا جائے''۔[1]

مفتی شفیع صاحب تو لکھ رہے ہیں کہ طوفان والے عذاب کی ہلاکت سے بچنے کی دُعا نہ تھی، مگر دیو بندی موصوف اپنے دیو بندیانہ جوش میں لکھ رہے ہیں کہ:

''میرا بیٹا بھی عذاب میں جارہا''۔[2]

پس موصوف نے جس بات کو دلیل بنایا تھا اُس کو تو مفتی شفیع دیو بندی صاحب نے رَد کر دیا، چہ جائیکہ موصوف اسے قُرآنِ حکیم سے ثابت کرتے۔ لہٰذا موصوف کا یہ دعویٰ کہ:

''اَب جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قُرآن میں موجود ہے''۔[3]

موصوف کا جھوٹا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ماننا پڑے گا کہ موصوف نے پالن پُوری دیو بندی کی وکالت میں قُرآنِ حکیم پر جُھوٹ بولا ہے، اگر موصوف کی بات سچ ہے تو پھر دیو بندیوں کے مفتی اعظم محمد شفیع کو جُھوٹا ماننا پڑے گا۔

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت ابراہیمؑ کا باوجود خواہش کے ان کے والد کا ایمان نہ لانے کا قصہ بھی قُرآن میں موجود ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں، اب اگر معاذ اللہ گستاخی کا فتویٰ لگانا ہے تو قرآن پر

---

[1] معارف القرآن، ج4ص630-631،

[2] دفاع، ج1ص820، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

[3] دفاع، ج1ص820، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

لگاؤ اس میں بے چارے دیوبندیوں کا کیا قصور؟"۔ [1]

الجواب: دیوبندیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ قُرآنِ عظیم کو سمجھتے نہیں، اور عوامُ الناس کو قُرآنِ مجید کے نام پر دُھوکا دیتے ہیں۔ قُرآنِ حکیم میں کہاں مذکُور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے ایمان کے سلسلہ میں رُوحانی قوتوں سے کام لیا، یا رُوحانی قوتوں کے ذریعے مجبور کیا۔ یہاں پر ہم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم الشان بزرگ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمہ کا ایک قول نقل کر دیتے ہیں جس سے عوام پر موصوف کے استدلال کا مَن گھڑت ہونا واضح ہو جائے گا۔

"ایک دن اُحقر نے عرض کیا، حضرت شیخ اکبر علیہ الرحمہ نے "فصوص" میں لکھا ہے:

"لایؤثر الھمتہ بدون الاستعداد و لھذا ما اثرت ھمتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ابی طالب"

یعنی مُرشد کی ہمت مُرید کی اِستعداد کے بغیر اثر نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت نے اَبُو طالب پر اَثر نہ کیا۔ مجھے یہ بات سُن کر تو سخت مائُوسی ہوئی ہے کہ بندہ تو ابُوطالب سے بھی کم استعداد کا مالک ہے۔

آپ نے فرمایا: ہمارے نزدیک یہ بات مقبول نہیں، ہم اگر پتھر پر بھی توجہ کریں اِن شاء اللہ تعالیٰ پتھر میں بھی اَنوار الٰہی کا ظہور ہونے لگے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت کا ابُوجہل میں اثر انداز نہ ہونا حضور کے اِرادہ اور توجہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا"۔ [2]

جب سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنی توجہ سے ایک پتھر کو بھی بقعہ نُور بنا سکتا ہے تو پھر اُولوالعزم اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی ہمت و توجہ اور اِرادہ کا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کے دَور میں بار بار تبلیغ کے باوجود ایمان نہ لائے اُن کے محروم ہونے کا نتیجہ یہ نہیں کہ معاذ اللہ اَنبیاءِ کرام علیہم السلام رُوحانی قوتوں سے محروم ہیں، بلکہ ان

---

[1] دفاع، ج1 ص820-821، مکتبہ ختم نبوہ، پشاور

[2] ملفوظاتِ شریفہ، ص89، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

کے بارے میں بھی یہی گمان کیا جائے گا جو شاہ حضرت غلام علی دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے، یعنی توجہ باطنی نہ ہونے کے سبب ہے۔

اس تشریح سے اَنبیاءِ کرام علیہم السلام کی رُوحانی قوتوں کا اِنکار بھی نہیں ہوتا اور قادِرِ مطلق کی قدرت کا اِنکار بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی بَدعقیدگی پھیلتی ہے۔

مگر افسوس ہے کہ دیوبندی اپنی مَن مانی تشریحات اور توجیہات کے ذریعے نعوذ باللہ بَدعقیدگی پھیلاتے ہیں اور عوامُ الناس پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اِنبیاء کرام علیہم السلام مسلوبُ الاختیار ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

''لوادخل واحدامن الانبیاء والصالحین النار کان عدلا

اگر وہ (فرضا) انبیاء کرام وصالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کردے تب بھی وہ عادل ہے۔(فیض غوث صمدانی، ص ۵۸۴، مترجم محمد ابراہیم بدایونی رضا خانی)''۔[1]

الجواب: عمر پالن پُوری نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ رُوحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتیں، مگر دیوبندی موصوف نے اس کی تائید میں مذکورہ بالا عبارت ذِکر کی ہے جس کا مذکورہ دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ ''الفتح الربانی'' میں اس عبارت کے متصل لکھا ہوا ہے:

"وهو شيء لايكون ولا يفعل شيئا من ذلك اسمعوا مني واعقلوا ما اقول۔[2]

''یہ بات ہرگز نہیں ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا، میری بات غور سے سنو اور سمجھو جو مَیں کہہ رہا ہوں''۔

---

[1] دفاع، ج1ص 821، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] الفتح الربانی، ص226

لہٰذا اس عبارت سے استدلال دُرست نہیں، موصوف کا اِستدلال نعوذ باللہ اس ملحد شخص کی طرح ہے جو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نبوت کا دعویٰ کرے، اور اِستدلال میں ''لو کان بعدی نبیالکان عمر '' والی روایت سے پیش کرے۔اس عبارت میں بھی ''لو '' موجود ہے اور موصوف کی نقل کردہ عبارت میں بھی ''لو ''موجود ہے۔

پس جس طرح'' لو کان بعدی نبیالکان عمر '' سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نعوذ باللہ نبوت کا دعویٰ کرنا دُرست نہیں اُسی طرح مذکُورہ بالا عبارت سے اَنبیاء واَولیاءِ کرام کی رُوحانی قوتوں سے اِنکار دُرست نہیں۔

موصوف کا اِستدلال اُس وقت دُرست ہوتا جب مذکُورہ بالا اَمر کا وقوع ہوتا، اور اَنبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوتوں کے بسیار استعمال کے بعد بھی اپنے کو نہیں بچا سکے ہوتے، پھر موصوف مذکُورہ بالا عبارت سے پالن پُوری کی حمایت میں استدلال کر سکتے تھے، مگر چونکہ ایسا ہوا ہی نہیں اور نہ ہوگا، لہٰذا موصوف کا اِستدلال ان کے دعویٰ پر منطبق نہیں ہو رہا۔

ہاں! البتہ دیوبندی موصوف اس کا وقوع تسلیم کر رہے ہوں تو پھر وہ اِستدلال کر سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلوبُ الاختیار ہیں مگر اس صورت میں خُود باہوش دیوبندی عمائدین بھی دیوبندی موصوف پر واصل جہنم ہونے کا فتویٰ لگائیں گے۔

مولوی طارق جمیل کا حضورِ اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا۔نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''طارق جمیل دیوبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ:''مَری سے ہماری جماعت آ رہی تھی، وہاں مزدور اکھٹے ہوئے تھے، ہزار ڈیڑھ ہزار مزدوروں میں مَیں نے بیان کیا، مٹی مٹی، اُن کے جسم چہرے پر مٹی، ہاتھوں پر مٹی، سارے کپڑے کالے میلے، مَیں نے کہا

بھائی کوئی ایسا فقیر ہے جس کے گھر میں تین دن چولہا نہ جلتا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے؟ سب نے کہا نہیں، کوئی نہیں، مَیں نے کہا ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں، دودو مہینے اس کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا''۔(ماہنامہ الدعوۃ الی اللہ شمارہ۔ ۳۳، ماہ جنوری ۲۰۰۷، ص ۲۳)(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ۸۵)

الجواب: اولا ہم ماہنامہ ''الدعوۃ'' کے متعلق وضاحت کر چکے ہیں یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں۔ ثانیا یہ بھی رضاخانیوں کا دھوکا ہے، پوری عبارت آپ بار بار ملاحظہ فرمائیں، کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے فقیر ہیں۔ مگر آیئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا، اگر کسی رضاخانی میں ہمت ہے تو امام غزالیؒ پر گستاخی کا فتوی لگائے:

''گفت حق تعالی واللہ الغنی وانتم الفقراء بینیاز خدای است وشما ہمہ درویشد وعیسی (ع) فقیر را بدیں تفسیر کردو گفت اصبحت مرتھنا بعملی وللامر بیدغیری فلا فقیر افقر منی وگفت من گرو کردار خویشم وکلید کردار من بہ دست یکی دیگراست وکدام درویش است از من درویشتر''۔ کیمیائے سعادت، ج۲ ص ۴۲۰، اصل چہارم درفقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیر کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ مَیں اپنے کردار میں گرو ہوں اور میرے کردار کی کنجی دوسرے کے ہاتھ میں ہے، تو مجھ سے زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟[1]

الجواب: (۱) موصوف ''الدعوۃ'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں۔ موصوف بے شک ''الدعوۃ'' کو تسلیم نہ کریں لیکن طارق جمیل صاحب کی تقریر سے اِنکار تو نہیں کر سکتے نا؟ اس لئے کہ ''الدعوۃ'' والوں نے طارق جمیل دیوبندی کی تقریر نقل کی ہے، موصوف

[1] دفاع، ج1 ص 821-822، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

کا دعویٰ اس وقت دُرست ہوتا جب طارق جمیل صاحب کی یہ تقریر نہ ہوتی، اور ''الدعوۃ'' والوں نے جھوٹی شائع کر دی ہوتی تو موصوف کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اس کا اِنکار کرتے، لیکن یہاں پر ایسا نہیں۔ ''الدعوۃ'' والے طارِق جمیل صاحب کی تقریر نقل کر رہے ہیں۔ اگر موصوف میں ہمت ہے تو طارِق جمیل صاحب کی تقریر کا اِنکار کر دیں کہ یہ اُن کی تقریر نہیں۔

جواب نمر(2)

طارق جمیل صاحب نے کالے میلے کپڑے اور مٹی لگے ہوئے مزدُوروں سے موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''کوئی ایسا فقیر ہے جس کے گھر میں تین دن چولہا نہ جلتا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے؟ سب نے کہا، نہیں، کوئی نہیں۔ مَیں نے کہا، ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں، دو دو مہینے اس کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا''۔ [۱]

دیکھیں اس میں صاف موازنہ موجود ہے جس کا مطلب وہی ہے جو اعتراض میں موجود ہے، مگر دیوبندی موصوف کہہ رہے ہیں کہ:

''کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑے فقیر ہیں''۔ [۲]

جبکہ عبارت قارئین کے سامنے ہے وہ خُود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس موازنہ کا مطلب وہی ہے جو اعتراض میں مَرقُوم ہے۔ اگر ہم بالفرض مان بھی لیں کہ دعویٰ دُرست ہے تو بھی طارق جمیل کی عبارت میں یہ لفظ موجود ہیں کہ:

''ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں، دو دو مہینے اس کے گھر میں چولہا نہیں

---

[۱] دفاع، ج1 ص 821، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص 821، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جلتا تھا''۔[1]

کیا طارق جمیل کا حضورِ اکرم ﷺ کو فقیر کہنا دُرست ہے علمائے متقدمین کی تحریرات کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں۔

حوالہ نمبر(1)

علّامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''وسماعي مَرَّات كثيرات من الشَّيْخ الإِمَام الْوَالِد رَحمَه الله وَهُوَ معتقدي أَنه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يكن فَقِيرا قطّ وَلَا كَانَت حَالَته حَالَة الْفُقَرَاء بل كَانَ أغْنى النَّاس بِاللَّه وَكَانَ الله تَعَالَى قد كَفاهُ أَمر دُنْيَاهُ فِي نَفسه وَعِيَاله ومعاشه وأحفظ أَن الشَّيْخ الإِمَام رَحمَه الله أَقَامَ من مَجْلِسه من قَالَ كَانَ النبي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقِيرا قيَاما صعبا وَكَاد يَسْطُو بِهِ وَمَا نجاه مِنْهُ إِلَّا أَنه استتابه واستسلمه وَكَانَ رَحمَه الله يَقُول فِي قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم (اللَّهُمَّ أحيني مِسْكينا) إِن المُرَاد بِهِ استكانة الْقلب لَا المسكنة الَّتِي هِيَ أَن يجد مَا لَا يَقع موقعا من كِفَايَته وَذكر ذَلِك فِي بَاب الْوَصِيَّة من شرح الْمِنْهَاج وسمعته مِنْهُ كَذَا كَذَا مَرَّات لَا أحصي لَهَا عددا، وَكَانَ رَحمَه الله يشدد النكير على من يعْتَقد ذَلِك وَالْحق مَعَه رضي الله عَنهُ فَإِن من جَاءَت إِلَيْهِ مَفَاتِيح خَزَائِن الأَرْض وَكَانَ قَادِرًا على تنَاول مَا فِيهَا كل لَحْظَة كَيفَ يُوصف بِالْعدمِ وَنحن لَو وجدنَا من مَعَه مَال جزيل فِي صندوق من جَوَانِب بَيته لَو سميناه بسمة الْغناء المفرط مَعَ الْعلم بِأَنَّهُ قد

---

[1] دفاع، ج1 ص821، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

يسرق أَو تغتاله غوائل الزَّمَان فَيُصْبِح فَقِيرا فَكيف لَا يُسمى من خَزَائِن الأَرْض بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ أقرب من الصندوق إِلَى صَاحب الْبَيْت وهى فى يَده بِحَيْثُ لَا تتَغَيَّر بل هُوَ آمن عَلَيْهَا بِخِلَاف صَاحب الصندوق فَمَا كَانَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقِيرا من المَال قطّ وَلَا مِسْكينا نعم كَانَ أعظم النَّاس جوارا إِلَى ربه وخضوعا لَهُ وأشدهم فى أظهار الافتقار إِلَيْهِ والتمسكن بَين يَدَيْهِ"۔ [1]

"یعنی مَیں نے بارہا اپنے والد ماجد، جو میرے امام اور شیخ ہیں، سے سُنا اور یہی میرا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز فقیر نہ تھے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت فقراء جیسی تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے فضل سے سب لوگوں سے زیادہ غنی تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیاوی معاملات اور آپ کی عیال اور معاش کے معاملات میں کفایت کر رکھی تھی، اور مجھے یاد ہے کہ شیخ امام علیہ الرحمہ نے اُس شخص کو اپنی مجلس سے بُرے طریقے سے اُٹھا دیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہا، اور قریب تھا کہ آپ اُس پر حملہ کرتے مگر جب اُس نے توبہ کی اور اس بات کو تسلیم کیا تو اُس کی جان چھوٹی۔

اور آپ رحمہ اللہ (اللَّهُمَّ أحيني مِسْكينا) کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ اِس سے مُراد استکانہ قلب ہے، اس سے وہ مسکینی مُراد نہیں جس کی اِحتیاج پُوری کرنے کے لئے موقع میسر نہ ہو، اس بات کو آپ نے "باب الوصیہ" میں "شرح منہاج" میں ذِکر کیا ہے، اور مَیں نے اس بات کو بارہا اُن سے سُنا، اور جو ایسا عقیدہ رکھتا آپ علیہ الرحمہ اُس پر شدید نکیر فرماتے، اور اس مسئلے میں حق بھی آپ کے ساتھ ہے۔ جس کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں آئیں اور وہ اُن میں سے جو چاہے وہ لینے پر ہر گھڑی قادِر ہو اُس کے

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى، ج3ص134 ،هجر للطباعة والنشر والتوزيع

لئے عدم کی بات کیسے کہی جا سکتی ہے؟

جس کے پاس گھر میں صندوق میں بے شمار مال ہو ہم اُسے بہت غنی و امیر شمار کرتے ہیں حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ چوری بھی ہو سکتا ہے اور وقت کے ساتھ ختم بھی ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے یہ فقیر ہو جائے گا۔

پس ہم اس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو غنی کیوں نہ شمار کریں جس کے پاس زمین کے خزانے، گھر والے کی بہ نسبت صندوق سے زیادہ قریب ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں، جس میں تغیر کا کوئی خوف نہیں بخلاف صندوق والے کے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال کی وجہ سے ہرگز فقیر و مسکین نہیں، ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب لوگوں سے زیادہ افتقار اور تمکسن اور خضوع کا اظہار فرمانے والے تھے۔

حوالہ نمبر (2)

اسی بات کو حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے مختصراً مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

"وقال القاضی تاج الدّین السبکی فی التوشیح: "سمعت الشّیخ الإمام الوالد یقول: لم یکن رسُول الله-صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ-فقیرًا من المال قط. ولا کانت حاله حال فقیر، کان أغنی النَّاس بالله. قد کفی دنیاه فی نفسه وعِیَاله. وکان فی قوله: "اللّٰهم أحینی مسکینًا" أنَّ المراد به استکانة القلب، لاَ المسکنة التی هی نَوْع من الفقر، وکان یشدد النکیر علی من کان یعتقد خلاف ذلك". [1]

حوالہ نمبر (3)

---

[1] قوت المغتذي على جامع الترمذي، ج 2ص 573، جامعة أم القرى، مكة المكرمة

اسی بات کو علّامہ علی بن احمد المعروف عزیزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے[1]

حوالہ نمبر (4)

یونہی ابو الحسن سندھی نے مندرجہ ذیل الفاظ سے بیان کیا:

"قَالَ الْقَاضِي تَاجُ الدِّينِ السُّبْكِيُّ سَمِعْتُ الْإِمَامَ الْوَالِدَ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقِيرًا مِنَ الْمَالِ قَطُّ وَلَا كَانَتْ حَالُهُ حَالَ فَقِيرٍ كَانَ أَغْنَى النَّاسِ بِاللَّهِ قَدْ كَفَى اللَّهُ دُنْيَاهُ فِي نَفْسِهِ وَعِيَالِهِ وَكَانَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ: "اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا" إِنَّ الْمُرَادَ بِهِ اسْتِكَانَةُ الْقَلْبِ لَا الْمَسْكَنَةُ الَّتِي هِيَ نَوْعٌ مِنَ الْفَقْرِ وَكَانَ يُشَدِّدُ النَّكِيرَ عَلَى مَنْ يَعْتَقِدُ خِلَافَ ذَلِكَ".[2]

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ علّامہ سبکی علیہ الرحمۃ کے والد اگر زندہ ہوتے تو دیوبندیوں کے اس طارق جمیل کو ضرور جوتے مارتے۔

حوالہ نمبر (5)

علّامہ صالحی شامی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''قلت: وفی تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعائل بعد الغنی نظر''۔[3]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنا کے بعد عائل کا اطلاق کرنا دُرست نہیں''۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ مولوی طارق جمیل کی مذکورہ تقریر دُرست نہیں، علمائے اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

---

[1] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر في حدیث البشیر النذیر، ج1ص290

[2] کفایة الحاجة في شرح سنن ابن ماجه، ج2ص530، دار الجیل - بیروت

[3] سبل الهدى والرشاد، في سیرة خیر العباد، ج1ص487، دار الکتب العلمیة بیروت

دیوبندی موصوف نے جہالت کے جوش میں طارق جمیل کی وکالت کردی ورنہ علمائے ملت اسلامیہ کی تصریحات اِس کے برعکس ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مگر آئیے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالیؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا اگر کسی رضاخانی میں ہمت ہے تو امام غزالیؒ پر گستاخی کا فتوی لگائے:

''گفت حق تعالی واللہ الغنی وانتم الفقراء بینیاز خدای است وشما ہمہ درویشد وعیسی (ع) فقیر را بدیں تفسیر کرد وگفت اصبحت مرتھنا بعملی وللامر بیدغیری فلا فقیر افقر منی وگفت من گرو کردار خویشم وکلید کردار من بہ دست یکی دیگر است وکدام درویش است از من درویشتر''۔ کیمیائے سعادت، ج ۲ ص ۴۲۰، اصل چہارم درفقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیر کے یہی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ میں اپنے کردار میں گرد ہوں اور میرے کردار کی کنجی دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟

مزید امام غزالیؒ لکھتے ہیں: رسول مقبول ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا اگر تم و رسول (ﷺ) بای نشہ گفت اگر خواہی کہ فردا مرا دریابی درویش وار زندگانی کن''(کیمیائے سعادت، ص ۴۲۴، ج ۲)

ترجمہ: اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو''۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف میں اگر ہمت ہے تو امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت دِکھائیں جس میں امام غزالی رحمہ اللہ نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا ہو۔ موصوف کو شرم آنی چاہیے کہ وہ دِن دیہاڑے جُھوٹ بول رہے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 821-822، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے ہر گز سیّدنا عیسٰی علیہ السلام کو خُود سب سے بڑا فقیر نہیں لکھا۔

حوالہ کی وضاحت

اگر کوئی شخص بطورِ عاجزی و اِنکساری اپنے لئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ اُس کی عاجزی و انکساری پر دلالت کرتے ہیں ،مگر دُوسرے کو وہ عاجزانہ الفاظ جو اس کے لئے دُوسرے کی جانب سے موہم تحقیر ہوں استعمال کرنا دُرست نہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے جو روایت لکھی ہے اُس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے لئے اَفقر کا لفظ استعمال کر رہے ہیں نہ کہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر قرار دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ رب تعالیٰ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے لیکن اُمتی کو اس طرح مخاطب کرنے کا حق کس نے دیا جو اُمتی کے الفاظ تحقیر ثابت ہوتے ہیں۔یہ وہ قواعد ہیں جن کی دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی طرح رب تعالیٰ کا فرمان:

{قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ}[1]

{لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ}[2]

حضرت سیّدنا آدم اور یُونس علیہما السلام نے ظلم کی نسبت اپنی طرف کی ،کیا کوئی اُمتی یہ لفظ ان کے لئے استعمال کر سکتا ہے؟ پس سمجھنا چاہئے کہ اُمتی کیلئے یہ حق نہیں کہ نبی کیلئے وہ اپنی زُبان سے ایسا کہتا پھرے۔اس کے بعد موصوف نے ''کیمیائے سعادت'' سے مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا۔

---

[1] [الأَعْرَافِ: 23]

[2] [الأَنْبِيَاءِ: 87]

''اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو''۔[1]

یہی تو مسئلہ ہے کہ دیوبندی مسئلے کی نوعیت کو نہیں سمجھتے۔اس حوالہ میں دُوسروں کو فقیرانہ زندگی گزارنے کی ترغیب ہے،لیکن اس کا مطلب تو یہ نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذات پر طارِق جمیل کے الفاظ کا اطلاق کیا جائے۔اطلاق کی ممنوعیت کے متعلق ہم علمائے اسلام کے حوالے نقل کر چکے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مزید لکھتے ہیں:''ودر خبر است درویشان گلہ کردند بہ رسول (ﷺ) کہ توانگران خیر دنیا وآخرت ببردند کہ صدقہ زکوۃ وحج وجہاد من کنند وما نتوانیم رسول (ﷺ) رسول درویشان را کہ فرستادہ بودند بنواخت وگفت مرحبا بک وبمن جئت من عندھم از نزد یک قومی آمدی کہ من ایشان را دوست دارم ایشان را بگوئی کہ ہر کہ بر درویشی صبر کند برائے خدائے تعالی ایشان را سہ خصلت بود کہ ہر گز توانگری را نبود یکی آنکہ در بہشت کوشکھا ست کہ اہل بہشت آن را چناں نبیند کہ اہل دنیا ستارہ راو آن نیست الا جای پیغمبراں ودرویشاں وشہیداں''

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۷ ۲ ۴، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گِلہ کر بھیجا کہ یارسول اللہ دین ودُنیا کی نیکی تو اَمیروں ہی نے لوٹ لی کہ وہ صدقہ اور زکوٰۃ اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے۔رسول اللہ ﷺ نے فقیروں کے ایلچی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا، تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ مَیں اُنہیں دُوست رکھتا ہوں، تُو ان سے کہہ دے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اُس کے واسطے تین درجے ایسے ہیں کہ اَمیروں کے واسطے نہیں ہیں۔ایک یہ کہ اہل بہشت کو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے

[1] دفاع، ج1 ص822، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اہل دُنیا کو ستارے اور وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی۔
یہاں تین فقیر خود نبی کریم ﷺ نے ذکر کئے (۱) فقیر پیغمبر (۲) فقیر مسلمان (۳) فقیر شہید۔ اور لامحالہ مسلمان و شہید فقیر سے پیغمبر فقیر کا فقر زیادہ ہوگا، تو ان بد بخت رضاخانیوں کا فتویٰ تو نبی کریم ﷺ پر لگ رہا ہے۔ ''فقیری'' کو عیب سمجھنے والے یہ ''سگان رضا'' ''کیمیائے سعادت'' میں چوتھی فصل فقیر اور زہد کے بیان میں کو شروع سے لے کر آخر تک حرف بحرف پڑھیں، انشاء اللہ ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے''۔[1]

الجواب: مَوصوف نے حوالے کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے، اور اس حوالے کا مولوی طارق جمیل کی تقریر سے کوئی تعلق نہیں، موصوف کی غلطیوں کو ہم یہاں واضح کرتے ہیں۔

غلطی نمبر (1)

موصوف نے ترجمہ میں غلطی کی ہے:

''وآن نیست الا جای پیغمبراں ودرویشاں وشہیداں''۔[2]

کا ترجمہ موصوف نے غلط کیا ہے، موصوف اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی''۔[3]

حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

''وہ نہیں ہے جگہ مگر پیغمبروں کی، دَرویشوں کی اور شہیدوں کی''۔

یعنی وہ جگہ صرف پیغمبروں، دَرویشوں، شہیدوں کی جگہ ہے، مگر موصوف نے جو ترجمہ کیا ہے وہ سمجھنے سے بالاتَر ہے۔

غلطی نمبر (2)

[1] دفاع، ج1 ص822-823، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص822، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص823، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''یہاں تین فقیر خُود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذِکر کئے(۱) فقیر پیغمبر(۲)فقیر مسلمان (۳) فقیر شہید''۔[1]

حالانکہ موصوف نے فارسی عبارت خُود نقل کی ہے اِس میں بھی اَنبیاء علیہم السلام اور شہیدوں ومسلمانوں کے ساتھ فقیر کا لفظ موجود نہیں مگر موصوف نے ذِکر کیا ہے۔

غلطی نمبر(3)

اِعتراض تھا طارق جمیل صاحب کا مُوازنہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فقیر کے اِطلاق کا۔مگر موصوف نے دلیل میں جو رِوایت نقل کی ہے اس میں کہیں ایسا مذکُور نہیں کہ اُمّتی کو یہ حق دیا جارہا ہو کہ وہ اَنبیاء کرام علیہم السلام پر اس کا اِطلاق کرے۔

موصوف نے جو رِوایت نقل کی ہے اُس میں بھی لفظ فقیر کا اِطلاق موجود نہیں،مگر موصوف نے شاید کوئی قسم اُٹھا رکھی ہے کہ وہ ایسی دلیلیں پیش کریں گے جن کا مقصود سے کوئی تعلق نہیں۔اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے جو لفظ بطورِ عاجزی استعمال فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق حاصل ہے،مگر اُمّتیوں کو اپنے آقا کی لئے ایسا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں جس کو علماء وصلحاء نے منع کیا ہو۔

بہرکیف موصوف نے جو رِوایت نقل کی ہے اس سے ہرگز موصوف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔

''سگانِ دُنیا''

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''فقیری'' کو عیب سمجھنے والے یہ ''سگان رضا'' ''کیمیائے سعادت'' میں چوتھی فصل فقیر اور زُہد کے بیان میں کو شروع سے لے کر آخر تک حرف بحرف پڑھیں،انشاءاللہ ہوش ٹھکانے

[1] دفاع،ج1ص823،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

لگ جائیں گے۔[۱]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت رکھنے والے حضرات بطور عاجزی و اِنکساری اپنے آپ کو''سگ ِ رضا'' لکھتے ہیں۔موصوف نے اس بات کا بھی طعنہ دیا ہے حالانکہ اس میں طعنہ دینے والی کوئی بات نہیں۔ بَرِّصغیر میں بزرگانِ دین بطورِ عاجزی و اِنکساری اپنے لئے ایسے اَلفاظ استعمال کرتے رہے ہیں جس کا مقصود صرف دَعوائے غلامی ودَعوائے وفاداری ہوتا ہے۔اور جس طرح اَصحابِ کہف کے پیچھے لگنے کی وجہ سے ایک کتّا شرف یاب ہوگیا اُسی طرح اَولیاءاللہ سے نسبتِ غلامی رکھنے کی وجہ سے شاید نگاہ کرم ہوجائے ،اسی بِنا پر برصغیر میں بطورِ عاجزی واِنکساری اس لفظ کا استعمال کیا گیا ، پھر بھی ہمیں خُوشی ہے کہ ولی کامل سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے''سگانِ رضا'' کا ہمیں طعنہ دیا گیا۔

دیوبندی تو پیٹ کے کتّے ہیں، چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی نے اپنے آپ کو پیٹ کا کتّا قرار دیا ہے،حوالہ مُلاحظہ کریں:

''مَیں اتنا بڑا دُنیادار پیٹ کا کتّا ہوں کہ دینی خدمات دُنیا کے بدلے میں کرتا ہوں''[۲]

ان پیٹ کے کتّوں کوکیا پتہ کہ مقربینِ بارگاہِ الٰہی کا کیا مقام ہے؟ اوران کی شان میں کون سے اَلفاظ استعمال کرنے چاہیے۔یہ پیٹ کے کتّے ہر وقت پیٹ کی فکر میں ہوتے ہیں،اور ڈالروں کی کھنک اورلالچ میں جومنہ میں آتا ہے وہی بک دیتے ہیں۔

بہرکیف راقم کے اس جواب سے پیٹ کے کتّوں کا ہوش ٹھکانے آگیا ہوگا اور دوبارہ وہ ''سگانِ رضا'' پراعتراض نہ کرینگے۔

علاوہ اَزیں''کیمیائے سعادت'' میں فقروزُہد کی کتنی بھی تعریف ہو کیا اِس میں ایسا موجود

---

[۱] دفاع،ج1ص823،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[۲] آداب اختلاف،حدودِ اختلاف،ص174،جامعہ عربیہ احسن العلوم،گلشن اقبال بلاک،کراچی

ہے کہ ایک اُمتی لفظِ فقیر کا اِطلاق رسولِ اکرم ﷺ پر کر سکتا ہے؟۔

ہرگز نہیں! موصوف میں اگر ہمت ہے تو حوالہ پیش کریں۔ موصوف نے چُن چُن کر جو حوالے پیش کئے تھے اُن کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ باقی کا اَندازہ آپ خُود لگا سکتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جہاں تک چولہا نہ جلنے کی بات ہے تو وہ خُود حدیث میں موجود ہے۔ اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے فرماتی ہیں کہ:

یابن اخی انا کنا لننتظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلاثہ اھلۃ فی شھرین وما اوقدت فی ابیات النبی ﷺ نار قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء۔ (بخاری ومسلم)

اَے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ﷺ کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہؓ نے دریافت کیا، پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس پانی اور کھجور''۔[1]

الجواب: ہمارے بزرگوں نے سچ فرمایا ہے کہ:

بے عشق محمد ﷺ جو پڑھتے ہیں بُخاری
آتا ہے بُخار ان کو نہیں آتی بُخاری

فَقرِ نبوی ﷺ اختیاری تھا

موصوف اگر اس حدیث کی شرح ہی دیکھ لیتے تو دیوبندی موصوف کو ایسا لکھنے کی جرأت نہ ہوتی اور وہ یُوں بہکی ہوئی گفتگو نہ کرتے

[1] دفاع، ج1 ص823، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

حوالہ نمبر (1)

علّامہ ابنِ بطال ابُوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک [م 449ھ] فرماتے ہیں کہ:

"وفى حديث عائشة ما كان النبى، عَلَيْهِ السَّلام، عليه من الزهد فى الدنيا، والصبر على التقلل، وأخذ البلغة من العيش، وإيثار الآخرة على الدنيا؛ لأنه حمد حين خير بين الدنيا والآخرة، فاختار الآخرة، وأن يكون نبيًا عبدًا، ولا يكون نبيًا ملكًا، فهذه سنته وطريقته".[1]

''یعنی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا سے زُھد، قلیل غذا پر صبر اور عیش کے بدلے مختصر غذا اور دُنیا پر آخرت کو ترجیح دینا ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد ہوئی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اِختیار فرمایا اِس لئے کہ آپ نبی عبد ہوں اور بادشاہ نبی نہ بنیں، پس یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت وطریقہ ہے''۔

حوالہ نمبر (2)

علّامہ تاجُ الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ [م 771] اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''وَالْجمع بَين ذَلِك وَقَضِيَّة الْوِصَال أَنه ﷺ كَانَت لَهُ أَحْوَال بِحَسب مَا يختاره الله تَعَالَى لَهُ ويرتضيه فَتَارَة الْجُوع وَتارَة التقوية على الصَّوْم وكل حَال بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ فِي وَقتهَا أكمل وَأولى هَكَذَا كَانَ خطر لي وَالَّذِي أَنا عَلَيْهِ الْآن أَنِّي لَا أدرى من حَاله ﷺ فِي الْجُوع شَيْئا وَالَّذِي أعتقده أَنه كَانَ جوعا اختياريا لَا اضطراريا وَأَنه ﷺ كَانَ يقدر على طرده عَن نَفسه إِمَّا بِأَن تنْصَرف عَنهُ شَهْوَة الطَّعَام وَالشرَاب مَعَ بَقَاء الْقُوَّة

[1] شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج7ص85، مكتبة الرشد - السعودية، الرياض

بِإِذن الله وَإِمَّا بتغذية الله الْمُغنيَة لَهُ عَن الطَّعَام وَالشرَاب وَإِمَّا بتناول الْغذَاء فقد كَانَ النبي ﷺ قَادِرًا على ذَلِك"۔ [1]

"یعنی قضیہ وصال اور ان باتوں کے درمیان جمع و تطبیق اِس طرح ہے کہ آپ ﷺ کے لئے مختلف اِحوال تھے جو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے پسند فرماتا اُس کے مطابق کبھی بھوک اور کبھی روزوں پر تقویت کے لئے، اور ہر حالت آپ ﷺ کے لئے اپنے وقت پر اَکمل اور لائقِ حال تھی۔

یہ وہ بات ہے جو میرے دِل میں گزری اور جو میرا اب عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بھُوک کے بارے میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں جانتا، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ بھُوک اِختیاری تھی، اِضطراری نہ تھی اور آپ ﷺ اس کے دَفعیہ پر بھی قادِر تھے، اور اس کے مختلف طریقے تھے:

ایک یہ کہ آپ ﷺ اپنی ذات سے کھانے پینے کی خواہش کو دُور فرما دیتے اور قُوت بھی اپنی جگہ باذن اللہ باقی رہتی، یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی غذا مہیا ہو جاتی جو کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتی، یا خُود حضورِ اکرم ﷺ غذا تناول فرما لیتے آپ ﷺ اس پر قادر تھے"۔

حوالہ نمبر (3)

علّامہ محمد بن یُوسف بن علی کرمانی [م 786ھ] فرماتے ہیں کہ:

"وفي حديث عائشة زهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في الدنيا والصبر على التقلل وأخذ البلغة من العيش وإيثار الآخرة على

[1] طبقات الشافعية الكبرى، ج3ص133، هجر للطباعة والنشر والتوزيع

الدنیا". [1]

''یعنی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا دُنیا سے زُھد، قلیل غذا پر صبر اور عیش کے بدلے مختصر غذا اور دُنیا پر آخرت کو ترجیح دینا ثابت ہوتا ہے''۔

حوالہ نمبر (4)

علّامہ بدرالدین عینی ابُومحمد محمود بن احمد حنفی [م855ھ] فرماتے ہیں کہ:

"وَفِي الحَدِيث زهد النَّبِي -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي الدُّنْيَا وَالصَّبْر على التقلل وَأخذ الْبلْغَة من الْعَيْش وإيثار الْآخِرَة على الدُّنْيَا". [2]

''یعنی حدیث میں آپ ﷺ کا دُنیا سے زُھد، قلیل غذا پر صبر اور عیش کے بدلے مختصر غذا اور دُنیا پر آخرت کو ترجیح دینا ثابت ہوتا ہے''۔

حضورِ اکرم ﷺ کے یہ معاملات اِختیاری تھے، آپ ﷺ اِن کے دَفعیہ پر قادِر تھے مگر آنحضرت ﷺ نے اِن معاملات کو اِختیار فرمایا، مگر دیوبندی ان معاملات کو اضطراری سمجھتے ہیں، اور حضورِ اکرم ﷺ کیلئے نعوذ باللہ بے بسی کا تاثر دیتے ہیں۔

حوالہ نمبر (5)

علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"قال العلماء رحمهم الله تعالى كان فقر النبي ﷺ اختياريا". [3]

---

[1] الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، ج 11 ص 111، دار إحياء التراث العربي

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج13 ص127، دار إحياء التراث العربي

[3] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، ج7 ص105، دار الكتب العلمية بيروت

''علماء نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا''۔
لہٰذا طارق جمیل کا ان کالے میلے کپڑوں والے مزدوروں کے فقر سے موازنہ کرنا جن کا فقر اِضطراری ہے) دُرست نہیں۔ اہل عشق تو یُوں لکھتے ہیں

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اَنبیاءِ کرام احکاماتِ خُداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصِر تھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ: ''نبی اور رسول اللہ کے حکم سے یہ بتلاتا ہے کہ کفر وشرک روح کیلئے مہلک ہے۔۔۔ مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کا [کے] ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے'' (عقائد اسلام، ص ۶۴ ج ۲، طبع، لاہور) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵
الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو ساری بات سمجھ آ جائیگی:
غرض یہ کہ کوئی مریض بغیر طبیب کی رہنمائی کے خود اپنا علاج نہیں کرسکتا اسی طرح روحانی مریض بغیر طبیب روحانی کے خود اپنے باطنی امراض کا علاج نہیں کرسکتا۔ جسمانی طبیب مریض کو یہ بتلاتا ہے کہ سم الفار (سنکھیہ) مہلک ہے مگر عقلی طور پر اس کی وجہ نہیں بتا سکتا کہ سم الفار (سنکھیہ) میں ہلاک کرنے کی تاثیر اور خاصیت کیوں رکھی گئی ہے، اسی طرح نبی اور رسول اللہ کے حکم سے بتلاتا ہے کہ کفر اور شرک روح کیلئے مہلک ہے اور کفر وشرک روح کو ہلاک کرنے میں سم الفار کا حکم رکھتا ہے اور یہ بتلانا کہ تکبر اور حسد اور حرص وطمع اور بدکاری اور بے حیائی وغیرہ وغیرہ اس قسم کی چیزیں روح کو ہلاک کرنے والی ہیں مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح

کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے، انبیاء کا اصل مقصود سعادت اور شقاوت کو سمجھا دینا ہے اور بتلا دینا ہے کہ منزل مقصود آخرت ہے اور یہ دنیا رہ گزر ہے۔ محض عقل سے تو دنیا کا راستہ بھی نظر نہیں آتا، آخرت کا راستہ محض عقل سے کیسے معلوم ہوسکتا ہے"۔

عقائد اسلام ص ٣٦٦، ادارہ اسلامیات)

اول بات تو یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی حضرت شیخ الحدیث مولنا کاندھلوی ۔۔ یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام احکام شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ صرف عقل اور اٹکل سے یہ نہیں بتا سکتے کہ کفر وشرک اور گناہ روح کو کس طرح ہلاک کرتی ہے اور یہ حقیقت نہیں بلکہ ان فواحش اور ذنوب کی تاثیر ہے جس جاہل کو حقیقت اور تاثیر میں فرق معلوم نہ ہوا سے علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے حیاء آنی چاہئے۔ انبیاء کا کام صرف اپنی امت کو یہ بتلا دینا ہے کہ ان فواحش سے دور رہو، یہ روح انسانی کیلئے مہلک ہیں اب کیوں مہلک ہیں یہ ان کے منصب نبوت ورسالت میں شامل نہیں۔ اور اس میں بھی صرف عقل سے بتلانے کی نفی کی گئی ہے، ہاں اللہ کسی پر راز کھول دے تو اس کی نفی نہیں کی گئی۔ احمد رضا خان کے والد نقی علی خان لکھتے ہیں:

"خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پروردگار نے علم روح کا کسی پر ظاہر نہ فرمایا، پس کسی کو کیا مجال ہے جو اس کی حقیقت سے تعرض کرے۔۔ بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر حقیقت روح کی عقل سے معلوم ہوتی پیغمبر خدا ﷺ جن کے کمال عقل پر موافق ومخالف کا اجماع ہے اس کو ضرور بیان فرماتے۔۔۔ علم بالکنہ (حقیقت) روح کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا"۔ (انوار جمال مصطفی، ص ۱۷۴)

رضا خانی جی! ہم آپ کے فتوے کے منتظر ہیں لاعلمی اور حقیقت دونوں الفاظ یہاں موجود ہیں؟"[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص823_824-825، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: موصوف نے ''عقائد الاسلام'' کا جو حوالہ نقل کیا ہے اس کا مفہوم بھی یہی نکلتا ہے کہ اَنبیاء کرام علیہم السلام احکامِ شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں۔

موصوف پھر بھی بضد ہیں کہ کاندھلوی نے یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہ السلام اَحکامِ شریعت کے بتلانے سے قاصر ہیں۔ اگر موصوف عبارت پر غور کر لیتے تو شاید ایسا لکھنے کی جرأت نہ ہوتی کیونکہ کاندھلوی صاحب نے تو صاف صاف لکھا ہے کہ

''مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے رُوح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے''۔[1]

اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو سکتی ہے مگر موصوف پھر بھی نہ مانیں تو ہم ان کا کیا کریں۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

''اور اس میں بھی صرف عقل سے بتلانے کی نفی کی گئی ہے، ہاں اللہ کسی پر راز کھول دے تو اُس کی نفی نہیں کی گئی''۔[2]

عبارت میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ اَنبیاء کرام علیہم السلام سے صرف عقل سے بتلانے کی نفی کر رہے ہیں، باقی ان کیلئے ان تاثیرات کا علم ثابت کر رہے ہیں۔

اگر موصوف میں ہمت ہے تو وہ اعلان کر دیں کہ ہم اَنبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے ان علوم کے معتقد ہیں، دیکھتے ہیں کہ موصوف ایسا اعلان کب کرتے ہیں، مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسا اعلان ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ تاویلات ان کی دَفع الوقتی ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص824، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص825، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

خوابوں پر اعتراضات کا مسئلہ

موصوف نے اکابرینِ دیوبند کے خوابوں کے دفاع میں تقریباً ایک سو (100) صفحات کی طویل بحث کی ہے۔

موصوف نے لکھا ہے کہ: ''خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا''۔[1]

الجواب: ہم نے کب کہا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر ہوتا ہے، موصوف نے خواہ مخواہ اس کلیہ پر ڈیڑھ صفحہ لکھ مارا حالانکہ یہ کوئی نزاعی بات نہیں۔ پھر موصوف نے دُوسرا عنوان قائم کیا ہے کہ: ''خواب پر کوئی فتویٰ نہیں''۔[2]

اس بحث کو موصوف نے ص828 سے لے کر 831 تک پھیلایا ہے اور خُود اس بحث میں لکھا ہے کہ:

''خود رضا خانی غلام نصیر الدین سیالوی کہتا ہے: ''علمائے اہل سنّت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے''۔[3]

اور پھر خُود ہی موصوف نے نتیجہ اَخذ کرلیا کہ:

''اس کا مطلب ہے کہ بقول رضا خانیوں کے ایک کُفر اگر کوئی خواب میں کرے تو بریلوی علماء کو بھی اس پر اعتراض نہیں اعتراض بیداری کی حالت میں ہوگا''۔[4]

موصوف نے جب خُود حسب زُعم علماء اہلسنت کا عقیدہ نقل کر دیا ہے تو پھر انہیں خواہ مخواہ اس بارے میں طویل بحث کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص827، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص828، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص829، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[4] دفاع، ج1 ص830، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

''پس جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اِعتبار ہی نہیں تو خواب کی بُنیاد پر کسی پر گستاخی وکفر کا فتویٰ لگانا کتنا بڑا ظلم وجہالت ہے؟''۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کتاب ''حسام الحرمین'' موجود ہے، موصوف بتائیں کہ کیا ''حسام الحرمین'' میں خواب لکھے گئے ہیں یا اس کتاب میں علمائے دیوبند کے خوابوں پر ہی علمائے حرمین نے فتوے دیئے ہیں یا ''تقویۃ الایمان''، ''حفظ الایمان''، ''تحذیر الناس''، ''براہین قاطعہ'' کی عباراتِ متنازعہ اکابرینِ دیوبند نے خواب میں لکھی ہیں۔

موصوف جذباتی باتیں لکھ کر عوامُ الناس کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باقی اتنا ضرور ہے کہ موصوف آج جن باتوں کو ظلم وجہالت قرار دے رہے ہیں، موصوف کے ہم پیالہ بھائیوں نے اپنے مخالفین پر ایسے ہی اِعتراضات کئے ہیں اس وقت موصوف اور اُن کے ہم نوالہ گروہ کو یہ اُصول یاد نہیں آتے۔ حوالہ مُلاحظہ کریں

الیاس گھمَّن کا ایک خواب کو انبیاء علیہم السلام کی گُستاخی قرار دینا

دیوبندی موصوف کے متکلم اسلام الیاس گھمن (جن کے سیرت پر پُوری پُوری کتابیں شائع ہیں) نے سُرخی قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد''۔[2]

پھر اسی عنوان کے تحت عقیدہ نمبر ۵۶ ذکر کرتے ہوئے لکھا:

[سُرخی] ''حضور حضرت معین الدین کی صورت میں:

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جمعہ کی بیوی فوت ہوگئی، وہ بہت

---

[1] دفاع، ج1 ص829، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص400، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

اُداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سنیے:

''رات کو خواب میں میاں جمعہ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔ جس وقت میاں جمعہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اُٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولانا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے''۔[1]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ دِیوبندی موصوف کے متکلم اسلام الیاس گھمن نے خواب پر فتویٰ لگایا ہے، اور خواب کے واقعہ کو گستاخی انبیاء، توہین انبیاء کرام علیہم السلام قرار دیا۔ لہٰذا موصوف کے فتوے کے مطابق اِلیاس گھمن صاحب سب سے بڑے ظالم و جاہل قرار پائے اِنہوں نے ہی ظلم و جہالت کا اِرتکاب کیا ہے۔

ملّاں مانچسٹروی کا خواب پر فتویٰ

حوالہ نمبر (2)

دیوبندی مَوصوف لکھتے ہیں کہ:

''پس جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں تو خواب کی بنیاد پر کسی پر گستاخی و کفر کا فتویٰ لگانا کتنا بڑا ظلم و جہالت ہے؟''۔[2]

اب دیوبندیوں کے مُلاں مانچسٹروی کی سنیں، مُلّاں مانچسٹروی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جمعہ کی بیوی فوت ہوگئی، وہ بہت اداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سنیے:

---

[1] فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، ص413، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

[2] دفاع، ج1 ص829، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

''رات کوخواب میں میاں جمعہ کومحبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے، لیکن حضورؐ نے اپنے چہرۂ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔ جس وقت میاں جمعہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سیدِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اُٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے''۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ جناب محمد معین الدین اپنے مراتب میں اتنے بُلند جاچکے تھے کہ خُود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اسلام کے اس عقیدے میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمیع کمالات میں ایک بے مثل ذات تھے۔ یہ لوگ غلط عقائد میں اِنتہا کو جاچکے ہیں۔ ان کے غلام جہانیاں لکھتے ہیں:

وہ مدنی محمد معین بَن کے آیا
غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر
جو یثرب سے چاچڑ نشین بن کے آیا

ولی اللہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمد کبھی نہیں ہوسکتا۔ اولیاء اللہ کے جملہ کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال وکمال کی ایک کرن کی برابری نہیں کرسکتے چہ جائیکہ کسی بزرگ کو آپ کی جمیع صفات میں آپ کا ظلی وجود کہہ دیا جائے''۔ [1]

مُلّاں مانچسٹروی نے خواب کی وجہ سے گستاخی وکُفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ لہٰذا موصوف کے نظریے کے مطابق، دیوبندی مذہب کے مُلّاں مانچسٹروی ظالم وجاہل قرار پائے۔

---

[1] مطالعہ بریلویت، ج2 ص293، حافظی بک ڈپو، دیوبند، یوپی

دِیوبندیّوں کے مُلّاں رب نواز حنفی کا خواب پر فتویٰ

حوالہ نمبر (3)

دیوبندیوں کے مُلّاں رب نواز حنفی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین: قرآن پاک میں اِرشادِ ربانی ہے:'' قیامت کے روز ہم ہر گروہ کو اُس کے امام کی طرف سے بلائیں گے (بنی اسرائیل: ۷)

ایک مرتبہ عالم رؤیا میں ایک مجلس پاک دیکھی جس میں عام لوگوں کے علاوہ اہل سلسلہ علماء کرام اور اولیاء بھی تشریف فرما ہیں۔ حضرت امام ابُوحنیفہ اور قبلہ لاثانی سرکار بھی محفل پاک میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت امام ابُوحنیفہ نے لاثانی سرکار کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تمام اہل سلسلہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمھارے امام یہ لاثانی سرکار ہیں۔ (نوری کرنیں ص ۲۰۲)

گویا امام ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت منسوخ ہے اور بقول لاثانیوں کہ قُرآن کی اس آیت کی رُو سے قیامت کے روز لاثانی سرکار کی امامت میں لوگوں کو اُٹھایا جائے گا۔ معاذ اللہ''۔[1]

دیوبندی موصوف کے نظریے کے مطابق دیوبندیوں کے مُلّاں رب نواز حنفی صاحب جاہل وظالم قرار پائے جنھوں نے خواب پر فتویٰ لگایا ہے۔

بہر حال اِن حوالوں سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے دو منہ اور دو چہرے ہیں، اِن کے پاس لینے اور دینے کے باٹ ایک نہیں۔ اپنی باری آتی ہے تو بڑی معصومیت سے مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہیں کہ خواب کی بُنیاد پر کسی پر گستاخی وکُفر کا فتویٰ لگانا، بڑا ظلم و جہالت قرار دیا معمولی سے بات ہے، لیکن جب مخالفین کی بات آتی ہے تو دیوبندی مذہب کے یہ جاہل

---

[1] فرقہ لاثانیہ کے عقائد ونظریات ص:130۔131، جمعیت اہل السنت والجماعت پاکستان

سپوت خوابوں کو ذِکر کر کے مخالفین پر گستاخی و توہین کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

نانوتوی کا خواب، میں اللہ تعالی کی گود میں بیٹھا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اعتراض ۷۷: توہین ہی توہین اُلوہیت ورسالت اللہ کی گود میں نانوتوی۔نعوذ باللہ۔

یہ جاہلانہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ''بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے ایام طفلی میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں''۔(سوانح قاسمی ۱۳۲ ج۱، تذکرہ مشائخ دیوبند،ص ۱۴۳،مبشرات ۶۵،ص،سوانح عمری،ص ۳) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص۸۶)

الجواب: اب کوئی اِس جاہل سے پوچھے کہ اس میں کہاں ہے کہ نبوت واُلوہیت اللہ کی گود میں ہے؟ ماقبل میں اُصول گزر چکا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا یہ ایک تعبیر طلب شے ہے اس کا سیدھا سادھا مطلب وتعبیر ہے:

''تم کو اللہ تعالی علم عطا فرمائے گا اور وہ بہت بڑے عالم ہوں گے اور نہایت شہرت ہو گی''۔(سوانح قاسمی، ج۱،ص ۱۳۲)

قرآن پاک میں اللہ کیلئے ہاتھ، چہرے،اور پنڈلی کا ذکر آیا ہے تو اگر ان الفاظ میں تاویل ہوسکتی ہے تو خواب کی تعبیر کیوں نہیں؟ وہاں الفاظ کو ظاہر پر کیوں رکھا جا رہا ہے؟ بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری اس خواب کی تعبیر کرتے ہیں: ''اس سے مراد اللہ تعالی کے فیض و برکت کا نصیب ہونا ہے''۔(خوابوں پر اعتراضات،ص ۶۸)

علامہ عبدالغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

ومن رای انه یعانقه ویقبل عضوا من اعضائه فاز بالاجر [بالاجر] الذی یطلبه

(تعطیر الانا، ج۱،ص۹)

جس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے ساتھ معانقہ (گلے) کر رہا ہے یا اس کے اعضاء میں

سے کسی عضو کو بوسہ دے رہا ہے تو خواب والا انشاء اللہ اپنے مطلوبہ اجر کو پائے گا۔
مزید لکھتے ہیں:
ومن رای ان اللہ تعالی مسح علی راسه وبارکه فان اللہ تعالی یخصه بکرامته وبرفع قدره (تعطیر الانام ص۹)
اگر کسی نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سر پر دست مبارک رکھے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کرے گا۔
ومن رای کانه صار الحق سبحانه وتعالی اهتدی الی الصراط المستقیم۔
(تعطیر الانام ج۱ ص۹)
اگو کوئی شخص خود کو خواب میں خدا بنا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص صراط مستقیم پر چلے گا۔
رضا خانیو! گود پر تو تمہیں گستاخی کا فتوی نظر آنے لگا اب لگاؤ عبد الغنی نابلسیؒ پر بھی کوئی فتوی جو اللہ تعالی سے گلے ملوا رہے ہیں بوسے دلوا رہے ہیں سر پر ہاتھ پھروا رہے ہیں بلکہ خود خدا بن رہے ہیں؟؟؟[1]

الجواب: موصوف نے اپنے حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی کی صفائی میں مذکورہ بالا تحریر رقم فرمائی ہے مگر وہ خود بھول گئے کہ ان کے ہم مشرب وہم پیالہ لوگوں نے کیا لکھا ہے۔
جامعہ دار العلوم کراچی کے فاضل محمد نواز فیصل آبادی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:
''خدائی منصب'' کی سرخی قائم کرنے کے بعد لکھا کہ:
''جب یہ دونوں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر حملہ کر چکے تو ظاہر بات ہے کہ آپؐ سے اعلیٰ واشرف ذات صرف خدا تعالیٰ کی ہے، اس لئے ان دونوں نے خدا تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر حملہ کر کے اپنے آپ کو خدا اور خدائی صفات کا مظہر ٹھہرایا، چنانچہ

---

[1] دفاع، ج1 ص831-832، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

(۱)رأیتنی فی المنام عین الله وتیقنت اننی هو ولم یبق لی ارادة ولا خطرة ۔۔۔وبین ما انا فی هذه الحالة کنت اقول انا نرید نظاماً جدیداً سماء جدیدة وارضنا جدیدة فخلقت السموات والارض او لا بصورة اجمالیة لا تفریق فیها ولا ترتیب ثم فرقتها ورتبتها ۔۔۔وکنت اجد نفسی علی خلقها کالقادرین ثم خلقت السماء الدنیا وقلت انا زینا السماء الدنیا بمصابیح ثم قلت الان نخلق الانسان من سلاسه من طین ۔۔۔فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم وکنا کذالک الخالقین"۔

ترجمہ:''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہٖ اللہ ہوں۔میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں اور نہ میرا ارادہ باقی رہا اور نہ خطرہ۔۔۔اسی حال میں (جب کہ میں بعین ہی خدا تھا) میں نے کہا کہ ہم ایک نیا نظام، نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائے،جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔پھر میں نے ان میں جدائی کر دی اور ترتیب دی ۔۔۔اور میں اپنے آپ کو اس وقت ایسا پاتا تھا کہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔پھر میں نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ذریعہ مزین کیا۔پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔پس میں نے آدم کو بیانا اور ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور اس طرح سے میں خالق ہو گیا''۔[1]

قارئین کرام! آپ مُلاحظہ کر سکتے ہیں کہ دیوبندی موصوف نے خواب میں خُدا بننے کی تعبیر صراط مستقیم پر چلنے والی نقل کی ہے۔مگر قادیانی کذاب نے یہ دیکھنے کا دعویٰ کیا تو خُود دیوبندیوں نے اسے خُدا تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر حملہ قرار دیا۔

---

[1] قادیانیت اور گوہر شاہیت کا تقابل اسلام کی عدالت میں،ص 192-193،مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

دِیوبندیوں کے یہ دو مختلف اُصول کیوں ہیں؟ صرف اس لئے کہ جب ان کے اپنے اکابرین کی باری آتی ہے تو اِنہیں جھوٹے فَرسُودہ خواب وتوہمات بھی خُوش نُما نظر آتے ہیں، مگر دُوسروں کیلئے ان کے اُصول نرالے ہیں۔

اب کیا موصوف اپنی نقل کردہ تعبیر کی وجہ سے قادیانی کذاب کو راہِ راست پر مان لیں گے؟ یا اسے کذاب و گُستاخ قرار دیں گے۔

اگر وہ قادیانی کے کذاب ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں تو پھر اپنے ہی قائم کردہ اِعتراض کی وجہ سے حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ پر کون سا فتویٰ لگائیں گے؟۔

اگر قادیانی کذاب گستاخ ہے اور اس کا خواب خُدا تعالیٰ کی ذات پر حملہ ہے تو پھر قاسم نانوتوی کا خواب گستاخی کیوں نہیں؟

کیا دیوبندی موصوف کی نقل کردہ مذکُورہ تعبیرات قاسم نانوتوی کے خواب کے لئے کافی ہیں تو پھر قادیانی مذہب کیلئے کیوں نہیں؟

اگر قادیانی کذاب کیلئے ناکافی ہیں تو پھر قاسم نانوتوی کیلئے مگر مچھ کے آنسو کس لئے بہائے جارہے ہیں۔

(**نکتہ**) حضورِ اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اِنکار کر کے اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کرنے والے قادیانی کذاب کیلئے کُفر و اِرتداد کی راہ ہموار کرنے والے قاسم نانوتوی نے اپنے لئے خواب میں اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھنے کا دعویٰ کیا۔

آج کل دیوبندی بظاہر قادیانی کذاب کے خواب کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر حملہ قرار دے رہے ہیں اور اس کے لئے راہ ہموار کر کے دینے والے قاسم نانوتوی کے خواب کی وکالت کر رہے ہیں۔ دیوبندیوں کا یہ دوغلا پن ان کے کردار پر سوالیہ نشان ہے۔

علّامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیرات کی حقیقت اور دیوبندی موصوف کا دُھوکا

علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو صاف لکھا ہے کہ:

"رؤيته في المنام تختلف باختلاف السرائر فمن رآه بعظمته وجلاله بلا تكييف ولا تشبيه ولا تمثيل كان دليلاً على الخير وهي بشارة له في دنياه وسلامة دينه في عقباه وإن رآه على خلاف ذلك كانت رؤياه دالة على سوء سريرته خصوصاً أن لا يكلمه تعالى".[1]

''خواب میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت دیکھنے والوں کی نسبت واَحوال کے اِختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی عظمت وجلال کے ساتھ بِلا کیفیت و بِلا تشبیہ و بِلا تمثیل دیکھا تو اُس کا دیکھنا خیر پر دلیل ہوگا۔ اور یہ اُس کے لئے بشارت ہوگی دُنیا میں، اور اُس کے لئے آخرت میں دین کی سلامتی کی دلیل ہوگی، اگر اِس کے خلاف دیکھا تو اس کا خواب اس کی بد نیتی پر دلالت کرنے والا ہوگا، بالخصوص اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہ فرمائے''۔

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بِلا تشبیہ و بِلا تمثیل دیکھنا سلامتی دین پر دلالت کرتا ہے، لیکن اس کے بَرخلاف دیکھنا بد نیتی و بداعمالی پر دلالت کرنے والا ہوتا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ اُردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: ''ایک صالح فخر عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ ﷺ کو یہ

---

[1] تعطير الأنام في تعبير المنام، ص13،

کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا''۔ (براہین قاطعہ، ص ۲۶، دیوبندی، ص ۳۰ طبع کراچی) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۶، ۸۷)

الجواب: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی زبان حدیث کو اردو میں علماء دیوبند و دار العلوم دیوبند نے متعارف کروایا، زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی جو خدمت دار العلوم دیوبند نے کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

کسی دوسرے سے کوئی زُبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بخاری میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری، ج ا ص ۴۷۵)

مولوی نعیم الدین مرادآبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیموئیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزائن العرفان، ص ۹۴)

بلکہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم کا استاذ تھا (معلم تقریر، ص ۹۵)''۔[1]

الجواب: گنگوہی صاحب نے خواب دیکھنے والے شخص کو صالح قرار دیا، سب سے پہلے یہاں پر تحقیق طلب بات یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا یہ شخص کون تھا، اس حقیقت سے نقاب کُشائی کرتے ہوئے حضرت مولانا رَحمتُ اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

''پھر ایک فاسق مَرْدُود کو جو اپنے کو حضرت عیسٰی [علیہ السلام] کے برابر سمجھتا تھا، اور سب اَنبیائے بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجہ خُدائی پر پہنچاتا تھا، عیسٰی اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذِکر ہے۔ اور اس کے مُرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت بہاء الدین نقش بندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور

[1] دفاع، ج1 ص833-834، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھو کہا صالحین اور ہزار ہا اولیائے مقبول ربُّ العالمین گزرے ہیں کافر اور گم راہ بتلاتا تھا اور بفحوائے

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اِس مَردُود کا دُنیا کی کمائی کے لیے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دُوسرا چھوٹا بھائی اس کا اِمامُ الدین نام چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اِس مَردُود کو مَرد صالح کہتے تھے، اور جو علما اِس مَردُود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے اور کہتے تھے مَرد صالح ہے، الحمدللہ کہ خُدا تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعویٰ کرتا تھا، اُس میں بالکل ہی جھوٹا کیا''۔ [1]

یاد رہے کہ ''تقدیس الوکیل'' پہلی بار عمائدین دیوبند کی زندگی میں شائع ہوئی، ''تقدیس الوکیل'' کے مندرجہ بالا حوالہ پر اگر دیوبندی موصوف اعتراض کریں تو اس حوالے کے ساتھ دیوبندیوں کے نزدیک معتبر کتاب کا حوالہ بھی رقم کر دیتے ہیں، مُلاحظہ کریں:

حوالہ نمبر (2)

دیوبندیوں کے لُدھیانوی خاندان کے ''فتاوی قادریہ'' میں مَرقُوم ہے کہ:

''جس روز قادیانی شہر لودھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے ''براہین'' کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ اَنبار دَر اَنبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

بَرعکس نہند نام زنگی کافور

[1] تقدیس الوکیل، ص449، طلبہ درجہ فضیلت ۲۰۱۲ء جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

اور گرد ونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مُرتد ہے، اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا، بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی۔۔صاحب نے ہماری تحریر کی تردِید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مَرد صالح قرار دیا، اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین ومولوی عبد القادر کے مُریدوں کے پاس روانہ کی۔

چنانچہ مولوی شاہ دین نے بَرسَر بازار رُو برو مُریدانِ منشی احمد جان ومُتَّبعانِ قادِیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب۔۔نے مولوی صاحبان کی تردِید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے ۔پھراس کے اٹکل پچو معنی کر کے اِس کو خوب سنایا۔

مولوی عبد العزیز صاحب نے اِس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خُوب دھجیاں اُڑائیں۔مولوی عبد اللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سُن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مُرتد کو مَرد صالح کیسے لکھ دیا۔جناب باری میں دُعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بَدشکل ہو کر لٹک پڑا۔غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بار دیگرے حیز وجود میں آنے لگے، اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردِید لکھی''۔[1]

اس حوالے سے'' تقدیس الوکیل'' والے حوالے کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ گنگوہی قادِیانی کو صالح قرار دیتا تھا۔اس خواب کو بھی گنگوہی نے بحوالہ صالح بیان کیا۔ جس سے صاف ظاہر کہ گنگوہی نے قادِیانی کو صالح کے پَردے میں چھپانے کی کوشش کی ہے، آخر وہ کیا معاملہ تھا کہ گنگوہی نے خواب تو لکھ دیا لیکن اس صالح آدمی کا صراحتاً نام نہیں لکھا کہ وہ خواب دیکھنے والا آدمی کون تھا۔حالانکہ دیو بندیوں کیلئے بزعمِ خُود یہ فخر کی بات تھی

[1] فتاویٰ قادریہ، مرتب: مفتی ضیاء الحسین لدھیانوی، ترتیب نو: مشہود مفتی، ص 57-58، اسلامی تعلیمی ادارہ جامع مسجد قادریہ، جناح کالونی فیصل آباد

جیسا کہ ان کے لکھنے سے بھی واضح ہے، تو پھر اس کا نام واضح لکھنے سے کس چیز کا ڈر تھا؟ مذکورہ حوالے سے ثابت و معلوم ہوا کہ یہ خواب دیکھنے والا قادیانی تھا جس کو گنگوہی نے صالح کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی، اگر اس کا نام بالصراحت لکھتا تو تقیہ کا یہ پورا لباس ننگا ہو جاتا۔

بہر کیف مذکورہ دلائل سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ خواب دیکھنے والا قادیانی تھا۔ ایسے مَن گھڑت خواب بنانے میں قادیانی یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ دیوبندیوں نے اس کے نوالے چبانے کی کوشش کی ہے اور اس بناوٹی خواب کیلئے جو دَلائل بیان کئے ہیں وہ دَلائل بھی قادیانی پیش کرتے ہیں۔

مولانا نذیر احمد رامپوری رحمہ اللہ کا اس خواب کو رَد کرنا

''اور اس نا انصاف سے مدح وخُوبی و مقبولیت نوم کسی مجہول سے اوّل رسالہ ''براہین قاطعہ'' میں ثابت کی اَور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو آجانا دیو بندیوں کے سبب سے لکھ کر اپنا گھر دوزخ میں بنایا ہے اَور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک کا مجلس میلاد شریف میں آنا کشوف و نیام سے قبول نہیں کرتا ہے، یہ سَراسَر بے انصافی و تعصب ہے، اپنے حق میں تو خواب کو حجّتِ شرعیہ ایسا جانا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس سے مقبولیت مدرسہ ثابت کی اور کشوف و بزرگانِ دین جن کا بطور ادب کے مانا، اور ''نُورالانوار'' وغیرہ میں لکھا ہے اُن کا باطل بے اعتبار ہونا بتاتا ہے اِس بارہ میں پس ایسے نا اِنصافوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ یہ کتاب ''براہین قاطعہ'' میں اَدِلہ الی آخرہ مَزخَرفات سے مَملُو ہے۔ عبارات جو اس میں منقول ہیں بے محل منقول ہیں بطور مشتے نمونہ اَز خروارے، یہ اَخلاط اِس کے راقم نے ظاہر کر دیئے تا کہ ضلال واَضلال و بے علمی و بے انصافی وعناد والداور اُس کے مؤلف کا منصفین اَذکیاء پر واضح تَر ہو جاوے''۔ [1]

---

[1] البوارق اللامعہ علی من اراد اطفاء الانوار الساطعہ بالدلائل، ص310، در مطبع پرشاد واقع بمبئی

مزید آپ ہی اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''دیکھو! یہاں اس گنگوہی نے واسطے ثبوت رُتبہ مدرسہ کے بمقابلہ مؤلف ''انوار'' اس خواب کو دلیل رُتبہ مدرسہ کی گردانا ہے اور معلوم ماخُوذ علم سے ہے، اور علم کے فقط تین طریق بیان کر چکا ہے، عقل وحواس وخبر رسول، اور یہ منام کسی میں سے نہیں اور علم کا ثبوت منام سے کرتا ہے اور رُتبہ مدرسہ کا معلوم ہونا اِس منام سے بتاتا ہے، منصفین کو اِن وہابیہ کی ہٹ دَھرمی پر غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت کے حضور کے بارہ میں تو منام کا کسی طرح کا اِعتبار نہ ہو اَور واہیات تقاریر سے اُس کو اُوٹھایا جاوے، اور اَقوال علماء وصلحاء اُس بارہ میں مٹایا جاوے، اور مدرَسہ کا رُتبہ منام سے ہی معلوم کرایا جاوے، یہاں مدرسہ کا رُتبہ معلوم ہونے کے واسطے دلیل بمقابلہ خصم بَن جاوے، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو آجانا بسبب علماء دیوبند کے ہووے، علماء دیوبند کا اِس قدر رُتبہ عالی قرار دیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی موافقت واِتباع بِلاضرورت کے کرنا پڑے، اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز ومولوی اسحاق وغیرہ علماء کبار اِن سے پہلے وپچھلے اُردو دان سے معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوا اور اُردو نہ آئی اور اِن علماء کے معاملہ پڑنے سے اُردو آگئی یا اِن اَکابر سے معاملہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہوا، بہرصورت اُن اَکابر سے بھی آجکل کے علماء دیوبند کا رُتبہ بہت بڑا ثابت ہوا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہابیہ نعوذ باللہ من ذالک شاگرد علماء دیوبند کا بھی بتادیویں اگر خَوف کُفریاتِ صریحہ کا نہ ہووے، بھائی تو بنا ہی چکے ہیں ہر انسان اَدنیٰ کا بھی، ایسے ایمان پر اَفسوس ہے''۔ [1]

علّامہ مجدد الدین ابن اثیر جزری رحمہ اللہ کا عقیدہ

"وقد عَرفتَ-أيّدك الله وإيّانا بلُطفه وتوفيقه-: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان أفصح العرب لسانا، وأوضحَهُمْ بيانا، وأعذَبَهم نُطقا،

[1] البوارق اللامعہ علی من اراد اطفاء الانوار الساطعہ بالدلائل، ص 347، در مطبع پرشاد واقع بمبئی

وأَسَدَّهم لفظاً. وأبيَنَهم لَهجَة. وأقومَهم حُجة.

وأعرَفَهُم بمواقع الخطاب، وأهدَاهم إلى طُرق الصواب. تأييداً إلهياً، ولُطفاً سماوياً. وعنايَةً رَبَّانية. ورعايَةً رُوحانية. حتى لقد قال له عليُّ بنُ أبي طالب كرم الله وجهه- وسَمِعَهُ يخاطبُ وَفْدَ بَني نَهْد-:

يا رسول الله نحن بنو أب واحد، ونراك تكلم وفود العرب بما لا نفهم أكثره! فقال: "أدَّبني رَبِّي فأَحسَنَ تأديبي، وَرُبِّيتُ في بني سَعْد". فكان صلى الله عليه وسلم يُخَاطب العرب على اختلاف شُعُوبهم وقبائلهم، وتَبَاين بُطونهم وأفخاذهم وفصائِلِهم، كلاً منهم بما يفهمون، ويحادثهم بما يعملون.

ولهذا قال- صَدَّق الله قَولَه-: "أُمِرْتُ أن أخاطبَ الناسَ على قَدْر عُقُولهم". فكأنَّ الله عزّ وجل قد أعْلَمه ما لم يكن يَعْلَمُه غيرُه من بني أبِيه، وجمع فيه من المعارف ما تفرَّق ولم يوجد في قَاصِي العَرَب ودَانِيه. وكان أصحابُه رضي الله عنهم ومن يَفِدُ عليه من الْعَرَب يعرفون أكثرَ ما يقوله، وما جَهِلوه سألوه عنه فيوضحه لهم". [1]

"اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد کرے تم جانتے ہو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زُبان کے اعتبار سے سارے اہل عرب سے فصیح تھے، بیان کے اعتبار سے واضح تھے، گفتگو کے اعتبار سے شیریں تھے، الفاظ کے اعتبار سے سب سے مناسب، لہجہ کے اعتبار سے واضح، حجت کے اعتبار سے سب سے درست تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کے مواقع کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے

[1] النهاية في غريب الحديث والأثر، ج1ص4، المكتبة العلمية - بيروت

والے تھے یہ سب کچھ تائید الٰہی، عنایت ربانی اور رعایت روحانی کی وجہ سے تھا، حتی کہ جب آپ ﷺ نہد سے گفتگو کر رہے تھے تو وہ گفتگو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سُن رہے تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ اہل عرب کے وفود کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے ہیں جس کا اکثر حصہ ہم نہیں سمجھ پاتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور ادب سکھانے میں کمال کر دیا اور میں نے بنو سعد میں پرورش پائی۔

اہل عرب کے خاندان، قبائل اور شعوب کے اختلاف کے باوجود انہیں ایسے کلام سے مخاطب فرماتے تھے جس کو سمجھ اور جان جاتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کو ان کی عقول کے مطابق مخاطب کروں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے جو آپ ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ متفرق امور آپ ﷺ میں جمع فرما دیئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل عرب کے وفود جو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے وہ آپ ﷺ کی گفتگو کا اکثر سمجھ لیتے اور جو نہ سمجھ سکتے وہ پوچھ لیا کرتے تھے، اور آپ ﷺ ان کے لئے اس کی وضاحت کر دیتے تھے"۔

اسی بات کو انہی سے علاّمہ صالحی شامی رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، مُلاحظہ فرمائیں:

"وقال الإمام أبو السعادات المبارك ابن محمد بن الأثير رحمهم الله تعالى في أول النهاية: قد عرفت أيدك الله تعالى وإيانا بلطفه وتوفيقه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أفصح العرب لسانا وأوضحهم بيانا وأعذبهم نطقا وأسدهم لفظا وأبينهم لهجة وأقومهم حجة، وأعرفهم بمواقع الخطاب وأهداهم إلى طريق

الصواب. تأييدا إلهيا ولفظا سمائيا وعناية ربانية ورعاية روحانية، حتى لقد قال له على رضى الله تعالى عنه وسمعه يخاطب وفد بنى نهد: يا رسول الله نحن بنو أب واحد، ونراك تكلم وفود العرب بما لا نفهم أكثره فقال: "أدبنى ربى فأحسن تأديبى وربيت فى بنى سعد". فكان رسول الله ﷺ يخاطب العرب على اختلاف شعوبهم وقبائلهم وتباين بطونهم وأفخاذهم وفصائلهم يخاطب كلا منهم بما يفهمون ويحادثهم بما يعلمونه، ولذلك قال صدق الله تعالى قوله: "أمرت أن أخاطب الناس على قدر عقولهم".

فكأن الله تعالى قد أعلمه ما لم يكن يعلمه غيره من بين أبيه وجمع فيه ما تفرق ولم يوجد فى قاصى العرب ودانيه، وكان أصحابه رضى الله تعالى عنهم ومن يفد إليه من العرب يعرفون أكثر ما يقوله وما جهلوه يسألونه عنه فيوضحه لهم"[1].

علّامہ قُسطلانی رحمہ اللہ کا عقیدہ

علّامہ احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ [م 923ھ] اِرشاد فرماتے ہیں:

''وقد كان هذا من خصائصه -صلوات الله وسلامه عليه، أن يكلّم كل ذى لغة بليغة بلغته، على اختلاف لغة العرب وتركيب ألفاظها وأساليب كلمها، كان أحدهم لا يتجاوّز لغته، وإن سمع لغة غيره فكالعجمية يسمعها العربى، وما ذلك منه -صلى الله عليه وسلم- إلّا بقوة إلهية وموهبة ربانية؛ لأنه بُعِثَ إلى الكافّة طرًا، وإلى الناس سودًا

---

[1] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، ج2ص 94-93 ،دار الكتب العلمية بيروت

وحمرًا، والكلام باللسان يقع فى غاية البيان، ولا يوجد غالبًا متكلم بغير لغته إلا قاصرًا فى الترجمة نازلًا عن صاحب الأصالة فى تلك اللغة، إلّا نبينا وسيدنا محمدًا -صلى الله عليه وسلم- كما تقدَّم، فإنه زاده الله تكريمًا وشرفًا، تكلم فى كل لغة من لغة العرب أفصح وأنصع بلغاتها".[1]

''بے شک یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بلیغ زبان والے کے ساتھ اُس کی زبان میں کلام فرماتے تھے اگرچہ لغت عرب اور اس کے ترکیب الفاظ اور اُسلوب کلام میں اختلاف ہے اور کوئی بھی شخص اپنی لغت سے تجاوز نہیں کر سکتا اگرچہ دوسرے کی زُبان وہ سنے بھی پھر بھی وہ اس طرح ہے جیسا کہ ایک عجمی ایک عربی کا کلام سنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت قوت الٰہیہ اور عطیہ ربانیہ کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوئے ہیں چاہے وہ سیاہ فام ہو یا سرخ فام۔ اور زُبان کے ساتھ کلام بیان کی انتہا میں واقع ہوتا ہے۔

اور کسی دوسری زبان میں کلام کرنے والا متکلم اصل زبان میں کلام کرنے والے سے درجے میں کم ہوتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان والے کے ساتھ فصیح و بلیغ انداز میں کلام فرماتے تھے، جیسا کہ گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرف اور بزرگی کو بہت زیادہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لغت عرب میں سے ہر لغت میں فصیح و بلیغ انداز میں کلام فرماتے''۔

عَلّامہ شهابُ الدين الخَفَاجِى عليه الرحمة کا عقیدہ

علّامہ شہاب الدین الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ [م1069ھ] فرماتے ہیں

(وخص ببدائع الحكم) اى خص صلى الله تعالى عليه وسلم بنطقه

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج2 ص51، المكتبة التوفيقية، القاهرة

لكل حكمة بديعة لم يسبق اليها والحكمة العلم النافع لمن وعاه من الزيغ والضلال وقال ابن عرفة الحكمة عند العرب ما تمنع من الجهل ولذا سمي الحاكم حاكما لمنعه التعدي (وعلم السنة العرب) أي انه صلى الله تعالى عليه وسلم يعلم لغالتهم لان اللسان يطلق على اللغة وعلم مخفف ماض مبني للفاعل أو مشدد مبني للمجهول أي علمه الله أو مصدر مجرور معطوف على بدائع الحكم (يخاطب كل أمة منها) أي كل قبلية وجماعة منهم (بلسانها) أي لغتها لاختلاف لغاتهم (ويحاورها بلغتها) أي يصاحبها ويراجعها بلغتها (ويباريها في منزع بلاغتها) المباراة بالراء المهملة غير مهموز والمباراة والمجاراة المعارضة وفعله مثل فعله (حتى كان كثيرا من الصحابة) رضي الله تعالى عنهم مع انهم فصحاء علماء وهذا غاية بجميع ما قبله أي لقوة فصاحته قد لا يفهمون كلامه لما فيه من المعاني البديعة التي لم يسمعوا بها أو لما يليها من تكلمه بجميع الالسنة لان السامع قد لا يعرف لغة غيره (يسالونه في غير موطن) أي في مواطن كثيرة (عن شرح كلامه وتفسير قوله) لانه صلى الله تعالى عليه وسلم لما أرسله الله لجميع الناس علمه جميع اللغات قال تعالى وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه وهو ﷺ مرسل للجميع"۔[1]

علّامہ محمد عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، ج 1 ص 386-387، دار الکتب العربی، بیروت

علّامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی علیہ الرحمۃ [م1122ھ] ارشاد فرماتے ہیں:

''فعَلَّمه الله جميع اللغات، قال تعالى: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ} [إبراهيم: 4] ، أي: لغتهم، فلمَّا بعثه للجميع علمه الجميع''۔[1]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زُبانیں سکھلادی تھیں، اِرشادِ ربانی ہے کہ: ''اور ہم نے ہر رسول اُس کی قوم ہی کی زُبان میں بھیجا'' یعنی ان کی لُغت کے ساتھ چونکہ آپ ﷺ تمام اِنسانوں کی جانب مبعوث ہیں اِس لئے تمام قوموں کی زُبانیں آپ ﷺ کو تعلیم کی گئی تھیں''۔

علّامہ بلقینی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علّامہ عبدالحیَ الکتانی [م1382ھ] علّامہ بلقینی وخفاجی علیہم الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں:

''استنبط العلماء من هذه الآية وهي قوله تعالى: وَما أَرْسَلْناكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً [سبأ: 28] وقوله تعالى وَما أَرْسَلْنا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسانِ قَوْمِهِ [إبراهيم: 4] أنه عليه السلام كان يعرف جميع اللغات، انظر شرح البلقيني لمجلس الشيخ الشوني رحمهما الله اهـ وفي شرح الشفا للخفاجي أنه صلى الله عليه وسلم علمه الله جميع اللغات''۔[2]

''یعنی علماء کرام نے اس آیت سے: ''اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رِسالت

---

[1] شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج5ص443، دار الكتب العلمية، بيروت

[2] التراتيب الإدارية (نظام الحكومة النبوية)، ج1ص189، دار الأرقم - بيروت

سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خُوشخبری دیتا، اور ڈرسنا تا'' اور اس آیت سے: ''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زُبان میں بھیجا'' سے اِستنباط کیا ہے کہ آپ ﷺ تمام زُبانیں جانتے تھے'' شرح بلقینی'' دیکھیں اور '' شرح شفا'' قاضی عیاض میں ہے کہ آپ ﷺ تمام زُبانیں جانتے تھے۔

علّامہ صاوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

علّامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

ان قلت ان کان المرادبقومه الذين نشاء فيهم فظاهر وان كان المرادالذين أرسل لهم فرسول الله أرسل لكافة الخلق مع أنه لم يظهر منه الا اللسان العربي وهو لسان بعض قومه ؛ أجيب بأن الله علمه جميع اللغات فكان يخاطب كل قوم بلغتهم وان لم يثبت أنه تكلم باللغة التركية لأنه لم يتفق أنه خاطب أحدا من أهلها ولو خاطبه لكلمه بها [1]

''اگر تم کہو کہ قوم سے مُراد وہ قوم ہے جس میں آپ ﷺ نے پَرورَش پائی تو ظاہر ہے اگر وہ لوگ مُراد ہیں جن کی جانب آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا، پس آپ ﷺ کو جمیع خلق کی جانب مبعوث کیا گیا اور اس کے باوجود آپ ﷺ سے زُبان عربی کے سواء دُوسری زُبانوں کا ظہور نہیں ہوا تو اِس کا کیا جواب ہے یہ زُبان تو آپ ﷺ کی قوم کا بعض ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زُبانوں کا علم عطا فرمایا تھا ہر قوم سے اُن کی زُبان میں مخاطب ہوتے تھے اگرچہ یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ترکی زُبان میں گفتگو فرمائی ہو کیونکہ یہ ترکیوں سے بات کرنے کا اتفاق ہوا ہی نہیں اگر ایسا ہوتا تو

[1] حاشية الصاوی علی الجلالین، ج2 ص260، دار الجیل ،بیروت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زُبان میں اُن سے گفتگو فرماتے‘‘۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

’’کسی دُوسرے سے کوئی زُبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بُخاری میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زُبان سیکھی‘‘۔(بخاری، ج ا ص ۴۷۵)‘‘۔[1]

الجواب: موصوف کو یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی کتاب پڑھ لینی چاہئے تھی جس میں لکھا ہے کہ:

’’حضرت اُمیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اکثر فرمایا کرتے تھے: انبیاء کرام کسی کے شاگرد نہیں ہوا کرتے نہ وہ کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ منصب نبوت کی توہین ہے۔آج جس بچے نے کسی استاذ سے پڑھا ہوگا اور استاذ نے اسے لَکّد کوب کیا ہوگیا[گا]۔کان پکڑائے ہوں گے۔وہ کل نبی بن کر کس منہ سے اس استاذ کو اپنے پر ایمان لانے کی دعوت دے گا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے جھوٹا ہونے کی ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اَبجد سے لے کر فارسی عربی تک پڑھنے کے لئے اساتذہ کے دَروازے پر کشکول گدائی لئے جاتا رہا اور تمام تَر کوششوں کے باوجود منصفی کے اِمتحان میں فیل ہوا۔عجیب احمق لوگ ہیں جو میٹرک اور منصفی فیل کو بھی نبی مانتے ہیں‘‘۔

شاہ جی۔۔کا یہ اِرشاد کہ اَنبیاء کرام کسی کے شاگرد نہیں ہوتے‘‘۔اگرچہ عقلی طور پر بالکل صحیح ہے مگر جی چاہتا تھا کہ قُرآن وسنّت سے بھی اس کی سند مل جائے۔چنانچہ مَیں نے حضرت بنوری۔۔کی خدمت میں یہ سوال لکھ بھیجا، اس کا جواب حضرت نے مندرجہ ذیل تحریر فرمایا: برادر محترم! زیدت معالیکم

---

[1] دفاع، ج1 ص834، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔آپ کا خط بہت دِنوں سے آیا تھا۔جواب میں تاخیر عادتِ ثانیہ بن گئی ہے۔پھر اتفاق سے آپ کا خط کہیں گم ہو گیا تھا۔پھر لفافہ ملا اور مکتوب نہ مل سکا۔ بہر حال مضمون یاد تھا۔جواب عرض ہے:

''نبی اُمّی'' نبی کریم ﷺ کا لقب ہے۔بطورِ لقب آپ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔معنیً وَصفی کے اِعتبار سے ہر نبی اُمّی ہوتا ہے۔قُرآن میں صراحتہً اس کی دلیل نہیں، البتہ اِستنباطاً متعدد مقامات پر ہے اور صحاح ستہ میں بھی حدیث نہیں۔

البتہ حدیثِ صحیح بروایتِ صحیح ابن حبان حافظ منذری ''الترغیب والترہیب'' کے اُندر موجود ہے،''صحیح ابن حبان'' کی حدیث کا درجہ اجمالاً سُنن اَربعہ سے اُونچا ہے اور بہر حال صحیحین کے بعد اس کا دَرجہ ہے۔انس بن مالکؓ کی رِوایت سے حدیث مرفوعاً مَروی ہے۔طویل حدیث ہے اس میں ہے:

"فیجی مناد ینادی ،این النبی الامی ؟ قال فتقول الأنبیاء کلنا نبی امی قال اینا رسل ؟ فیرجج [فیرجع]الثانیه ،فیقول این النبی الامی

العربی،قال فینزل محمد ﷺ...الخ"۔[1]

("یعنی ایک پکارنے والا (روزِ قیامت) پکارے گا کہ نبی اُمّی کہاں ہیں؟ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ ہم تو سبھی نبی اُمّی ہیں، آپ کو کون سا مطلوب ہے؟
پکارنے والا دوبارہ آئے گا اور کہے گا کہ عرب والے نبی اُمّی کہاں ہیں؟ یہ سُن کر حضرت محمد

---

[1] " فَيَجِيءُ مُنَادٍ يُنَادِي أَيْنَ النَّبِيُّ الأُمِّيُّ؟ قالَ: فَتَقُولُ الأَنْبِيَاءُ كُلُّنَا نَبِيٌّ أُمِّيٌّ، فَإِلَى أَيِّنَا أُرْسِلَ، فَيَرْجِعُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُ: أَيْنَ النَّبِيُّ الأُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ؟ قالَ: فَيَنْزِلُ مُحَمَّدٌ ﷺ الخ(الترغيب والترهيب، ج4ص440مكتبة مصطفى البابي الحلبي-مصر-رواه ابن حبان فی صحيحه، ج14ص440(6480)، من طريق أبو خَلِيفَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ حَبِيبٍ اللَّيْثِيُّ أَبو سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:...الحديث ۔

فقد حسن سنده الأرنؤوط فی "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان"، وجوده حسين سليم فی "موارد الظمآن"۔

لكن قال الذهبي في "ميزان الاعتدال"، ج3ص403: "كثير بن حبيب الليثي، عن ثابت البناني. وثقه ابن أبي حاتم. وقال أبو خليفة: حدثنا علي بن المديني ... " وذكر هذا الحديث ثم قال: "هذا حديث غريب جداً في الرواية لأبي نعيم".

وذكره الألباني فی "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة" ج13ص1120 (6491) وقال : منكر بهذا السياق ... قلت: فمثله حديثه مرشح ليكون حسناً أو ضعيفاً، حسبما يحيط به من أمور مقويات، أو موهنات. وأرى أن الوهن في متنه ظاهر، والفضل في = =

صلی اللہ علیہ وسلم اُتر کر اُس کے ساتھ (چلے جائیں گے)

یہ حدیث [1] صریح دلیل ہے کہ اَنبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اُمّی ہوتے ہیں فخذها وکن من الشاکرین۔والسلام۔(محمد یوسف بنوری۔۔،۲۰ربیع الاخر،۱۳۸۰ھ)

رَاقم الحروف نے حضرت کی نشاندہی کے بعد حافظ عبد العظیم المنذری کی "الترغیب والترہیب" میں اَصل حدیث خُود دیکھنا چاہی۔اس کا نسخہ میرے پاس نہیں تھا۔فقیر والی مدرسہ قاسم العلوم کے جلسہ پر جانا ہوا۔وہاں مولانا فضل احمد صاحب نے کتب خانہ کی زیارت کرائی۔ مجھے "الترغیب" کی حدیث یاد آئی۔اُس کا پُوچھا تو اُنہوں نے کتاب عنایت فرمائی۔تلاش کرنے پر وہ حدیث مل گئی۔جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نبی کونُور کا منبر دیا جائے گا اور میرا منبر سب سے اُونچا اور سب سے نُورانی ہوگا۔ایک منادآ کر پکارے گا کہ نبی اُمّی کہاں ہیں؟ اَنبیاء علیہم السلام فرمائیں گے ہم تو سبھی نبی اُمّی ہیں۔آپ کو کون مطلوب ہے؟۔

---

[1] =ذلك يعود إلى الحافظ الذهبي النَّقَّاد، فإنه ساق الحديث في ترجمته من "الميزان"، وقال عقبه: "هذا حديث غريب جداً، في "الرؤية" لأبي نعيم". ثم قال عقبه: "كثير بن حبيب عن ثابت، وعنه الصلت بن مسعود بخبر موضوع، وهو الأول". والخبر المشار إليه لم أعرفه. الصلت بن مسعود: ثقة من شيوخ مسلم؛ فالعلة من كثير بن حبيب، فكأنه لذلك أشار في "الكاشف" إلى تليين توثيقه بقوله: "وُثِّق". هذا وقد تأملت فِي حَدِيثِ الترجمة، فوجدت فيه غرائب تفرد بها المذكور دون كل الثقات الذين رووا حديث الشفاعة بطوله، ومن طرق عن أنس وغيره من الصحابة في "الصحيحين" وغيرهما، وقد أخرج الكثير الطيب منها ابن خزيمة في (التوحيد) من "صحيحه". من ذلك: إخباره عن الأنبياء أن كلاً منهم نبي أمي! وهذا خلاف الصفة التي اختص بها نبينا صلى الله عليه وآله وسلم.

منادِ دوبارہ آئے گا اور آ کر کہے گا۔ عرب والے نبی اُمّی کہاں ہیں؟ یہ سُن کر حضرت محمد ﷺ اُتر کر اُس کے ساتھ چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے اور دَروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ دَربان اَندر سے کہے گا، کون؟ آپ فرمائیں گے محمد واحمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اَندر سے پھر آواز آئے گی، کیا آپ کو پیغام بھیج کر بُلایا گیا ہے؟ آپ فرمائیں گے،، جی ہاں! چنانچہ دروازہ کھلے گا، آپ اَندر تشریف لے جائیں گے۔ پس آپ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی تجلی ہوگی کہ اس سے پہلے کسی پر نہ ہوئی ہوگی۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر جائیں گے اور ایسی حمد کریں گے کہ نہ کسی نے پہلے کی اور نہ کوئی آئندہ کرے گا۔ پس فرمایا جائے گا کہ:

''اے محمدؐ! سَر اُٹھایئے! بات کیجئے! شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی''۔

روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد۔ [۱]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیموئیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزائن العرفان، ص ۴۹۴)''۔ [۲]

الجواب: مذکورہ روایت میں بھی مَرقُوم ہے کہ حضرت سموئیل علیہ السلام کو اُن کی والدہ نے تَورات کا علم حاصل کرنے کیلئے بیتُ المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اُس کبیر السن عالم سے حضرت سموئیل علیہ السلام نے علم بھی حاصل کیا ہو۔ یہ تو فقط انکی والدہ کی کوشش تھی۔ اُنہوں نے اپنی جانب سے کوشش کی۔ علاوہ اَزیں یہ سدی وغیرہ کی اِسرائیلی روایت ہے، حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے بھی

---

[۱] ختم نبوت کے محافظ، ص 107-109، عالمی مجلس ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

[۲] دفاع، ج1 ص834، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دیگر مفسرین کی طرح اسے نقل کیا ہے نہ کہ اس کبیر السن کو ان کا اُستاذ کہا ہے۔

کذاب دیوبندی کی صریح کذب بیانی

کذاب دیوبندی لکھتا ہے کہ:

''بلکہ آپکے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم کا استاذ تھا (معلم تقریر، ص ۹۵)''۔[1]

الجواب: یہ کذاب دیوبندی کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے اس طرح ہرگز نہیں لکھا۔ دیوبندی نے اپنی گندی فطرت ظاہر کرتے ہوئے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ پر جھوٹ بولا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی پُوری عبارت مُلاحظہ کریں:

''دُوسری تفسیر کی بنا پر آیت کا منشاء یہ ہوگا کہ ہم قُدرت والے ہیں جس نے مادی عالم سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور سارے نُوریوں کا انہیں خلیفہ بنایا۔ اور پیدا فرماتے ہی اِنہیں تمام ناموں کا علم دیا۔ اور وہ فرشتے اور ابلیس جو لاکھوں برس سے تھے اُن کا اس نئی مخلوق کو اُستاذ بنایا''۔[2]

یعنی حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام اُس وقت موجود مخلوقات کے اُستاذ بنے نا کہ شیطان کو معاذ اللہ آپ کا اُستاذ بنایا گیا، مگر موصوف نے جھوٹ کی اِنتہا کرتے ہوئے لکھ مارا کہ:

''شیطان ابلیس (معاذ اللہ) حضرت آدم کا اُستاذ تھا''۔[3]

ایسے جھوٹے کذاب دیوبندی کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 834، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] معلم تقریریں، ص 100، فاروقیہ بک ڈپو، ۲۲۰۴ ٹیا محل، جامع مسجد دہلی، نمبر ۶

[3] دفاع، ج 1 ص 834، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضور اقدس ﷺ تھانوی کی شکل میں۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تھانوی کی شکل میں دیکھا (اصدق الرویا، ص ۲۵، ج ۲) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸)

الجواب: علامہ عبد الغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

''جو حضور ﷺ کی صورت میں متشکل ہوا ہو اور بادشاہت کا طالب بھی ہو تو بادشاہت حاصل ہو گی اور زمین اس کی فرمانبردار ہو گی، اگر ذلت کا شکار ہے تو اللہ تعالی عزت عطا فرمائیں گے اگر علم کا طالب ہے تو اللہ تعالی علم عطا فرمائیں گے فقیر ہے تو مستغنی ہو گا غیر شادی شدہ ہو تو شادی ہو گی۔'' (تعطیر الانام: ص، ۷۲۲)

ملاحظہ فرمائیں کہ اس قسم کے خواب کی کتنی خوشنما تعبیر علماء معبرین بیان فرما رہے ہیں مگر یہ جاہل اس پر گستاخی کا فتوی لگا رہا ہے۔

تمہارے الیاس قادری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے شاہ عالم سے کہا:

''شاہ عالم! تمہیں اپنے اسباق رہ جانے کا بہت افسوس تھا لہٰذا تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سبق پڑھا دیا کرتا تھا''۔ (تذکرہ صدر الشریعۃ، ص ۳۸، ۳۹، مکتبۃ المدینہ)

اگر حضور ﷺ شاہ عالم کی صورت میں عالم خواب میں نہیں عالم بیداری میں آجائے تو یہ شاہ عالم کی عظمت اور خواب میں حضرت تھانوی۔۔کی شکل میں آجائے تو گستاخی؟ یا للعجب کچھ تو شرم و حیاء کرو''۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کے رب نواز دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

[1] دفاع، ج1 ص834-835، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''لاثانی کا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ: لاثانی کی ایک مُریدنی کہتی ہے: آج سے تقریبا بارہ سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پاک کا بہت شوق تھا ،دل چاہتا تھا کہ زندگی میں ایک مرتبہ سہی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دیدار کرادیں بے شک میرے آقا قریب وبعید کی سننے والے ہیں۔قربان جاؤں آپ کی شان کریمی پر ایک رات عالم رویا میں اپنا نورانی جلوہ دکھایا۔آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرارہے تھے اور وہ مسکراہٹ اتنی دلنشین تھی کہ میرے قلب وذہن پر نقش ہوگئی۔آپ نے فرمایا: ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس کے بعد آپ سرکار تو تشریف لے گئے لیکن میرے دل پر رخ والضحیٰ کے انمٹ نقوش رہ گئے آج بارہ سال گزرنے کے بعد بھی لگتا ہے جیسے کل ہی کی بات ہے اب جب آستانہ عالیہ آئی اور آپ کی تصویر مبارک پر نظر پڑی تو بارہ سال پہلے کا خواب یاد آگیا کیونکہ یہ تو وہی چہرہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنا دیدار کروایا تھا۔(فیوض وبرکات ص:۹۷)

قارئین کرام! آپ لاثانی سرکار کی تصویر دیکھ لیں اس کے چہرے پر جونحوست ٹپک رہی ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کو لاثانی سرکار کے چہرے کی طرح کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی توہین ہے''۔[1]

یہ بھی خواب کی بات ہے جسے دیوبندیوں کے مناظرِ اعظم نے گستاخی وتوہین قرار دیا ہے۔ مگر افسوس ہے دیوبندیوں پر جب ان کی اپنی باری آتی ہے تو پھر وہ تعبیروں کی کتابیں اُٹھا لیتے ہیں اور اپنے فتوے بھول جاتے ہیں۔لہٰذا تھانوی کی صورت والا جواب دیوبندی اُصولوں کے تناظر میں بھی گستاخی ہے۔

حوالہ نمبر(2)

ان دیوبندیوں کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ کریں:

---

[1] فرقہ لاثانیہ کے عقائد ونظریات:ص146، جمعیت اہل السنت والجماعت پاکستان

''روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین: نذر حسین منصورہ آباد (فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُرشد پاک کے صدقے بڑا کرم فرمایا، مجھے آستانہ عالیہ کی عظمت دِکھائی گئی۔ مَیں نے خواب میں دِیکھا کہ قبلہ حضور لاثانی سرکار کے حجرہ مبارک کے اُوپر روضہ رسول بنا ہوا ہے۔ فرشتے سبز گنبد کو سجا رہے ہیں، مَیں عرض کرتا ہوں کہ یہ آپ کس کے لئے کر رہے ہیں؟ اِرشاد ہوا کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل آ رہی ہے اس لئے ہم سجا رہے ہیں''۔[1]

قارئین کرام! آپ مُلاحظہ کر سکتے ہیں کہ مذکُورہ بالا حوالے میں ایک خواب ذِکر کیا گیا ہے اور اُس خواب کی بِنا پر دیوبندیوں کے مناظر اعظم نے تَوہین وگُستاخی کا فتویٰ لگایا ہے۔

جب ان خوابوں پر توہین و گستاخی کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے تو تھانوی کے متعلق دیکھے گئے خواب پر فتویٰ کیوں نہیں لگ سکتا؟

یہ خواب تو دیوبندیوں کے اُصولوں پر بھی تَوہین وگستاخی قرار پاتا ہے۔

باقی دیوبندیوں کے دوعلیحدہ اُصول اور دو چہروں کا ہم کیا علاج کر سکتے ہیں۔ مخالفین پر جن اُمور کی وجہ سے تَوہین وگُستاخی کا فتویٰ لگاتے ہیں، انہی اُمور کی بِنا پر اپنے اکابرین کی شان بیان کرتے ہیں۔ اگر تھانوی کا خواب تعبیرات کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے تو پھر آخر ان خوابوں کا کیا قصور جن کی بِنا پر توہین و گستاخی کے فتوے لگائے گئے ہیں۔

نوٹ: ہم لاثانی اور اُن کے مُعیدوں کے نظریات کا دِفاع نہیں کر رہے اور نہ ان کے نظریات کے ساتھ متفق ہیں بلکہ یہ صرف دیوبندیوں کو آئینہ دِکھا رہے ہیں

حضور اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوبندی عُلماء کے بَاوَرچی، نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] فرقہ لاثانیہ کے عقائد ونظریات: ص 137 جمیعت اہل السنت والجماعت پاکستان

''ایک دن حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ ان کی بھاوج کھانا پکارہی ہیں اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اٹھ تو اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں خود پکاؤں گا''۔

(تذکرۃ الرشید، ج ۱ ص ۴۶، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۱۳، امداد المشتاق، ص ۱۷، شمائم امدادیہ، ص ۱۵)(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۷)

الجواب: فاتح رضا خانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب۔۔۔کے سامنے جب بریلی مناظرے میں منظر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری نے یہی اعتراض پیش کیا تو حضرت نے اس کا یہ منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر رضا خانی مبہوت ہوگیا:

''گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے متوسلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور در حقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دستر خوان کرم کے خوشہ چین ہیں''۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضر[آنحضرت] ﷺ نے خواب میں دُودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی، پس جس طرح اس خواب میں دُودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کے خواب میں بھی کھانے سے رُوحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اِشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں اُن کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے رُوحانی فیض پہنچتا ہے، علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ''باورچی'' یا ''بھٹیارہ'' کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب مشکوۃ شریف پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی

دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کان یخصف نعلہ و یجلب شاتہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے موچی (چمار) اور ہر دودھ دوہنے [والے کو] گھوسی کہا جاوے گا ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، مولوی صاحب اعتراض کرنے کیلئے بھی سلیقہ چاہئے۔ یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں"۔[1]

الجواب: یہ جھوٹا اور مَن گھڑت خواب دیوبندیوں نے اپنی جھوٹی بزرگی چمکانے کیلئے وضع کیا ہے کیونکہ دیوبندیوں نے اِس خواب کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ

"حضرت مولانا قدس سرہٗ اس خواب کی تعبیر میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمالیا کہ اعلیحضرت حاجی صاحب کے جملہ متوسلین (بلاتوسط ہوں یا بتوسط) سُوءِ خاتمہ سے محفوظ اور ہمیشہ اِتباعِ شریعت کے زِیور سے آراستہ رہیں گے انشاءاللہ ادنیٰ سے اَدنیٰ کا بھی خاتمہ بُرا نہ ہوگا۔ از صوفی محمود حسن"[2]

حالانکہ خُود دِیوبندیوں کا اپنا عقیدہ ہے کہ:

"خُود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری مایفعل و لا بکم"[3]

ایک طرف تو دیوبندیوں کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ ہے اور دُوسری جانب اِن خوابوں کی مصنوعی تعبیروں کے ذریعے جملہ دیوبندیوں کی بخشش کی بشارت سنائی جارہی ہے۔ اَب اِس کے سِوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ دیوبندی ٹکسالوں نے یہ جھوٹے خواب

---

[1] دفاع، ج1 ص835-836-837، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] حاشیہ تذکرۃ الرشید، ج1 ص46، ادارہ اسلامیات، لاہور، کراچی

[3] براہین قاطعہ، ص55، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

صرف اپنی پیری مُریدی چمکانے کیلئے گھڑے ہیں۔

دیوبندیوں کا یہ نظریہ بھی مُلاحظہ کریں:

دیوبندیوں کے مناظر اعظم رب نواز حنفی صاحب فرقہ لاثانیہ کے رَد میں لکھتے ہیں کہ:

''حضور ﷺ روضہ منورہ کو چھوڑ کر فیصل آباد آرام فرمانے آتے ہیں:

''محمد حسین نقشبندی صاحب (نُور پور، فیصل آباد) آستانہ عالیہ پر حضور ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی زیارت ہوئی اور فرمایا: ہم اکثر اس جگہ آتے اور آرام فرماتے ہیں (فیوض وبرکات، ص ۱۳۳)

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے بارے میں خُود آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ :مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ (مشکوۃ، ج ا ص ۲۵۲)

جب حضور ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے تو نبی ﷺ کو کیا ضرورت آن پڑی کہ جنّت کو چھوڑ کر فیصل آباد کی بد بُودار گلیوں میں لاثانی کے آستانے پر آتے ہیں وہ بھی آرام کرنے، گویا معاذ اللہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں، جو مدینے میں ہے، بے آرام ہیں یا وہاں اُنہیں کوئی آرام کرنے نہیں دیتا تو اکثر لاثانی کے آستانے پر تشریف لاتے ہیں''۔[1]

اسی اُصول پر ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ ﷺ اپنا روضہ مبارکہ چھوڑ کر دیوبندیوں کا کھانا پکانے کیلئے ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

جس طرح رب نواز حنفی صاحب لاثانی کے مُریدوں کے دیکھے گئے خواب کو توہین وگستاخی سمجھ رہے ہیں، اسی اُصول پر دیوبندیوں کا مذکورہ بالا خواب بھی توہین وگستاخی ہے۔

مگر ہمیں معلوم ہے کہ دیوبندیوں کے دو منہ اور دو چہرے ہیں، اپنے مخالفین پر

---

[1] فرقہ لاثانیہ کے عقائد ونظریات: ص130، جمعیت اہل السنت والجماعت پاکستان

اِنہی اُمور کی وجہ سے کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں جن کے وہ خُود مُرتکب ہیں۔ یہاں بھی لاثانیوں کے خواب پر توہین و گستاخی کا فتویٰ لگایا ہے اور اپنی تشریحات کی وجہ سے انہیں جھوٹا اور مصنوعی قرار دیا ہے، مگر اپنے اکابر کے مَن گھڑت خوابوں کی تائید میں صفحات کے صفحات سیاہ کئے جا رہے ہیں۔

دیوبندی موصوف کا دعویٰ ہے کہ منظور نعمانی دیوبندی نے اس کا منہ توڑ جواب دیا تھا، آیئے موصوف کے مناظر منظور نعمانی کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں کہ:

''گندی ذہنیت پر خُدا کی لعنت اس خواب سے تو یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا، اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے متوسلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور دَر حقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دَستر خوان کرم کے خوشہ چین ہیں''۔ [۱]

دیوبندیوں نے خُود عملی طَور پر اس تعبیر کو ٹھکرا دیا ہے کیونکہ دیوبندیوں کا مماتی گروہ وہ بھی اپنا رِشتہ اَکابرینِ دیوبند سے جوڑتا ہے مگر اس کے باوجود دِیوبندی انہیں گُمراہ قرار دیتے ہیں، لہٰذا موصوف کا یہ کہنا کہ:

''سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دَستر خوان کرم کے خوشہ چین ہیں''۔ [۲]

خُود دیوبندی اُصولوں پر بھی دُرست نہیں۔

اس لئے کہ جس بزرگ کے توسل سے دیوبندی دَستر خوان کرم کے خوشہ چین بننے کے مدعی ہیں اسی بزرگ کے وہ مخالف تھے، حوالہ ملاحظہ کریں:

اِقبال رَنگونی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] دفاع، ج1 ص836، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص836، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضرت گنگوہی صاحب کو حاجی صاحب قدس سرہ سے بعض مسائل میں اختلاف تھا شیخ اور مرید کے بین اختلاف کا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور کبھی کسی نے اسے برا نہ جانا۔ حضرت گنگوہی اپنے شیخ کے روبرا اس اختلاف کو عرض کرتے اور ضرورت پڑتی تو دلائل کے ساتھ اس کی وضاحت فرماتے۔ حضرت حاجی صاحب کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی اپنے مرید کے اس اختلاف اور اس وضاحت کا بُرا نہ مانا اور نہ حضرت گنگوہی کے دل میں اس اختلاف کی بناء پر اپنے شیخ کی عقیدت ومحبت میں کوئی کمی آئی۔

حضرت حاجی صاحب حضرت گنگوہی کے اس اختلاف سے خوش بھی تھے اور عقیدت ومحبت کے یہ رشتے اسی طرح برابر قائم رہے۔

ایک مرتبہ مکہ معظّمہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے تم چلتے ہو مولانا نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں حضرت میں تو نہیں جاسکتا کیونکہ میں تو ہندوستان میں اس کو منع کرتا ہوں حضرت نے فرمایا جزاک اللہ میں اتنا تمہارے جانے سے خوش نہ ہوتا جتنا نہ جانے سے ہوا (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۷)

حضرت حاجی صاحب مکہ معظّمہ کی ایک خاص قسم کی مجلس مولود (جو ہر قسم کی بدعات اور رسوم ورواج سے خالی تھی) جانے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے جبکہ حضرت گنگوہی کا موقف یہ تھا کہ جو چیز انکار سلف اور فقہاء سے مروی نہ ہو اس میں عمل درست نہیں ہے۔ آپ کی نظر میں شریعت کے وہ اصول وقواعد موجود تھے جن کی رو سے آپ اس کو مناسب نہ جانتے تھے اور آپ اس بات کے قائل تھے کہ دین کے مسائل میں علماء وعوام کو فقہاء کا دامن تھامنا چاہئے فقہ کے باب میں ہمارے رہنما فقہاء ہیں صوفیہ کرام نہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی اس واقعہ پر فرماتے ہیں کہ:

حضرت حاجی صاحب نے برا ماننے کے بجائے مولانا کے انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں۔

اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب اور معظم ہوگا مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری تھی اس لئے آپ نے اسی کو ترجیح دی واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے کیونکہ سارے پہلوں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے اور نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہے اس میں فرق آئے (الافاضات ج ۷ ص ۵۷۰)

ایک مرتبہ کسی نے حضرت گنگوہی ۔۔۔ سے کہا کہ آپ اپنے شیخ کے اس عمل پر کیوں نہیں آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

بندہ حضرت الشیخ سے جو بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم وذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے ہیں تو باوجود عالم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ استادوں سے کتب دینیہ میں انہوں نے پڑھا ہے اور علم حاصل کیا ہے کسی شیخ عارف سے اس علم کو علم الیقین بنالیویں تاکہ عمل کرنا نفس کو اس علم پر سہل ہو جائے اور معلوم مشہود بن جائے علی حسب استعداد۔ کوئی اس واسطے بیعت نہیں ہوتا اور نہ ہوا تا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کے صحت وسقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال میں لیں اور احکام قرآن وحدیث کو اس کے قول کے مطابق کرلیں کہ جس کو وہ غلط فرمادیں اس کو غلط مان لیں اور جس کو وہ صحیح کہیں اس کو صحیح دیکھیں یہ خیال سراسر باطل ہے (تذکرۃ الرشید ص ۱۲۲)

ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دی ہے تو حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

اگر ایسا ہوا بھی ہو تو حجت نہیں حضرت حاجی صاحب جس فن کے امام ہیں اس میں ہم ان کے غلام ہیں باقی یہ مسائل فقہیہ ہیں اس میں فقہاء کا اتباع کیا جائے گا۔۔۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل میں حضرت کو ہم سے فتوی لے کر عمل کرنا چاہئے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں (الافاضات ج ۲ ص ۲۴۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص (حضرت گنگوہی کے سامنے) فتاوی

شرعیہ کے معارضہ میں حضرت حاجی صاحب کا کوئی قول یا فعل پیش کرتا تو صاف صاف فرما دیا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کو ان مسائل جزئیہ میں ہمارے فتوی پر عمل کرنا واجب ہے ہم کو ان مسائل جزئیہ میں ان کی تقلید جائز نہیں اور ہم ان مسائل کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب سے مرید تھوڑا ہی ہوئے ہیں وہ اور چیزیں ہیں جن کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی ہے۔(الافاضات ج ۲ ص ۳۲)

حضرت گنگوہی کے مذکورہ بیانات پر غور فرمائیں کہ آپ نے کس احتیاط و دیانتداری سے کام لیا۔[۱]

(حوالہ) قاسم نانوتوی کے بیٹے حافظ محمد احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جس زمانہ میں ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' چھپا تھا اور اُس کی نسبت حضرت مُرشد عالم حضرت امداد اللہ قدس سرہٗ کی طرف تھی اِس لئے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی۔ موافقت کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی''۔[۲]

اِن حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کو حضرت حاجی صاحب کے مسلک سے خُوب اختلاف تھا، اور اِس اِختلاف کی نوعیّت اس قدر تھی کہ گنگوہی صاحب نے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو حمام میں جھونکنے کا حکم فرمایا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ جس بزرگ کے توسل سے دَسترخوانِ کرم کے خوشہ چین ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے، دیوبندی عقیدہ اسی بزرگ کے مخالف ہے۔

علاوہ اَزیں حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ کے متوسلین میں تو حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری و مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کا بھی شُمار ہوتا ہے۔

تھانوی جی کہتے ہیں کہ:

---

[۱] حضرت حاجی امداداللہ، ص:113۔115۔ ناشر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر

[۲] (اشرف السوانح: ج:3 ص 347)

''اپنے بزرگوں سے مَیں نے سنا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ والوں کا خاتمہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے''۔ [1]

حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کا خُوب رَد لکھا اور مولانا احمد حسن کانپوری نے اَکابرین دیوبند کو مسئلہ امکانِ کذب میں خُوب ذلیل کیا۔

دیوبندی موصوف اس خواب کی مذکُورہ تعبیر کی بنا پر حاجی صاحب کے متوسلین حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد حسن کانپوری کو فیوض و برکات و علوم و معارف کا حامل سمجھ لیں گے؟ جبکہ دیوبندی ان بزرگوں کو بدعتی قرار دیتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ مذکُورہ تعبیر صرف اَکابرین دیوبند کے فضائل ثابت کرنے کیلئے گھڑی گئی تھی۔ دیوبندی موصوف بحوالہ مولوی منظور نعمانی لکھتے ہیں کہ:

''حدیث شریف میں ہے کہ آنحضر [آنحضرت] ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی، پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے رُوحانی فیض پہنچتا ہے''۔ [2]

الجواب: حدیث پاک میں بیان شُدہ خوابوں کو اِس مصنوعی خواب کی تائید میں پیش کرنا قطعاً دُرست نہیں، اور نہ احادیث میں بیان شُدہ خوابوں کا اِس مصنوعی خواب سے کوئی تعلق ہے۔ خواب میں دُودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمانا برحق و دُرست ہے۔ نہ اس میں کسی قسم کی توہین اور نہ ہی ہتک ہے۔

---

[1] ملفوظات، ج9 ص245، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[2] دفاع ج1 ص:836 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مگر افسوس کی بات ہے کہ منظور سنبھلی نے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ مناظرہ میں بقول دیوبند اس طرح کے دلائل کو پیش کیا، اور اپنے اور دیوبندیوں کیلئے جگ ہنسائی کا سامان فراہم کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے دامنِ ارادت سے تو حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد حسن کانپوری بھی وابستہ تھے، اور ان کو حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ سے خلافت بھی حاصل تھی مگر دِیوبندی اِن کو رُوحانی فیض سے محروم سمجھتے ہیں۔حالانکہ اِن دونوں بزرگوں کے نزدیک اَکابرینِ دیوبند طفلِ مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

دِیوبندی موصوف بحوالہ منظور نعمانی دیوبندی لکھتا ہے کہ:

''علاوہ اَزیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ''باورچی'' یا ''بھٹیارہ'' کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے، آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب ''مشکوۃ شریف'' پڑھی ہوگی تو اُس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ **کان یخصف نعلہ ویجلب شاتہ** یعنی میرے آقا خُود ہی اپنی پاپوش مبارک کوٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے۔مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا کیا کہیں گے؟''۔[1]

حضورِ اکرم سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ الصلوۃ والسلام اَفضل الخلوق ہیں۔دُنیا میں جو کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ تواضع سرانجام دیئے وہ اُمت کی تعلیم وتربیت کیلئے تھے۔کوئی بھی شخص ان اُمور کے سرانجام دینے کی وجہ سے، ان اُمور کے پیشوں سے منسوب نہیں کر

---

[1] دفاع ج1 ص836، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سکتا۔ اگر کوئی بدنصیب ایسا کرے گا تو ملعون اَزلی قرار پائے گا۔لیکن خواب میں کسی بھی ذِی مرتبت شخص کیلئے ان اُمور کو سَرانجام دینے کو دیوبندی بھی گستاخی شُمار کریں گے۔

لہٰذا اس حدیثِ مبارکہ کو بھی دیوبندیوں کے فَرسُودہ خواب کی دلیل میں بیان کرنا اِنتہائی جہالت ہے، اسی طرح اس فرسودہ وجھوٹے خواب میں حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے مہمانوں کا کھانا پکانے کا دعویٰ کرنا بھی خُود دِیوبندی اُصولوں کے پیشِ نظر توہین ہی شُمار ہوگی۔ کیونکہ عام سننے والا سامع بھی جب اِس خواب کو سنے گا تو اُس کے ذہن میں بھی سوال پیدا ہوگا کہ نعوذ باللہ حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کے مہمان اس قدر ذِی شان اور ذِی مرتبت تھے کہ اُن کے کھانے پکانے کیلئے روٴیا میں حضورِ اکرم ﷺ کو دِکھلایا گیا، دُنیا میں کھانے پکانے کا کام معزز و مقتدر شخصیات خود اپنے ہاتھ سے سرانجام نہیں دیتے، عالم اَرواح میں حضور علیہ السلام نے کیسے سرانجام دیا؟ پھر یہ جھوٹا اور مصنوعی خواب ہے جس کو فوقیت وفضیلت ثابت کرنے کیلئے ان لوگوں نے گھڑا ہے۔

دیوبندیوں نے جس طرح خُود خوابوں پر اعتراضات کئے ہیں اِن کے اُصولوں کی روشنی میں یہ خواب سراسر توہین ہیں۔

حضرت ابوبکر وعمر شکل میں شیطان۔نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''خواب میں حضرت ابُوبکر وعمر شکل شیطان میں آسکتا ہے (افاضات الیومیہ، ج۸، ص ۱۹۳) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۰)

الجواب: معاذ اللہ اس ملفوظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت ابُوبکر وعُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شکل میں ''شیطان'' ہیں، یہ اس بدبخت کی اپنی خباثت اور دل کی گندگی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل رَاقم نے جہانیاں کے ایک سعیدی رضا خانی کو اس کا منہ توڑ جواب دیا تھا جو یہاں پیش خدمت ہے۔

اعتراض: مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات حصہ ششم جز اول میں کہا ہے کہ:
''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ کسی اور نبی کی شکل میں شیطان متشکل ہوسکتا ہے۔عرض کیا گیا، اگر صحابہ میں سے کسی کو خواب میں دیکھے مثلاً سیّدنا ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔اِن حضرات کی صورت میں شیطان آسکتا ہے فرمایا مشہور قول پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔اس میں حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کی شدید گستاخی ہے۔
جواب: اس کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمانے سے پہلے یہ بات ذِہن نشین کرلیں کہ آپ نے جو حوالہ دیا ہے وہ ملفوظات کا ہے اور ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابر کا اُصول یہ ہے کہ
''بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہوجاتی ہیں۔۔۔یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہو اور ناقلین کو سہو ہو گیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات باوجود صحتِ سند کے حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے''۔
(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائز[جائزہ]،حصہ اول،ص۳۹۱، ۳۹۲)
''ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔ملفوظات جبکہ اُن کی تاریخی وحقیقی حیثیت بھی مسلم نہیں، کی بناء پر اولیاء اللہ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا''[رُوئیداد مناظرہ پنڈی گستاخ کون،ص۵۳۱، ۵۳۲)
جب آپ کے اکابر کو یہ بات مسلّم ہے کہ ملفوظات میں اکثر بزرگوں کی طرف غلط باتیں منسوب ہوجاتی ہیں اور اُن کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں لہٰذا انکی وجہ سے صاحب ملفوظ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا تو محض تعصب کی بناء پر آج ملفوظات کی بنیاد پر حضرت تھانوی۔۔۔پر اتنا سنگین فتوی لگاتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی شرم نہیں آتی؟اور آئے بھی کیوں ان بزرگوں پر طعن وتشنیع کرنے سے ہی تو آپ لوگوں کی روزی روٹی وابستہ ہے شرم کر لی تو کھائیں گے کہاں سے؟

نوٹ: بعض حضرات اس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے ہیں کہ ملفوظات معتبر ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اس لئے کہ وہ یہ حوالے اس وقت نقل کرتے جب یہ دعوی ہمارا بھی ہوتا، ہم یہ باتیں صرف بطور الزامی جواب کر رہے ہیں، اگر بریلویوں کو الزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے۔[1]

الجواب: دِیو بندیوں کے نزدیک ''ملفوظات'' کے مستند ہونے کے متعلق سابقہ جلدوں میں ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ شائقین تحقیق متعلقہ مقام کو مُلاحظہ کریں۔

دیوبندی موصوف نے ''ملفوظات'' کے متعلق ہمارا یہ اُصول نقل کیا ہے کہ ''ملفوظات'' میں غلطی ہوجاتی ہے اِس لئے اس کی وجہ سے صاحبِ ملفوظ پر اِعتراض نہیں کیا جاسکتا، یہ بھی بالکل دُرست اور مسلّم ہے۔ ہم اِسی اُصول پر پابند ہیں اور ''ملفوظات'' کی وجہ سے ہم نے کسی اللہ کے ولی کو مطعون قرار نہیں دیا۔ یہ تو دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ اَولیاء اللہ کے ''ملفوظات'' کو نشانہ بناتے تھے اور ان کی وجہ سے اہل سنّت کو کوستے تھے۔ حالانکہ ہم بارہا اپنا یہ نظریہ نقل کر چکے ہیں کہ ''ملفوظات'' کی وجہ سے اَولیاء اللہ کو مطعون نہیں کیا جاسکتا''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''افاضات یومیہ'' بھی تو ''ملفوظات'' ہے پھر اِس کی وجہ سے تھانوی پر اِعتراض کیوں ہوتا ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ''ملفوظات'' کو دِیوبندی مستند سمجھتے ہیں، بالخصوص تھانوی کے ''ملفوظات'' کو۔

لہٰذا مسلّماتِ خصم سے اِستدلال کیا جاتا ہے، مگر شاید موصوف کی اُلٹی کھوپڑی میں یہ بات بیٹھنے کی نہیں، اس لئے موصوف نے لکھا ہے کہ:

''بعض حضرات اِس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے

---

[1] دفاع ج1 ص837-838، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہیں کہ ''ملفوظات'' معتبر ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اِس لئے کہ وہ یہ حوالے اُس وقت نقل کرتے جب یہ دعویٰ ہمارا بھی ہوتا۔ ہم یہ باتیں صرف بطور اِلزامی جواب کررہے ہیں، اگر بریلویوں کو اِلزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے''۔ [1]

الجواب: قارئینِ کرام! آپ دیکھ سکتے ہیں کہ موصوف نے کیسی جہالت کا اِرتکاب کیا ہے، موصوف کہہ رہے ہیں کہ ہم اِلزامی جواب دے رہے ہیں۔ موصوف اپنی کتابوں کے مستند وغیر مستند ہونے پر اِلزامی جواب کیسے دے سکتے ہیں؟۔

ملفوظات کے غیر معتبر وغیر مستند ہونے کا اُصول ہماری اپنی کتابوں کیلئے ہے کہ سہواً ناقل سے بے شُمار ایسی باتیں بھی مخلوط ہوجاتی ہیں جن کی بِنا پر اس پر طعن مناسب نہیں، مگر چونکہ دیوبندی ملفوظات کو معتبر و مستند سمجھتے ہیں اِس لئے اِن ملفوظات کی وجہ سے ان پر اِعتراض قائم کیا جاسکتا ہے، اس لئے اب دیوبندی ہم سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم ملفوظات کو غیر معتبر و غیر مستند سمجھتے ہو تو پھر اِعتراض کیوں کررہے ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب فریقِ مخالف ایک چیز کے معتبر و مستند ہونے کا مدعی ہے تو اِس پر اُس سے الزام کیا جاسکتا ہے، پھر چاہے معترض اِس کے مستند ہونے کا معتقد نہ ہو، جیسے ہم شیعہ پر ''نہج البلاغۃ'' سے استدلال کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہم ''نہج البلاغۃ'' کو غیر معتبر وغیر مستند سمجھتے ہیں مگر پھر بھی شیعہ پر ہم اس سے حجت قائم کرتے ہیں اِس لئے کہ شیعہ اس کے مستند ہونے کے معتقد ہیں۔ ہم اگرچہ اس کے غیر مستند ہونے کے قائل ہیں پھر بھی شیعہ پر ان کے اُصول کے مطابق حجت قائم کی جاتی ہے۔

---

[1] دفاع ج1 ص838، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اِسی طرح ہم ملفوظات کو مِن وعَن حرف بحرف صاحبِ ملفوظ کا کلام قرار نہیں دیتے اِس لئے ملفوظات کی بِنا پر صاحبِ ملفوظ کو مطعون بھی نہیں قرار دیتے ،لیکن چونکہ دیوبندی ملفوظات کو معتبر و مستند سمجھتے ہیں اس لئے اِن کے اُصول پر اِن کو مطعون وملزم قرار دیتے ہیں، اِلزامی جواب کا یہی مطلب ہے۔

اگر موصوف کو اِلزامی و تحقیقی جواب کا فرق معلوم نہیں تو پھر اِسے اپنے نااہلِ وجاہل اُساتذہ کی عقل پر ماتم کرنا چاہئے جنہوں نے موصوف کو ''**فانما یعتمد علی المسلمات من جهة ماهی مسلمة**'' کا مطلب ومفہوم نہیں سمجھایا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''دوسری بات حضرت تھانوی۔۔۔کے متعلق آپ کے مسلک کے استادالعلماء مولوی فیض احمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں:''مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے''(مہرِ منیر ص ۲۶۸، فصل ۷)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے ملفوظات میں جو کچھ کہا وہ خالص شرعی نقطہ نظر سے کہا اب آپ یا تو اس کی مخالفت کررہے ہیں یا اپنے مولوی جی کو جھوٹا تسلیم کریں''۔[1]

الجواب: موصوف کے اِس حوالے کا جواب ہم سابقہ جلدوں میں تحریر کر چکے ہیں مگر چونکہ دیوبندی موصوف نے تکرار کے ساتھ اِس حوالے کو لکھا ہے اِس لئے ایک نئے حوالے کے ساتھ موصوف کا رَد کرتے ہیں۔دیوبندیوں کے ابُوسلمان شاہجہانپوری لکھتے ہیں کہ:

''قادیانی جماعت کے بعض لوگوں کے بارے میں جو خیالات مولانا سندھی کے تھے وہ کوئی عجوبہ نہ تھے بلکہ وقت کے اُکثر مشاہیر شبلی، اقبال، محمد علی، ابُوالکلام، سلیمان ندوی کے وہی خیالات تھے،اِن کے دعاوِی وعقائد میں انہیں گمراہ سمجھتے تھے۔حکیم نُور الدین (بھیروی) کو بُلند پایہ عالم دین، مولوی محمد علی (لاہوری) کو مفسر قرآن، خواجہ کمال

---

[1] دفاع ج1 ص839-838، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الدین کو مبلغ اِسلام سمجھا جاتا تھا، اور ما بین کسی نہ کسی حد تک سب کے تعلقات تھے''۔[1]

دِیوبندی نُور الدین قادیانی کو بُلند پایہ عالم سمجھ رہے ہیں۔ محمد علی لاہوری قادیانی کو مُفسر قُرآن، کمال الدین قادیانی کو مبلغ اِسلام۔

کیا موصوف دیوبندی نُور الدین قادیانی کو بُلند پایہ عالم دین سمجھ لیں گے؟ اور ان کی کُفریات وبکواسات کو بُلند پایہ عالم دین کا خیال قرار دیں گے؟ لہٰذا فیض گولڑوی کا لکھ دینا تھانوی کیلئے کافی نہیں۔

باقی اگر تھانوی کے متعلق آپ جاننا چاہتے ہیں تو دِیوبندی دَھرم کے چوٹی کے مُلاں احمد حسن سنبھلی کے وہ خطوط مُلاحظہ کریں جو اُنہوں نے تھانوی صاحب کی جانب لکھے، اور تھانوی صاحب نے ان خطوط کو ''موذی مرید'' میں ذِکر کیا ہے، بطورِ نمونہ تھوڑا سے مُلاحظہ کریں

''موذی مرید'' خط نمبر (3)

'' پتہ کی عبارت بخدمت جناب ضعیف العمل والعلم مولوی اشرف علی صاحب حامی موالات السلام علی من اتبع الھدیٰ۔

ہر چند اِنتظار کیا کہ آپ راہِ راست پر آجائیں اَور مُسَوَّدہ ترکِ بیعت اِسی لئے منسوخ کر دیا تھا، مگر افسوس کہ آپ کی پالیسی اور مخالفتِ اِسلام سخت ہوتی جاتی ہے [ہم] اہلِ دین سے آپ کو نفرت اور کفّار سے اور فساق سے تعلق ہوا جاتا ہے، انتہیٰ بلفظ الموذی''۔

خط نمبر (4)

[جس پر امروہہ کی مہر ۱۱ نومبر ۲۱ء کی ہے]

''از بندہ ضعیف بخدمت یزید دوران اظلم زمان بر آل حضرت سیدنا امام حسین علی بنینا

---

[1] مولانا عبید اللہ سندھی اوران کے چند معاصر: ص 106 ۔ 107، مولانا عبید اللہ سندھی اکادمی پاکستان کراچی

(نبینا) وعلیہ افضل الصلوۃ والسلام اکذب اوان صھر النصرانی وخال ابنہ ۔۔۔(یہاں سے ایسی فحش الفاظ تھے کہ ان الفاظ کی اس مخاش کی طرف نسبت سے بھی شرم آتی تھی لہٰذا نقطے دے دیئے گئے) مولوی اشرف علی قاتلہ اللہ القوی السلام علی من اتبع الہدیٰ (آگے لکھتا ہے) کیا آپ نے توکل اتلاف اموال ناس کے لئے اختیار کیا ہے اور مدرسہ وخانقاہ کی خدمت دغابازی کر کے اپنے اور اپنے عزیزوں کے نفع کے لئے ہاتھوں میں لی ہے۔اس مکاری اور خداعی کا کچھ ٹھکانہ ہے (آگے لکھتا ہے) اور حب جاہ وحب مال کی وجہ سے جھوٹا مضمون الامداد میں چھپوا دیا اور رجوع سے عار آتی ہے آپ کے ذمی رقوم ذیل ہیں ۔۔۔ ۲۵۰ جو میں پیشتر مفصلا لکھ چکا ہوں (آگے لکھتا ہے)

ایسی نایاب کتاب جس کو نہ آج کل عادۃ کوئی تیار کر سکتا ہے کہ شوق اور استعداد کم ہے حتیٰ کہ خود آپ کو اور آپ کے معاصرین کو بھی اس کی قابلیت نہیں آپ اس کو ضائع کرتے ہیں اور اس کو نااہلوں کے سپرد کر رکھا ہے (آگے چل کر لکھتا ہے) آپ کی غیرت اور آپ کا دین بالکل ہی ختم ہو گیا۔ میں آپ کو جب تک کہ آپ ان دونوں معاملوں کو طے نہ کریں گے بہت تنگ کروں گا۔آپ باغی اور واجب التذلیل اور غاصب و دغاباز کذاب ہیں۔

خدا تعالیٰ آپ کو سمجھے دنیا میں جا کر کہیں ڈاکا ڈالئے اگر غصب ہی کرنا ہے اور لوگوں کے مال ہی تلف کرنا ہیں دینی کتاب پر کیوں ہاتھ صاف کرتے ہیں (آگے لکھتا ہے) اولیاء کے یہی اخلاق ہیں کہ غصب کریں اور لوگوں کو ایذا دیں (آگے چل کر لکھتا ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو ایذا دے کر خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے۔۔۔۔(اسی خط میں آگے لکھتا ہے) آپ کو صحاح کی حدیثیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ہمیشہ انڈے پراٹھے دین کی بدولت کھائے اور بوجہ کم لیاقت ہونے کے لوگوں کو علمی دھوکے دیئے قریب وقت آنے والا ہے یوم تبلی السرائر اب بھی راہ ہدایت پر آجایئے (آگے اسی خط میں بکتا ہے) خدا تعالیٰ آپ کو ایسا ہی برباد کرے جیسا کہ آپ نے سنت کی اضاعت کی اور اہل

بیت نبوی کو ایذا دی۔ آپ کا حشر بھی یزید اور اعوان یزید کی مثل ہوگا''۔[1]

یادرہے کہ سنبھلی صاحب ''کرامات صحابہ'' کے مصنف ہیں اور اِس پر تھانوی صاحب کی تقریظ بھی ہے۔ فیض گولڑوی صاحب نے تو شاید تھانہ بھون زندگی بھر نہ دیکھا اور نہ ہی تھانوی سے ملاقات کی ہو۔ مگر احمد حسن سنبھلی صاحب نے تو ایک عرصہ تھانوی صاحب کی معیت میں گزارا ہے ان کا یہ بیان آپ کے سامنے ہے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدِّیقہ رضی اللہ عنہا کو بیوی سے تعبیر کرنا۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اس عنوان کے تحت ایک مشہور اعتراض کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص۸۹)

اس کا جواب بھی راقم ایک مضمون کی صورت میں دے چکا ہے ملاحظہ ہو۔

بعض لوگوں کی طرف سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ۔۔۔ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں ایک خواب جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں کی تعبیر نیک صالحہ بیوی سے دی تھی اور یہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا کی کھلی توہین ہے کیا کوئی اپنی ماں کو دیکھ کر جورو کی تعبیر نکالتا ہے۔۔؟ مجاہد تحریف مولوی عمر اچھروی ان الفاظ میں لوگوں کو دہائیاں دیتے ہیں:

فرمائے جناب جو ماں کی رویا کو کمسن بیوی سے تعبیر کرے اس پر آ[آپ] کا فتوی کیا ہے جس مذہب کے مقتدیان ان خیالات باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی کہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں ان کے ایمان کا حال آپ خود سمجھ لیں۔ (مقیاس حنفیت ص۲۱۹)

---

[1] مقالات حکیم الامت، موذی مرید، ص310-308، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

حضرت حکیم الامت پر یہ اعتراض کرنا کہ اس تعبیر سے انہوں نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین کی ہے العیاذ اللہ باللہ سراسر فن تعبیر سے جہالت اور تعصب و اور ہٹ دھرمی ہے۔قارئین کرام یہ بات ہم مضمون ''حکیم الامت۔۔پر مرید کو کلمہ پڑھانے کا الزام کا جواب''میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ خواب بعض اوقات بہت ہی وحشت ناک ہوتا ہے مگر اس کی تعبیر بہت ہی عمدہ اسی طرح خواب کبھی بہت عمدہ ہوتا ہے مگر تعبیر بہت ہی خراب جس کی متعدد مثالیں دی تھیں۔اسی لئے خواب کو یا اس کی تعبیر کو ظاہری حالت پر قیاس کرنا محض جہالت اور نادانی ہے۔حضرت حکیم الامت۔۔نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل ٹھیک اور فن تعبیر کے عین مطابق ہے۔چنانچہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جو فن تعبیر کے موضوع پر ہے بنام ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام''میں لکھتے ہیں کہ:

ومن رای رجل احدا من ازواج النبی ﷺ وکان اعزب،تزوج امراۃ صالحۃ

(تعطیر الانام فی تعبیر المنام ص ۱۷،طبع بیروت)

اور جس کسی نے خواب میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو دیکھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک صالحہ عورت سے شادی کرے گا۔

اللہ اکبر!!! بتایئے مولوی عمر اچھروی صاحب شیخ عبدالغنی نابلسی ر[پر] کیا فتوی ہے جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نہیں بلکہ تمام ازواج النبی ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے ان کو خواب میں دیکھا تو یہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ صالحہ عورت آئے گی۔[1]

الجواب: فن تعبیر انتہائی مشکل اور دُشوار ہے جس شخص کو اس فن سے کوئی مناسبت نہ ہو محض کتابیں دیکھ کر اسے اس کام میں ٹانگ نہیں اَڑانی چاہئے۔بعض اَوقات ایک ہی

---

[1] دفاع،ج1ص842-843،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

خواب دو مختلف اَفراد کے حق میں دو مختلف تعبیروں کا حامل ہوتا ہے۔فن کی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے دیوبندیوں جیسے بے لگام جاہل مُلاں ایک ہی طرح کی تعبیر بیان کرتے ہیں یا اپنی غلطیوں کے دفاع میں تعبیر کی کتابیں پیش کر دیتے ہیں جیسے اس واقعہ میں دیوبندی موصوف نے حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا تھانوی کی گندی ذہنیت سے دُور کا بھی تعلق نہیں لیکن دیوبندی اپنا اُلو سیدھا کرنے کیلئے حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرتے ہیں۔تھانوی کو فن تعبیر سے کوئی مناسبت نہ تھی۔

تھانوی صاحب نے خُود اِقرار کیا ہے کہ اس کو فن تعبیر سے مناسبت نہیں،حوالہ مُلاحظہ کریں:

''ایک صاحب نے اپنا ایک خواب لکھا،حضرت اقدس نے حسب معمول یہ جواب تحریر فرمادیا کہ مجھ کو تعبیر سے مناسبت نہیں''۔[۱]

تھانوی جی ہی مزید فرماتے ہیں کہ:

''یہ تعبیر تو ایک مستقل ہی فن ہے اس میں بزرگی کا بھی کوئی دخل نہیں بلکہ اس فن سے مناسبت کیلئے تو ایمان کی بھی شرط نہیں چنانچہ ابوجہل کو فن تعبیر سے بہت مناسبت تھی اور وہ بڑا معبر تھا۔اس فن کا مدار فطری مناسبت پر ہے اور وہ کسی کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں چنانچہ مجھ کو نہیں ہے''۔[۲]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ تھانوی فن تعبیر سے نابلد تھا اور اس کو فن تعبیر سے کوئی مناسبت بھی نہ تھی۔لہٰذا اس نے اس واقعہ کے ضمن میں جو نتیجہ نکالا وہ فن تعبیر کے قواعد اور اُصولوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی گندی ذہنیت کی بنا پر ہے۔اس لئے حضرت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ نے اس حوالے میں بالکل صحیح لکھا ہے جس کا تذکرہ دیوبندی موصوف نے کیا ہے

[۱] ملفوظات ج9 ص267،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

[۲] ملفوظات ج9 ص268،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

کیونکہ آپ نے تھانوی کے خیالات باطلہ پر نکیر فرمائی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:
''جس مذہب کے مقتدا اِن خیالاتِ باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی کہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں''۔[۱]

اور اس حوالے کا حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کوئی تضاد بھی نہیں۔ بہرکیف ثابت ہوا کہ تھانوی نے کمسن عورت ہاتھ آنے کی تعبیر کا صالحہ عورت اپنی گندی ذہنیت کی بنا پر کی ہے لہٰذا موصوف کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ:
''حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل ٹھیک اور فنِ تعبیر کے عین مطابق ہے۔''[۲]

تھانوی کو جب فنِ تعبیر سے مناسبت ہی نہ تھی تو پھر وہ تعبیر کیسے بیان کر سکتا ہے؟ وہ تو اپنے خیالاتِ باطلہ کو تعبیر کی ضمن میں پیش کرے گا اور اس کے وہ خیالات اس کے جملے سے ظاہر ہیں ''کہ کمسن عورت ہاتھ لگے گی''۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
''خواب کو یا اس کی تعبیر کو ظاہری حالت پر قیاس کرنا محض جہالت اور نادانی ہے''۔[۳]

حالانکہ تھانوی نے واقعہ میں مروی الفاظ کو ظاہری حالت پر قیاس کیا ہے، چنانچہ تھانوی جی لکھتے ہیں کہ:
''ایک ذاکر صالح کو مکشوف (کشف) ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہؓ آنے والی ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا، اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا، حضورؐ کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور

---

[۱] مقیاس حنفیت: ص 207، وانظر: دفاع، ج1 ص842، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص843، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص843، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضرت عائشہؓ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے''۔[1]

پس خُود موصوف کے اُصول پر تھانوی نے جہالت اور نادانی کا اِرتکاب کیا ہے اور اپنی ذہنیت کی عکاسی کی ہے۔

''تعطیر الانام'' کے حوالے کا جواب

جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ تعبیر کیلئے فطری مناسبت کا ہونا بھی ضروری ہے وَرنہ عام تعبیر کی کتابیں دیکھ کر آدمی ٹھوکریں کھائے گا۔ اِس تعبیر کو سمجھنے سے پہلے اس بات کو ضرور سمجھ لیں کہ جب بیٹا جوان ہوتا ہے تو ماں ہی اس کا گھر بسانے کیلئے زیادہ فکر مند ہوتی ہے۔ اس کیلئے رشتے تلاش کرتی ہے اور نیک اور صالح بہو لانے کیلئے فکر مند ہوتی ہے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ پس اگر کسی شخص کی ماں اپنے بیٹے کیلئے رشتہ تلاش کرے اور وہ بیٹا ماں سے علیحدہ رہتا ہو، ماں رشتے کے معاملات میں اپنے بیٹے کے گھر آنا جانا نہ رکھے، اور یہ کہے کہ بیٹا! اب مَیں تمہارے گھر اس وقت ہی آؤں گی جب تمہاری دُلہن تلاش کر لوں گی۔ دُلہن تلاش کرنے کے بعد ماں اپنے بیٹے کے گھر جائے اور بیٹا ماں کو دیکھے تو سمجھ جائے گا کہ اس کا کام بن گیا ہے اور اس کا گھر اب بَس جائے گا، اس کی شادی ہو جائے گی لیکن اس وجہ سے نہیں کہ ماں اور بیوی میں (نعوذ باللہ) کوئی مناسبت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ماں اس کے رشتہ میں فکر مند تھی اور اُس نے اِس کیلئے دُلہن مل جانے پر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مناسبت نوید مسرت کی ہے کہ والدہ کسی مقام پر اِس کا رشتہ طے ہو جانیکی خبر لے کر آتی ہے اور اِس کا چہرہ دیکھ کر گھر والے بھی اس بات کا اندازہ لگا لیتے ہیں کہ اس کے بیٹے کی بات کہیں پکّی ہوگئی ہے۔

---

[1] اصلاح انقلاب امت، ضمیمہ ثانیہ در نقل رسالہ، الخطوب المذیبۃ للقلوب المنیبۃ، ج 2 ص 87 ادارۃ المعارف، کراچی نمبر ۱۴، وانظر: رسالہ امدادیہ 1935 ماہ صفر

مگر افسوس ہے تھانوی کی گندی ذہنیت پر اِس نے کمسن لڑکی ہاتھ لگنے کی مناسبت پیدا کر لی وہ بھی اِس بِنا پر کہ جس عمر میں اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نبی اکرم ﷺ کی زَوجیت میں آئیں تو اُس وقت آپ کم عُمر تھیں۔

لہٰذا تھانوی نے اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب کے متعلق مناسبت پیدا کر لی کہ انہیں کم سِن لڑکی ہاتھ لگے گی۔اور تھانوی کا کم سِن لڑکی ہاتھ لگنے کا جملہ بھی قابل غور ہے۔یہ تو وہ جملے اور فقرے ہیں جو گلی کوچے کے آوارہ لڑکے اپنے ہم جولیوں اور لفنگے دوستوں میں استعمال کرتے ہیں،مگر تھانوی صاحب عُمر کے اس حصے میں تھے جہاں ایسے الفاظ سوچتے ہوئے بھی آدمی کو شرم آتی ہے،مگر تھانوی صاحب چسکے لے کر بڈھے کھوسٹ لوگوں کی محفل میں بڑھاپے پر جوانی کا لیبل لگانے کی کوشش کر رہے ہیں،اِس عُمر میں جہاں آدمی کا ایک پاؤں قبر میں اور دُوسرا قبر سے باہر ہوتا ہے۔اللہ اللہ کرنے کی بجائے کمسن لڑکی ہاتھ لگنے کا سوچ رہے ہیں،اور نہ صرف انہوں نے سوچا بلکہ اپنی مُریدنی پر ہاتھ صاف بھی کر لئے۔

نوٹ: ہمیں کسی کی شادی پر اِعتراض نہیں اور نہ ہی عُمر کے کم یا زیادہ ہونے پر اعتراض ہے، یہ تو تھانوی اور اس کی مُریدنی کا معاملہ تھا لیکن تھانوی کے الفاظ ''کمسن لڑکی ہاتھ لگے گی'' کوئی اچھی نوید نہیں سنا رہے۔یہ جملہ ادا کرتے وقت انہیں اپنی عُمر اور منصب کا پاس ضرور کرنا چاہئے تھا۔

بہر کیف حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا تھانوی کی پیدا کردہ مناسبت سے کوئی تعلق نہیں اِس لئے دیوبندیوں کا حضرت علّامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر فتویٰ طلب کرنا اِنتہائی حماقت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی عمر اچھروی صاحب آخر کس منہ سے ہم پر اس قسم کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ ان

کے اعلیٰ حضرت نے اپنے شاعری کے مجموعہ ''حدائق بخشش حصہ سوم'' میں حضرت ام المؤمنین کی جس طرح گستاخی کی ہے اس سے آج بھی ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ بریلویوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کو بچانے کیلئے اس دیوان کو بالکل غائب کروادیا ہے۔

اشعار ملاحظہ ہو:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
(حدائق بخشش، ص ۳۴، ج ۳)

یعنی ان (حضرت عائشہؓ) کا لباس ایسا تنگ اور چست ہے اور پھر اس پر متضاد سینے کا ابھار ایسا تھا کہ آپ کا پیراہن سر سے کمر تک پھٹا جا رہا تھا قریب ہے کہ ان کی جوانی کا ابھار میرے دل کی مانند پھٹا جا رہا ہے اور سینہ اور جسم کے لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔۔ العیاذ باللہ۔۔ ثم العیاذ باللہ۔''[1]

الجواب: ''حدائق بخشش'' حصہ سوم کے متعلق پہلے ہی ہمارے اکابرین تصریح کر چکے ہیں کہ یہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی کا مجموعہ کلام نہیں۔ اس کے بارے میں ہمارے اکابرین بارہا تصریح کر چکے ہیں۔ اور اخبارات و رسائل میں اِس کے غیر مستند ہونے کی وضاحت کر چکے ہیں، مگر دیوبندی اپنی عادتِ بد سے باز نہیں آتے اور اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر ''حدائق بخشش'' کو اُچھالتے ہیں مگر صاحبِ تحقیق اَفراد خُوب جانتے ہیں کہ یہ ''حدائق بخشش''، حصہ سوم غیر مستند مجموعہ ہے۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 844، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مولانا محبوب علی خاں قادری فرماتے ہیں کہ:

''مجھے حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جو اِب تک چھپا نہیں ہے، بڑی کوشش وجانفشانی سے بریلی شریف وسرکار مارہرہ وپیلی بھیت ورام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دَستیاب ہوا جو آج برادرانِ اہلِ سنّت کی خدمت میں ''حدائق بخشش''، حصہ سوم کی شکل وصورت میں پیش کر رہا ہوں۔نابھہ سٹیم پریس، نابھہ کا چھپا ہوا تیسرا حصہ ہمارے سامنے ہے، اس کے صفحہ ۳۶۔۷ ۳ پر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اُنیس اَشعار کا ایک قصیدہ ہے۔اس کے بعد ص ۷ ۳ پر علیحدہ کا عنوان قائم کر کے نو اَشعار درج کئے ہیں، جن میں سے تین شعر یہ ہیں۔۔۔

اعلانِ توبہ

بخاری[بَابُ حُسْنِ المُعَاشَرَةِ مَعَ الأَهْلِ(5189)]مسلم شریف [بَابُ ذِكْرِ حَدِيثِ أُمِّ زَرْعٍ(2448)]ترمذی شریف[الشمائل(254)] ، نسائی شریف[نسائی کبری 9089] اور حدیث کی دوسری کتابوں میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے کہ گیارہ مشرکہ عورتوں نے باہمی طور پر طے کیا کہ ہر ایک اپنے شوہر کے اوصاف بیان کرے گی اور کچھ چھپائے گی نہیں، اُن میں سے ایک اُمّ زرع تھی، جس نے اپنے شوہر کی دِل کھول کر تعریف کی، پھر ساتھ ہی ابوزرع کی بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"طَوْعُ أَبِيهَا، وَطَوْعُ أُمِّهَا، وَمِلْءُ كِسَائِهَا"۔

وہ اپنے ماں باپ کی فرمانبردار ہے اور اُس کا جسم اس کی چادر کو بھرے ہوئے ہے

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا:

"كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ"۔

''مَیں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے ابُوزرع اُمِّ زرع کے لیے تھا''۔

مولانا محبوب علی خاں نے جس بیاض سے حضرت اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں قصیدہ نقل کیا، اُسی بیاض سے سات شعر وہ نقل کیے جو اِن گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے۔

ان سات شعروں پر بھی علیحدہ لکھ دیا، لیکن کاتب نے دانستہ یا نادانستہ اُنہیں اُمُّ المؤمنین کے مدحیہ قصیدہ میں مخلوط کر دیا اور کتاب اسی طرح چھپ گئی۔ مولانا محبوب علی خان کو اطلاع ہوئی تو ان کا خیال تھا کہ دُوسرے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی اور قارئین خُود محسوس کر لیں گے کہ یہ اَشعار غلطی سے اس جگہ درج ہو گئے ہیں۔ خطیب مشرق علاّمہ مشتاق احمد نظامی (مصنف: خُون کے آنسو) نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ اخبار میں مراسلہ شائع کروایا اور حضرت مولانا محبوب علی خان کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی۔

مولانا محبوب علی خان کے دِل میں چور تو تھا نہیں انہوں نے کمال دیانت داری سے وہ کام کیا جو ایک مومن کے شایانِ شان ہے۔ انہوں نے ماہنامہ سُنّی لکھنؤ شمارہ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء میں ''توبہ نامہ'' شائع کر یا۔ اس ''توبہ نامہ'' کا خلاصہ مفتی اعظم دہلی مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے الفاظ میں مُلاحظہ ہو:

''وہ ماہنامہ ''پاسبان'' کے ایڈیٹر کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آج ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر ''حدائق بخشش'' حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جواباً پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور اِستغفار کرتا ہے۔ خُدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین''۔

اس کے بعد اس غلطی کے واقع ہونے کی وجہ بتلائی جس کا خلاصہ یہ ہے:

''قصیدۂ مدحیہ سیّدتنا حضرت اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سات اشعار قصیدہ اُمِّ زرع

والے مصنفہ حضرت علّامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پُرانی قلمی بوسیدہ بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے لیکن اُمّ زرع والا قصیدہ چونکہ پُورا دستیاب نہ ہوا تھا، ان سات شعروں کے تین حصہ کر کے ہر حصہ پر لفظ علیحدہ جلی قلم سے لکھ دیا تھا کہ ہر حصہ کا مضمون علیحدہ تھا۔

جب ''حدائق بخشش'' حصہ سوم کی طباعت کا اِرادہ کیا تو بعض مجبوریوں کی بناء پر اپنے مقام (پٹیالہ) پر اس کا بندوبست نہ کر سکا۔ ناچار نابھ سٹیم پریس والے سے معاملہ کرنا پڑا (اس مقام پر انہوں نے تفصیل کے ساتھ اپنی مجبوریوں کا بیان کیا ہے)

پریس والے نے یہ شرط کی کہ اس کی کتابت بھی یہیں ہوگی، ناچار یہ شرط بھی منظور کی اور اُس کے سپرد کر دیا۔ اِتفاق سے کاتب اور مالک پریس دونوں بد مذہب تھے، ان لوگوں سے قصداً یا سہواً یہ تقدیم وتاخیر اور تبدیل وتغیر ظہور میں آئی۔ بہت روز کے بعد جب میں اس کتابت کی غلطی پر واقف ہوا تو خیال ہوا کہ طباعت دُوم میں اس کی اصلاح ہو جائے گی، لیکن حافظ ولی خان نے بغیر مجھے اِطلاع دیئے پھر چھپوا دیا۔ غرض اس میں جو تساہل مجھ سے ہوا، اس پر ہی اپنی غفلت اور غلطی پر خدا تعالی کے حضور معافی چاہتا ہوں، وہ غفور ورحیم مجھے معاف فرمائے''۔ (ماہنامہ سُنّی دُنیا، ص ۱۷)

پھر اعلان بھی شائع کیا

ضروری اعلان

''حدائق بخشش''، حصہ سوم ص ۳۷ وص ۳۸ میں بے ترتیبی سے اَشعار شائع ہو گئے تھے اس غلطی سے بار بار فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خُدا اور سول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین، ثم آمین!

اور سُنّی مسلمان بھائی خُدا اور سول کے لیے معاف فرمائیں، جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقیر نے اس وَرق کو صحیح ترتیب سے چھپوا دیا ہے، جن صاحبوں کے پاس ''حدائق بخشش''، حصہ سوم ہو وہ مہربانی فرما کر اس میں سے ص ۳۷، وص ۳۸ والا ورق نکال کر فقیر کو

بھیج دیں اور صحیح چھپا ہوا وَرق فقیر سے منگوا کر اپنی کتاب میں لگالیں اور جو صاحب کتاب واپس کرنا چاہیں وہ فقیر کے پاس پہنچا کر فقیر سے قیمت واپس لے لیں۔ والسلام علی اہل الاسلام

فقیر ابُوالظفر محب الرضا محمد محبوب علی خان قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرلہٗ

مولانا محبوب علی خان نے اس غلطی پر کئی بار زُبانی اور تحریری طور پر صریح توبہ کی، چنانچہ ۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء کوان کا ''توبہ نامہ'' شائع ہوگیا، پھر رسالہ سُنّی لکھنؤ اور روزنامہ ''انقلاب'' میں بھی چھپا۔[1]

اہم نوٹ بمتعلق کاروباری ناشرین

کاروباری مکتبوں والے ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنا خرچہ دُوسری مرتبہ بچانے کے لئے پہلی صورت میں ہی کتابوں کو پرنٹ کروادیتے ہیں جس سے وہ اپنے تصحیح، ٹریسنگ، اور پلیٹوں وغیرہ کے خرچے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، جس پر فقیر خُود اپنی ایک کتاب ''**القول الثواب فی مسئلة ایصال الثواب**'' کے حوالہ سے تجربہ کر چکا ہے جس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں، وہ کتاب ابتدائی دَور میں ترتیب دی گئی تھی، اور شبیر برادرز لاہور کو کیونکہ اس کے حقوق: اس بنیاد پر کہ شائع ہوتی رہے، دے دیئے گئے تھے، کئی بار کہنے کے باوجود بھی وہ اس کی تصحیح کروائے بغیر ہی صرف اس لئے شائع کرتے جا رہے ہیں کہ انہیں دُوبارہ کمپوزنگ، ٹریسنگ اور پلیٹس وغیرہ پر خرچ کرنا پڑے گا، جس میں پائی جانے والے اغلاط کے متعلق فقیر پہلے بھی اعلان برأت کر چکا ہے، اور اب ان شاء اللہ اللہ رب العالمین کی توفیق سے امام سخاوی رحمہ اللہ کی مسئلہ ایصال ثواب پر لکھی گئی ایک کتاب ''**قرة العین بالمسرة الحاصلة بالثواب للمیت والأبوین**'' اور

[1] فیصلہ مقدسہ، ص4 تا9، بتصرف، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور

دُوسری "**الایضاح واتبیین بمسألة التلقین** "کے ترجمہ وشرح کے ساتھ تفصیلاً اس مسئلہ پر لکھوں گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

بعض جاہل بریلوی یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حکیم الامت۔۔۔نے کمسن عورت سے کیوں تعبیر دی۔۔تو اس کا جواب ہے کہ یہ اعتراض کرنا محض ضد اور میں نہ مانوں ہے۔۔اول تو ان کے اکابر نے کہیں بھی کم سن لڑکی کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلقا۔۔۔گستاخی کا کہا ہے۔۔اور اصل اعتراض نکاح میں آنے کا ہے خواہ وہ کمسن ہو یا بڑی۔ [۱]

الجواب: ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ تھانوی نے اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے زوجہ کی مناسبت بایں طریق پیدا کر لی کہ اس کو کوئی کمسن لڑکی ہاتھ لگے گی کیونکہ تھانوی کے نزدیک اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب نبی اکرم ﷺ کی زَوجیت میں آئیں تو کَم عُمر تھیں، اور تھانوی کے الفاظ یُوں ہیں، اور وہی قصہ یہاں ہے، یعنی تھانوی صاحب کَم سِن لڑکی ہاتھ لگنے کا کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ وہی قصہ یہاں ہے (نعوذ باللہ) اس لئے ہمارے ساتھیوں کا اِعتراض بالکل بجا ہے کہ تھانوی نے ماں کی مناسبت بیوی سے کر لی اَور وہ فنِّ تعبیر سے فطری مناسبت نہ ہونے کی بنا پر گستاخی کے گڑھے میں جا گرے۔

''تعطیر الانام'' کے حوالے کی ہم وضاحت کر چکے ہیں، لہٰذا موصوف کا یہ لکھنا کہ:

''اصل اعتراض نکاح میں آنے کا ہے خواہ وہ کمسن ہو یا بڑی''۔ [۲]

اصل اعتراض اِس مناسبت پر ہے جو تھانوی نے ذِکر کی ہے کیونکہ ماں اور بیوی میں کوئی مناسبت نہیں۔ شاید دُنیا کا وہ گندا ترین اِنسان ہوگا کہ ماں کو دیکھتے ہی اس کا خیال بیوی کی

---

[۱] دفاع، ج1 ص844، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص844، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

طرف چلا جائے۔

نہ تعبیر کی کتابوں میں اس مناسبت سے کوئی تعبیر ہے۔ ''تعطیر الانام'' میں جو تعبیر ہے اس کی مناسبت وہی ہے جو ہم نے ذِکر کی۔

دیکھیں حضرت لُوط علیہ السلام کی رُؤیۃ کے متعلق علّامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"من رای لوطا علیہ السلام فانہ انذار لا علی عملہ عمل قوم لوط". [1]

''جو شخص حضرت لوط علیہ السلام کو دیکھے تو دیکھنے والے کو ڈرانا ہے اس لئے کہ رائی قوم لوط کے عمل میں مبتلا ہے''۔

یہاں ڈرانے کی مناسبت پائی گئی کہ رائی اس گندے فعل میں ملوث ہے، اس کو اس خبیث عمل سے روکنے کیلئے یہ خواب نظر آیا۔

اُمہات المؤمنین کی رُؤیۃ کی مناسبت اِس بِنا پر ہے کہ عالمِ بالا میں ان کی رُوحانی اولاد کے رِشتہ اَزدواج کا اہتمام ہو گیا ہے اور ان کا بیٹے کے خواب میں آنا اِسی بات کی نویدِ مسرت ہے۔ نا کہ (نعوذ باللہ) ماں کی مناسبت سے بیوی کی طرف خیال جائے نعوذ باللہ، اور پھر آدمی اپنی گندی ذہنیت کی بِنا پر دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

---

[1] تعطیر الأنام في تعبیر المنام، باب اللام، ص 304، دار الفکر - بیروت

دِیوبندیُّوں کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اشرف علی رسول اللہ
دیوبندیوں کا دُرود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمولانا اشرف علی۔ نعوذ باللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندیت کے بطلان کا اِنکشاف، ص۹۱، ۹۲ پر ایک مشہور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ایک مقالے کی صورت میں دے چکا ہوں''۔ [1]

الجواب: سب سے پہلے اس حوالے کو مفصل طور پر پڑھیں، خُود دیوبندی موصوف کے حوالے سے مکمل حوالہ نقل کر دیتے ہیں، دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اس اعتراض پر تفصیلی جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو خُود حضرت تھانوی ۔۔۔ کے اس اِرادتمند کے اپنے اَلفاظ میں بقدرِ ضرورت نقل کر دیں''۔

وہ صاحب کہتے ہیں کہ:

اور سو گیا، کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں، اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہئے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اشرف علی نکل جاتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح دُرست نہیں ہے لیکن بے اِختیار زُبان سے یہی نکل جاتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری

---

[1] دفاع، ج1 ص845، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہوگئی ،زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری۔اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی۔اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں "اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی"۔حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں ،لیکن بے اختیار ہوں ، مجبور ہوں ،زبان اپنے قابو میں نہیں۔اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے (وجوہات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانوی۔۔) کے ساتھ باعثِ محبت ہیں کہاں تک عرض کروں"۔[1]

موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

"قارئین کرام اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ کی غلطی خواب میں ہوئی تھی اور صاحب خواب اس پر خاصہ پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زُبان سے غلط کلمہ نکلتا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ "بے اختیار ہوں ،مجبور ہوں، زُبان اپنے قابو میں نہیں"۔اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنی اس غلطی پر بھی وہ "خوب رویا"۔اب اس مقام پر چند باتیں قابل غور ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں"۔[2]

الجواب: یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خواب اَز قبیل مبشرات نہیں بلکہ اضغاث واحلام سے

---

[1] دفاع، ج1 ص845-846، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص8456-847، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

تعلق رکھتا ہے جس کا صاف اور سادہ مطلب یہی ہے کہ خواب دیکھنے والا سارا دن جس کے متعلق سوچتا ہے اَور باتیں اُس کے دماغ میں ہوتی ہیں رات کو بھی وہی اُس کو نظر آتی ہیں۔ دیکھنے والے نے اپنے اس پُورے واقعے کو تھانوی سے محبّت کی دلیل بنایا ہے جیسا کہ وہ خُود لکھتا ہے:

''اور بھی بہت سے (وُجُوہات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانوی ۔۔) کے ساتھ باعثِ محبت ہیں کہاں تک عرض کروں''۔[۱]

خواب دیکھنے والا اس خواب کو تھانوی سے محبت کی دلیل بنا رہا ہے کہ اس کو تھانوی سے اس درجہ محبت ہے کہ خواب میں ایسے مُعاملات اس کے ساتھ پیش آ رہے ہیں۔ بہر کیف ایک چیز موصوف کے بیان سے ثابت ہو رہی ہے کہ خواب دیکھنے والے کو تھانوی کے ساتھ غُلُو کی حد تک محبت تھی۔ اس خواب کیساتھ دیو بندیوں کا ایک اور خواب بھی سماعت فرمائیں۔
گنگوہی صاحب کہتے ہیں:

''مَیں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے، سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دُوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اسی طرح مجھے اُن سے اور اُنہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے، اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مُرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے اُنہیں مُرید کر دیا حکیم محمد صدیق صاحب کاندہلوی نے کہا: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔ آپ نے فرمایا: ہاں آخر اُن کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں''۔[۲]

بہر کیف تھانوی سے مُتعلّقہ خواب میں رائی کے غلو آمیز محبت کی جھلک موجود ہے جس کا اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض اوقات صالحین پر شیاطین کے حملے ہوتے ہیں اور شیاطین خواب

---

[۱] دفاع، ج1 ص846-847، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] تذکرۃ الرشید، ج2 ص289، ادارۂ اسلامیات، لاہور، کراچی

میں مختلف مناظر دِکھا دیتے ہیں، اوران کو شیاطینی خواب ہی سمجھا جاتا ہے، مگر اس واقعہ میں تو رائی خُود تھانوی سے بے حد محبت کی تصریح کر رہا ہے، اس تناظر میں یہ کہنا بالکل دُرست ہے کہ رائی کو اس کی غالی محبت کی وجہ سے یہ خواب نظر آیا۔ اس کا یہ غلو خُود مذموم ہے۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اس کا ایک اُصولی جواب خُود رضا خانی مولوی سے مُلاحظہ ہو جو اسی خواب کے متعلق لکھتے ہیں: ''علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے''۔ (عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج۱)

پس جب بقول آپ کے علمائے اہلسنت کو خواب پر کوئی اعتراض ہی نہیں تو تم اسے خواب کے عنوان ذکر کر کے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لو کہ کون ہو''۔ [1]

حالانکہ یہ بھی دیوبندی موصوف کا دَجل ہے، ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' میں اختصار کی وجہ سے صرف تھانوی کے جواب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا جس نے اس کُفر کی تائید کی۔

مگر موصوف بڑی بے حیائی اور بے شرمی سے دُھوکہ دے رہے ہیں کہ خواب پر اعتراض کیا گیا ہے۔ حالانکہ بوجہ اختصار خواب کے گُرو کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

الغرض موصوف کے اِس حوالے جو'' عبارات اکابر'' سے نقل کیا گیا یہ ثابت ہوا کہ اس خواب کی بِنا پر فتویٰ نہیں لگایا گیا یہ دیوبندیوں کی عادت ہے کہ خوابوں کی بنیاد پر توہین و گستاخی کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ہاں! البتہ ہم خوابوں کا اس رُخ سے تجزیہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ شیاطین خیالات ان کے خوابوں کی زینت بنتے ہیں۔

دیوبندی موصوف نے یہ بھی لکھا ہے:

---

[1] دفاع، ج1 ص845، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ'' بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زُبان اپنے قابو میں نہیں ہے''۔۔اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنی غلطی پر بھی وہ ''خوب رویا''۔[۱]

اس حوالے میں اتنی بات ضرور ثابت ہوئی کہ بیداری میں بھی اس شخص نے دُرود غلط پڑھا تھا، اس کی غلطی کیا تھی وہ حوالے میں موجود ہے یعنی اس نے ''اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی''۔[۲]

ان شاء اللہ بیداری میں ایسا کہنے والے کے متعلق ایسا کہنے کا تجزیہ لیا جائے گا۔

موصوف نے اس ضمن میں چند تمہیدی باتیں لکھی ہیں اور وہ یُوں ہیں کہ خواب کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی تعبیر کچھ اور ہوتی ہے، اس سلسلے میں موصوف نے چند واقعات لکھے ہیں، جن میں بی بی اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا خواب لیکن موصوف کی ان تمہیدی باتوں کا مذکُورہ حوالے سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ تھانوی کا مُرید بیداری میں بھی تھانوی کو نبی کہتا رہا، چنانچہ وہ خُود کہتا ہے کہ:

''پھر بھی یہ کہتا ہوں ''اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی''۔حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں''۔[۳]

لہٰذا اس بیداری والے واقعہ پر موصوف کا خواب کی مثالیں پیش کرنا موصوف کی جہالت ہے، اور حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[۱] دفاع، ج1 ص846-847، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص846، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۳] رسالہ الامداد، بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ، ص35، مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

''حضرت حکیم الامت ۔۔۔کے مرید کے خواب پر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں''۔ [۱]

الجواب: موصوف کا یہ لکھنا بھی مدعی سست گواہ چست کی مانند ہے کیونکہ صاحبِ واقعہ خود کہہ رہا ہے کہ ''اب بیدار ہوں خواب نہیں''۔ [۲]

مگر موصوف پھر بھی بضد ہیں کہ یہ خواب ہے اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ موصوف اپنی اس کم فہمی پر اتنے مگن ہیں کہ اہل سنت کو طعنہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''تاکہ بنا سپتی حنفیوں کی آنکھیں کھل جائیں''۔ [۳]

اب قارئین ہی بتائیں کہ جعلی حنفی کون ہے؟ جو حضرت امام ابُوحنیفہ کا نام لے کر دن دھاڑے جھوٹ بولے یا وہ جو دیوبندیوں کو ان کی کتابوں سے آئینہ دِکھائے اور ان کے جھوٹوں کو عوام کے سامنے ظاہر کرے۔ ماضی میں فقہ حنفی سے فروعاً ایسے لوگ بھی وابستہ رہے جو اعتقادی ونظریاتی طور پر آئمہ احناف کے مخالف تھے، صرف فروع میں فقہ حنفی سے وابستگی کی بِنا پر حنفیت کے دعویدار تھے۔ (معتزلہ اس کی واضح مثال موجود ہے) انہوں نے اپنے اُوپر حنفیت کا لیبل چسپاں کر رکھا تھا۔

موصوف اور موصوف کے اُکابرین نظریاتی طور پر معتزلی ہی ہیں۔اس کی واضح مثال تفسیر ''بلغتہ الحیر ان'' موجود ہے جس میں دیوبندیوں کے مُلاں حسین علی واں بھچر اں نے اِعتزالی نظریات کو خُوب اپنایا ہے۔ دیوبندی اس تفسیر سے جان چھڑانے کیلئے اِس کا اِلزام حسین علی واں بھچر اں کے شاگردوں پر ڈالتے ہیں حالانکہ ہم نے اِس کتاب میں با حوالہ لکھا ہے کہ حسین علی واں بھچر اں اپنی اس تفسیر کو اپنے شاگردوں میں تقسیم کرتا تھا۔

بہرکیف جعلی حنفی موصوف کے اکابرین ہیں جنہوں نے اپنے اُوپر دجل وفریب کا لبادہ اوڑھ

---

[۱] دفاع، ج1 ص 847، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] رسالہ الامداد، بابت ماہ صفر المظفر، ۱۳۳۶ھ، ص 35، مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

[۳] دفاع، ج1 ص 847، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

رکھا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے ص ۸۴۸ سے ۸۵۵ تک صرف اس پر زور دیا ہے کہ نیند کی حالت میں جو کلام کیا جائے اُس کا کوئی اعتبار نہیں موصوف کو یہ حوالے دینے کی ضرورت ہی نہیں، موصوف اصل موضوع سے راہِ فرار اِختیار کر رہے ہیں۔

اصل مبحث یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے مُرید نے بیداری میں بھی تھانوی صاحب کو نبی کہا۔ دیوبندی موصوف اس مسئلہ سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو مغالطہ دینے کیلئے صرف خواب کی باتوں یا نیند کے کلام پر زور دے رہے ہیں۔ اِس لئے ہم اس بحث سے دَرگزر کرتے ہوئے بحث کے اہم نکتہ کی جانب چلتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اس شخص کی زبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اِختیاری طور پر نکلے تھے جس کا اِظہار اُس نے خُود کیا اور اس پر کافی پریشان بھی تھا، بلکہ وہ خُود کہتا رہا کہ سارا دن روتا رہا اس حرکت پر۔ اور جناب والا بیداری میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر وارتداد کا کوئی حکم نہیں لگاتی''۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے جو بکواس کی ہے اُس کو خُود موصوف کے خلیل احمد انبیٹھوی نے رَد کر دیا ہے چنانچہ وہ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

''البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللھم صل علی سیدنا و مولانا زید جو اَمر دوم ہے یہ کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہنا جو حالت معذوری (کی) نہیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اِختیار ہوں، مجبور ہوں، زُبان اپنے قابو میں نہیں، بالجملہ اس کے تمام سوق کلام سے یہ مفہوم

[1] دفاع، ج1 ص850، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو بُرا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرنا چاہتا ہے لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں سمجھتا اس لئے وہ اسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے، لہٰذا اس کو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالی کافر نہ قرار دیا جائے گا، لیکن باعتبار ظاہر جب اس کے عذر میں غور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر ان اعذارِ شرعیہ میں سے معلوم نہیں ہوتا کہ جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالی نے عذر معتبر فرمایا ہے درمختار میں ہے: "وشرائط صحتها العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون، ومعتوه وموسوس، وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها"۔ یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعویٰ کہ میں بے اختیار ومجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اس وقت شرعاً معتبر ہو(گا) کہ جب اس کی مجبوری وبے اختیاری کا سبب منجملہ ان اسباب عامہ کے ہو جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، سکر، اکراہ، عتہ اور حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سالب اختیار سے ہو، کیونکہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے ۔اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے اور غلبہ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں، غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہوسکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور وممنوع فرمایا ہے "لا تطرونی کمااطرت الیهود والنصاری ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ" اگر غلبہ محبت اور اس کا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء موجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا نہی عن الاطراء خود دال ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے اسی وجہ سے اطراء سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی فرمارہے ہیں لہٰذا شرعاً اس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا، علاوہ ازیں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا،

لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علّامہ شامی نے حاشیہ رد المختار، بابُ المرتد میں لکھا ہے:

وقَوْلُهُ(لَا يُفتَى بِكُفرِ مُسْلِمٍ أَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ عَلَى مَحْمَلٍ حَسَنٍ) ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا يُفتَى بِهِ مِنْ حَيْثُ اسْتِحْقَاقُهُ لِلْقَتْلِ وَلَا مِنْ حَيْثُ الْحُكْمُ بِبَيْنُونَةِ زَوْجَتِهِ. وَقَدْ يُقَالُ: الْمُرَادُ الْأَوَّلُ فَقَطْ، لِأَنَّ تَأْوِيلَ كَلَامِهِ لِلتَّبَاعُدِ عَنْ قَتْلِ الْمُسْلِمِ بِأَنْ يَكُونَ قَصَدَ ذَلِكَ التَّأْوِيلَ، وَهَذَا لَا يُنَافِي مُعَامَلَتَهُ بِظَاهِرِ كَلَامِهِ فِيمَا هُوَ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ طَلَاقُ الزَّوْجَةِ [وَمِلْكُهَا لِنَفْسِهَا]، بِدَلِيلِ مَا صَرَّحُوا بِهِ مِنْ أنه [أَنَّهُمْ] إذَا أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ مُبَاحَةٍ فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً بِلَا قَصْدٍ لَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي وَإِنْ كَانَ لَا يَكْفُرُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ تَعَالَى، فَتَأَمَّلْ ذَلِكَ۔

اور علّامہ شامی دوسری جگہ باب المرتد میں لکھتے ہیں:

وَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْجَامِعِ الْأَصْغَرِ: إذَا أَطْلَقَ الرَّجُلُ كَلِمَةَ الْكُفْرِ عَمْدًا، لَكِنَّهُ لَمْ يَعْتَقِدْ الْكُفْرَ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا: لَا يَكْفُرُ لِأَنَّ الْكُفْرَ يَتَعَلَّقُ بِالضَّمِيرِ وَلَمْ يَعْقِدْ الضَّمِيرَ عَلَى الْكُفْرِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَكْفُرُ وَهُوَ الصَّحِيحُ عِنْدِي لِأَنَّهُ اسْتَخَفَّ بِدِينِهِ اهـ.

بناءً علیٰ ہذا باعتبار بعض احکام ظاہر اس قائل کو دعوی بطلان قصد واختیار میں ظاہر اصادق نہیں سمجھا جائے گا اور بطلان شعور وادراک کا وہ خود مدعی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلان شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ جو عبارۃ سائل نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی ہے اس کو مبحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محل مسئول عنہ میں نہ سکر ہے نہ اس کو قیاساً سکر میں داخل کیا جا سکتا ہے نہ یہاں خطا ہے، اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ خاطی کا عذر بھی قاضی نہیں قبول کر سکتا، لہٰذا عبارۃ بزدوی

میں حقیقی ردۃ کا حکم ذکر کیا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی زُبان سے کلمہ کُفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہوتو ایسے شخص پر ردۃ حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائے گا اور تمام احکام مرتد کے اس پر جاری نہ کئے جائیں گے کیونکہ جب تک مواطاۃ قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد واختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک دیانۃً وقضاءً مرتد نہیں کہا جا سکتا اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہراً اس کو احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح اور استغفار وتوبہ کا حکم کیا جائے ، اور اسی طرح سوال میں جو عبارۃ درمختار جلد خامس کتاب الاکراہ سے نقل کی گئی ہے:

"وَلَا رِدَّتُهُ بِلِسَانِهِ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌ بِالْإِيمَانِ فَلَا تَبِينُ زوجة [زَوْجَتُهُ]"

اس عبارۃ کا بھی وہی جواب ہے۔عبارت اُصولِ بزدوی کا جواب دیا گیا ہے، درمختار باب النکاح الکافر میں ہے:

يَكُونُ كُفْرًا اتِّفَاقًا يَبْطُلُ الْعَمَلَ وَالنِّكَاحَ وَأَوْلَادُهُ أَوْلَادُ زِنًا، وَمَا فِيهِ خِلَافٌ يُؤْمَرُ بِالِاسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ وَتَجْدِيدِ النِّكَاحِ

اس پر علّامہ شامی فرماتے ہیں:

(قَوْلُهُ وَتَجْدِيدِ النِّكَاحِ) أَيْ احْتِيَاطًا ۔۔۔وَقَوْلُهُ احْتِيَاطًا أَيْ يَأْمُرُهُ الْمُفْتِي بِالتَّجْدِيدِ لِيَكُونَ وَطْؤُهُ حَلَالًا بِاتِّفَاقٍ، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا يَحْكُمُ الْقَاضِي بِالْفُرْقَةِ بَيْنَهُمَا، وَتَقَدَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالِاخْتِلَافِ وَلَوْ روایته [رِوَايَةً]ضَعِيفَةً وَلَوْ فِي غَيْرِ الْمَذْهَبِ"اھ

صورت موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمہ کُفر ہونا باعتبار ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بالضرور تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیا جائے اور وجہ اس کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا مختلف فیہ نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے

کہ جس کو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جائے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس کا سبب حالت موجودہ میں بجز فرطِ محبتِ زید اور کوئی نہیں ہے اور یہ سبب شرعاً سالب اختیار قرار نہیں دیا جاسکتا، شرعاً نوادر مناط حکم نہیں قرار دیئے گئے ہیں، کما مر گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذو جہتین ہے، ایک جہت وہ ہے کہ جس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالی اس کو مؤمن قرار دیا جاتا ہے اور دوسری جہت ظاہرا اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے، ادھر فقہاء رحمہم اللہ تعالی تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے:

وَفِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا: إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وُجُوهٌ تُوجِبُ التَّكْفِيرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُهُ فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ إِلَّا إِذَا صَرَّحَ بِإِرَادَةِ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيلُ

یہی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطا کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں فیما بینہ وبین اللہ تعالی نکاح اول بحالہ باقی ہے لہٰذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے"۔ [1]

خلیل انبیٹھوی نے تھانوی کے مرید کو شرعی مسلوب الاختیار قرار نہیں دیا، لہٰذا موصوف کا اسے مسلوب الاختیار ثابت کرنے والا دعویٰ باطل ثابت ہوا۔ اور اس فتویٰ سے تھانوی کے مرید کا کفر ہی ثابت ہوتا ہے اور تھانوی نے اس کے کفر کی تائید کی ہے، تھانوی بھی اس کُفر میں اس کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے ربنا لاتؤاخذنا

---

[1] فتاویٰ مظاہر العلوم المعروف فتاویٰ خلیلیہ، ص 344 تا 348، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

ان نسینا او اخطأنا یعنی آئے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھول یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔ اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴۳ طبع مصر بحوالہ مسلم۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان اللہ تجاوز عن امتی الخطائ والنسیان وما استکرھوا علیہ۔ (مشکوۃ ج ۲ ص ۵۸۴، ابن ماجہ ص ۱۴۸ وغیرھم)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا اور نسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیا ہو کے مواخذہ سے دَرگزر فرمایا"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے بوجہ جہالت قُرآنِ حکیم کی آیت اور حدیثِ پاک کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، موصوف کے اُصول پر تو طلاق مخطی بھی واقع نہیں ہونی چاہیے اِس لئے کہ وہ بھی خطاء صادر ہوئی ہے، مگر فقہاء اَحناف نے اس طلاق کے وقوع کا حکم لگایا ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "درمختار" میں مَرقُوم ہے:

بِأَنْ أَرَادَ التَّكَلُّمَ بِغَيْرِ الطَّلَاقِ فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ الطَّلَاقُ أَوْ تَلَفَّظَ بِهِ غَيْرَ عَالِمٍ بِمَعْنَاهُ أَوْ غَافِلًا أَوْ سَاهِيًا -أَوْ بِأَلْفَاظٍ مُصَحَّفَةٍ يَقَعُ قَضَاءً فَقَطْ، [2]

"(طلاق مخطی واقع ہوگی خطاء سے مُراد یہ ہے) اس نے بغیر طلاق کے کسی بات کے تکلم کا اِرادہ کیا لیکن اس کی زُبان پر طلاق کا لفظ جاری ہو گیا یا اس نے طلاق کے الفاظ کا تلفظ کیا مگر اس کو اس کے معنی کا پتہ نہ تھا یا وہ غافل تھا یا سہواً یا الفاظ مصحفہ کے ساتھ طلاق دی تو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی"۔

---

[1] دفاع، ج1 ص850-851، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] الدرالمختار شرح تنویر الأبصار، ص206، دار الکتب العلمیة

علّامہ طحطاوی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں اِرشادفرماتے ہیں کہ:

(بأن أراد التکلم بغیر طلاق کأن أراد أن یقول: سبحان اللہ فجری علی لسانہ أنت طالق تطلق، لأنہ صریح لا یحتاج إلی النیۃ لکن فی القضاء کطلاق الہازل و اللاعب" منح"۔

و فی" الہندیۃ" عن" الجامع الأصغر" سئل أسد عمن أراد أن یقول زینت طالق فجری علی لسانہ عمرۃ ، ففی القضاء تطلق التی سمی و فیما بینہ و بین اللہ تعالی لا تطلق واحدۃ منہما

قولہ: (أو تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ) أی: إذا قال لامرأتہ: أنت طالق و لا یعلم معنی قولہ: أنت طالق طلقت قضاء و لا تطلق فیما بینہ و بین اللہ تعالی" ہندیۃ" عن" الذخیرۃ" قولہ (أو غافلا) عطف الساہی علیہ فیفید أن المراد بہ المغفل و ہو من لا عقل لہ لأنہ لا یصل إلی حد التدبیر قالہ العلامۃ العدوی فی " حاشیۃ الشیخ عبد السلام"

قولہ (أو ساہیا) صورتہ أن یحلف أن لا یتلفظ بالطلاق فجری علی لسانہ الطلاق سہوا منہ قولہ: (أو ألفاظ مصحفۃ) کطلاغ و تلاغ و طلاک و تلاک أو بالتاء و ضم الطاء قولہ (و یقع قضاء) متعلق بالمخطئ و ما بعدہ "۔[1]

''بغیر طلاق کے تکلم کا ارادہ کیا جیسے اس نے سبحان اللہ کہنا چاہا لیکن اس کی زُبان پر انت طالق جاری ہوگیا تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ صریح محتاج نیت نہیں ہوتی لیکن قضاء لاعب وہازل کی طلاق کی طرح ہے۔

اور'' ہندیہ'' میں'' جامع الصغیر'' کے حوالے سے منقول ہے کہ راشد سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو کہ کہنا چاہتا زینت کو طلاق ہے لیکن زُبان پر عُمرہ آ گیا تو قضاء اِس کو طلاق ہو گی جس کا نام زُبان پر آ یا فیما بینہ وبین اللہ ان دونوں میں سے کسی کو طلاق نہ ہوگی۔

یا اِن الفاظ طلاق کا تلفظ کیا جن کے معنی نہ جانتا تھا جیسے اس نے اپنی بیوی کو انت طالق کہا

---

[1] الطحطاوی علی الدر المختار، ج4ص376، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ۔

لیکن اس کے معنی نہیں جانتا تھا تو انت طالق کہنے سے قضاء طلاق ہو جائے گی اور فیما بینہ وبین اللہ طلاق نہ ہوگی۔''ہندیہ''میں''ذخیرہ''سے منقول ہے کہ غافلاً اس کا عطف ساہی پر ہے اس سے مُراد مغفل ہے اور یہ اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس میں عقل ہو لیکن وہ تدبیر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ اسی طرح علّامہ عدوی نے حاشیہ شیخ عبدالسلام میں کہا ہے۔ یا سہواً طلاق دے اس کی صورت یہ ہے کہ وہ قسم اُٹھانا چاہتا تھا کہ وہ طلاق کا تلفظ زبان سے نہیں نکالے گا، لیکن سہواً اس کی زبان پر طلاق کا لفظ جاری ہو گیا، یا الفاظ مصحفہ سے طلاق دے جیسے طلاع یا طلاغ، یا طلاک یا تلاق کہے قضاء طلاق واقع ہوگی''۔

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عندالاحناف طلاق مخطی واقع ہو جاتی ہے ،حالانکہ طلاق کا لفظ اس سے غلطی سے نکلا ہوتا ہے لیکن اَحناف نے قضاء ان طلاقوں کے وقوع کا فتویٰ دیا ہے،موصوف کی سمجھ اور فہم کے مطابق یہ طلاقیں بھی واقع نہ ہونی چاہئیں۔ حالانکہ قُرآنِ حکیم کی آیتِ مبارکہ اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ خطاء کی صورت میں جو گناہ واقع ہوا ہے اس پر جو گناہ مترتب ہے عنداللہ اُس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ باقی جو دُنیاوی معاملات ہیں ان پر دُنیا میں مواخذہ ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص کسی کو خطاءً قتل کر دے تو کیا دُنیا میں اس پر مواخذہ نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا مگر موصوف کی اُلٹی سمجھ شاید اس کو بھی دُنیاوی مواخذہ سے بَری قرار دے۔

موصوف اگر حدیث کی شروحات کا مطالعہ کرتے یا کسی قابل اُستاذ سے حدیث پڑھتے (بشرطیکہ دیوبندی دَھرم میں ایسا بندہ ہو، بظاہر ایسی اُمید تو نہیں کیونکہ دیوبندی مذہب اپنے جس ملاں کے وسعت مطالعہ کے گانے گاتا ہے وہ بھی علماء اہل سنّت کے سامنے طفل مکتب نظر آتا ہے) تو یہ جاہلانہ باتیں نہ کرتے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:

"وَالْمَعْنَى أَنَّهُ عَفَا عَنِ الْإِثْمِ الْمُتَرَتِّبِ عَلَيْهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى سَائِرِ الْأُمَمِ،

وَإِلَّا فَالْمُؤَاخَذَةُ الْمَالِيَّةُ كَمَا فِي قَتْلِ النَّفْسِ خَطَأً، وَإِتْلَافُ مَالِ الْغَيْرِ ثَابِتَةٌ شَرْعًا". [1]

''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل پر جو گناہ مترتب ہے وہ تمام اُمتوں کی بنسبت اس اُمت سے معاف ہے وگرنہ مالی مواخذہ جیسا کہ خطاءً قتل کرنا اور غیر کے مال کو خطاءً ضائع کرنا اس کا مواخذہ شرعاً ثابت ہے''۔

اِن حوالوں سے ثابت ہوا کہ قُرآنِ حکیم اور حدیث شریف میں جس مواخذہ کو معاف کیا گیا ہے وہ مواخذہ اُخروی ہے یا وہ احکام ہیں جن کی وضاحت موجود ہے جیسے روزہ میں خطاءً کھا لیا تو یہ غلطی مواخذہ سے معاف ہے، مگر نماز میں اس نے ترکِ واجب یا ترکِ فرض کی تو وہ مواخذہ سے بَری نہ ہوگا بلکہ فقہی احکام کے مطابق ان غلطیوں کی تلافی کرنی پڑے گی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ گنہگار بندہ کی توبہ پر اس بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل وغیرہ بے آب وگیاہ میں ہو اور اس کا سامان اور سواری وغیرہ گم ہو جائے اور اس کی تلاش سے مایوس ہو کر مرنے کیلئے کسی درخت کے سایہ میں آکر لیٹ جائے، اسی حال میں اس کی آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع اپنے ساز وسامان کے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی میں یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ اللہ انت عبدی وانا ربک اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اخطاءَ من شدة الفرح، خوشی کی وجہ سے اس سے خطاء سرزد ہو گئی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ مشکوۃ

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج9 ص 4052، دار الفکر، بیروت

ج ا ص ۲۰۳)

یعنی وہ بیچارہ کہنا تو یہ چاہ رہا تھا کہ اے اللہ تو میرا رب میں تیرا بندہ لیکن خطاء کر دیا۔ نہ بے ہوشی میں ہے نہ غشی، میں نہ سویا ہوا ہے بیدار ہے مگر کلمہ کوئی اور نکل گیا جس پر اس کو اختیار نہ تھا''۔[1]

الجواب: حدیث میں مَروی واقعہ کی تھانوی کے مُرید والے واقعہ سے کوئی مماثلت نہیں، اس لئے حدیث شریف میں اُس شخص سے جو خطا ہوئی اس کا خطا ہونا خُود حضورِ اکرم ﷺ نے بیان فرما دیا، اگر کسی دُوسرے سے کُفریہ کلمات صادِر ہوتے ہیں تو اُس کو قوانین شرع کی روشنی میں دیکھا جائے گا کہ واقعی یہ مسلوبُ الاختیار ہے یا نہیں؟ اور پھر اس آدمی سے خطا اس قدر ہوئی کہ شدّتِ فرح کی وجہ سے ایک کلمہ کی جگہ دُوسرا کلمہ اُس کی زُبان سے نکل گیا، یعنی جہاں پر اُس نے ''انا'' کہنا تھا وہاں اُس نے ''انت'' کہہ دیا اور ''انت'' کی جگہ ''انا'' کہہ دیا، اس کو خُوشی کی شدت کی وجہ سے یہ احساس تک نہ ہوا کہ اُس کی زُبان سے کیا نکلا، غلطی سے ایک کلمہ کی جگہ دُوسرا کلمہ اُس کی زُبان سے ادا ہوا، مگر یہ کیفیت تھانوی جی کے مُرید کی نہیں، اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

نمبر (1) تھانوی کا مرید کہتا ہے کہ:

''مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح دُرست نہیں ہے''۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مغلوب العقل نہیں ہے، اُس کی عقل میں یہ چیز موجود ہے کہ یہ دُرست نہیں، جبکہ حدیث شریف میں جس شخص کا واقعہ بیان کیا گیا اس کو تو شدّتِ خُوشی کی وجہ سے احساس ہی نہیں ہوا کہ اُس کی زُبان سے کیا نکلا، لہٰذا اسکو مغلوب کہا جا سکتا ہے، لیکن تھانوی کے مُرید کو مغلوب کیسے کہا جائے وہ تو خُود اِس بات کو تسلیم کر رہا ہے کہ اس کی یہ

---

[1] دفاع، ج1 ص 851، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] رسالہ الامداد ص35 ماہ صفر 1336ھ) (دفاع ج1 ص:846 مکتبہ ختم نبوت، پشاور)

حرکت دُرست نہیں لہٰذا اس کو مغلوب نہیں قرار دیا جاسکتا۔

نمبر(۲) تھانوی کا مُرید تھانوی کے نام کا کلمہ پڑھنے کے بعد بیٹھ گیا، اس کے بعد دُوسری کروٹ لی۔یعنی دو عمل کئے، ایک تو وہ بیٹھ گیا، اس کے بعد دوبارہ لیٹا اور پھر اس نے کروٹ لی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو اپنے تمام اعضاء پر کنٹرول تھا، وہ اپنی مرضی سے اُٹھ بیٹھ سکتا تھا، اس کا یہ نشست و برخاست والا عمل بھی اس کی اپنی مرضی سے واقع ہوا یعنی مسلوب الاختیار بھی نہیں۔

(۳) تھانوی کے مُرید نے صرف ایک فقرہ کی غلطی نہیں کی بلکہ یہ ایک طویل عبارت ہے جس میں اس نے تھانوی کیلئے نبوت کا اِقرار کیا۔

(۴) تھانوی کا مُرید کہتا ہے کہ پُورا دن اُس کی یہی کیفیت رہی ایسی صورت میں اسے خطا سے بَری کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا خطا کی عبارتوں کو تھانوی کے مُرید کے دِفاع میں پیش کرنا دُرست نہیں۔فقہا نے تو خطا کے ضمن میں یُوں لکھا ہے کہ:

''الخاطیء من یجری علی لسانه من غیر قصد کلمة مکان کلمة۔(فتاویٰ قاضی خان، ج۴ ص ۸۸۳)'' اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زُبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ دُوسرا کلمہ نکل جائے''۔[1]

یعنی جسے عام طور پر ہم سبقت لسانی کہتے ہیں یعنی سبقتِ لِسانی کی وجہ سے ایک کلمہ کی جگہ دُوسرا کلمہ نکل گیا، اسے خاطی کہا جائے گا۔

مگر یہاں پر تو سبقت لسانی بھی نہیں، تھانوی کے مُرید کو خوب معلوم ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے غلط ہے، ایک مرتبہ نہیں بار بار اس کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔وہ تھانوی کی فرطِ محبت میں بار بار

[1] دفاع، ج1 ص 851، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

یہ پڑھے جارہا ہے، ایسی صورت میں اس شخص کوخطا کرنے والا مجرم کیونکر نہ تصور کیا جائے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اب بجائے کہ ہم اس پر مزید تحقیق کریں خود فریق مخالف کے اعلحضرت کا فتوی نقل کرکے اس بات کو سمیٹتے ہیں: مولوی احمد رضا خان کا فتوی: شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں (ملفوظات حصہ اول ص ۵۵، فرید بک اسٹال)''۔[1]

الجواب: موصوف کی جہالت ہے کہ وہ اِضطرار و اِختیار میں فرق کونہیں سمجھ سکے اور اپنی جہالت کی وجہ سے بے محل حوالہ پیش کر دیا۔

اِضطرار ایسی کیفیت کو کہتے ہیں جس کے سوا چارہ نہ ہو۔ اس کی عام مثال یہ لے لیں کہ ایک آدمی بھُوک سے مَر رہا ہے اور کوئی حلال چیز کھانے کیلئے موجود نہیں تو اُس کیلئے بقدرِ کفایت حرام چیز کا کھانا رَوا ہے کیونکہ اگر وہ اس حرام چیز کو نہیں کھائے گا تو مَر جائے گا، اب زندگی بچانے کیلئے بامر مجبوری ایسے اَمر کا اِرتکاب کر رہا ہے جس کو شریعت نے عام حالت میں حرام قرار دیا ہے، مگر حالتِ اضطرار میں اُس کے لئے اجازت ہے۔

یہاں دیوبندی موصوف ہی بتائیں کہ تھانوی کے مُرید کو کون سی اِضطراری حالت لاحق تھی؟ کیا وہ تھانوی کا کلمہ نہ پڑھتا تو وہ مَر جاتا، اس کی زندگی تلف ہو جاتی یا کوئی اس کے سر پر ننگی تلوار لے کر کھڑا تھا کہ جب تک تم تھانوی کا کلمہ نہیں پڑھو گے مَیں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، اِضطرار تو اس کیفیت کا نام ہے، مگر موصوف نے اَز رُوئے جہالت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بے محل حوالہ پیش کر دیا اور عوام الناس کو مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ خُود سیّدی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ، مُریدِ تھانوی کے خلاف موجود ہے۔ ملاحظہ کریں:

الجبل الثانوی علٰی کلیۃ التھانوی (۱۳۳۷ھ)

[1] دفاع، ج1 ص852، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

(تھانوی کے گُردے پرڈوسرا پہاڑ)

ماقولكم -دام طولكم- فى رجل يسمى أشرف على[1] كتب اليه بعض مجبيه أنه:" رأى فى المنام أنه يقرأ الكلمة الطيبة[2] لكن يذكر فيها اسمكم)أى: اسم أشرف على) مكان محمد (صلى الله تعالى عليه وسلم)، ثم تذكرانه اخطأ فاعاد فلم يخرج من لسانه الا "اشرف على" رسول الله مكان محمد رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) هو دار ان هذا غير صحيح لكن لاينطلق اللسان الابهذا من غير اختيار قال فلما تكرر هذا رأيتكم تجاهى فخررت على الارض وصحت صياحا شديدا وخلت ان لم يبق فى باطنى قوة ثم استيقظت بيدان الغيبة عن الحس واثر عدم الطاقت كما هو، لكن لم يكن فى المنام ولافى اليقظة الاتصوركم

تمہاری (اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عُمر عطا فرمائے) اشرف علی نامی شخص کے بارے میں کیا رائے ہے، جس کی طرف اُس کے کسی چاہنے والے نے لکھا کہ اُس نے خواب میں کلمہ طیبہ پڑھا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ تیرا نام (اشرف علی) پڑھا تو اِس کے بعد خیال آیا کہ یہ تو غلط ہے، دوبارہ کلمہ پڑھا تو زُبان سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جگہ "اشرف علی رسول اللہ "نکلتا ہے، مَیں نے غور کیا یہ تو صحیح نہیں لیکن زُبان سے بے اختیار یہی نکلتا ہے، جب بار بار ایسا ہوا تو مَیں نے تمہیں سامنے دیکھا، مَیں زمین پر گر پڑا اور سخت چیخ وپکار کی، اور مجھے خیال آتا ہے کہ میرے اندر

---

[1] أى :أشرفعلى التانوى

[2] أى : الشهادة " أن لا اله الا الله وأن محمداً رسول الله "

باطنی قوت ختم ہوگئی ہے، پھر مَیں جاگا، مگر حِس کا غائب ہونا اور ناطاقتی پہلے کی طرح ہی تھی
مگر نینداور بیداری میں صرف تمہارا ہی تصور تھا

تأملت فی الیقظة ماوقع من الغلط فی الکلمة الطیبة فاردت ان ادفع هذا الخیال عن القلب فجلست ثم اضطجعت علی الجنب الاخر لتدارك الغلط الواقع فی الکملة الشریفة اردت الصلٰوة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلا اقول الا اللهم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی، مع انی الاٰن یقظان غیر وسنان ولکن خارج عن الاختیار لیس لی علی اللسان اقتدار حتی بقیت هکذا طول النهار وبکیت من الغد بالاکثار وسوی هذه وجوه کثیرة اوجیت لی محبتکم (اھ ما کتب الرجل)

بیداری کی حالت میں مَیں نے غور کیا کہ کلمہ طیبہ میں غلطی ہوگئی ہے تو مَیں نے اِس خیال کو دِل سے نکالنے کی کوشش کی، مَیں بیٹھ گیا، پھر مَیں دُوسری کروٹ لیٹ گیا، کلمہ طیبہ میں واقعی غلطی کے تدارُک کے لئے مَیں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اَقدس پر دُرود شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں "اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی"، حالانکہ مَیں اَب بیداری میں تھا نہ کہ حالتِ غفلت و نیند میں، لیکن یہ مُعاملہ بے اِختیاری میں تھا، زُبان پر میرا کنٹرول ختم ہو چکا تھا حتی کہ یہی عمل سارا دِن رہا، دُوسرے روز بہت رویا ہوں۔

ان وجوہ کے علاوہ دیگر کئی وجوہ نے بھی مجھے آپ کی محبت عطا کی ہے، کہاں تک عرض کرو، اس شخص کا مکتوب ختم ہوا

فکتبت الیه اشرفعلی ان فی هذه الواقعة تسلیةً لکم ان الذی ترجعون الیه هو متبع السنة اھ،

وقد طبع هذا كله واشاعه اشرف على نفسه فى جريدة شهرية تسمى "الامداد" [1] مبتهجا به على رؤس الاشهاد بل داعيا مريديه الى مثله من الغالات فى تعظيمه وايثار فضله فان هذا هو مقصد الجريدة يحسبوها فى ارشادهم رشدية فما حكم الشريعة الغراء فيهما؟

واشرف على هذا هوالذى كتب فى رسيلة له لاتزيد على ثلاث وريقات فى ابطال نسبة علم الغيب الى محمد صلى الله تعالى عليه وسلم انه ان اريد به كل العلوم بحيث لايشذ منها شيئ فبطلانه ظاهر عقلا ونقلا وان اريد البعض فاى خصوصية فيه له فان مثل هذا حاصل لزيد وعمر وبل لكل صبى و مجنون بل لكل بهيمة وحيوان وقد حكم عليه بقوله هذا اكابر علماء الحرمين المكرمين انه كفر وارتد ومن شك فى كفره فقد كفر [2] كما هوا مفصل فى حسام الحرمين افيدونا اجزل الله تعالى ثوابكم آمين!

اَشرفعلی نے اِس کے جواب میں لکھا، اس واقعہ میں تمہارے لئے اِس بات کی تسلی ہے کہ جس کی طرف تم رُجوع کرر ہے ہووہ سنّت کا متبع ہے اھ،اور یہ تمام واقعہ اَشرف علی نے خُود اپنے ماہنامہ رسالہ ''الامداد'' میں اِعلانیہ شائع کیا خُوشیاں مناتے ہوئے، بلکہ مُریدین کواپنی تعلیم اور بزرگی کی ترجیح میں غلو کی طرف بُلاتے ہوئے، اِس لئے کہ رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مُریدین سے انہی کی ہدایت میں راہ راست پر جائیں، تو شریعتِ مبارکہ کا ان دونوں اشخاص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اور یہ وہی اشرفعلی ہے جس نے اپنے ایک رسالہ (جو تین چھوٹے چھوٹے اَوراق پر مشتمل

---

[1] رسالہ الامداد، بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ، ص 35، مطبع امداد المطابع تھانہ بھون

[2] حسام الحرمین، المقدمۃ، ص 13، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

ہے) میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا ہے، اگر اس علم غیب سے مُراد اس طرح کے تمام علوم ہیں کہ اس سے کوئی شئے خارج نہیں تو اس کا باطل ہونا عقلاً ونقلاً ظاہر ہے۔ اور اگر مُراد بعض علومِ غیبیہ ہیں تو اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے کیونکہ یہ تو زید، عمرو بلکہ ہر بچے، پاگل بلکہ ہر چوپائے اور حیوان کو حاصل ہے۔ اس کی اس عبارت پر علماءِ حرمین شریفین نے یہ حکم جاری کیا کہ یہ شخص کافر مُرتد ہے اور جو اس کے کُفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ ''حسام الحرمین'' میں تفصیلاً موجود ہے، ہمیں اس کے جواب میں سے مطلع فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائیں، آمین!

الجواب

اللھم لك الحمد صلی علی نبیك نبی الحمد وآله وصحبه العمد، رب انی اعوذبك من همزات الشیطین واعوذبك رب ان یحضرون، ائمة الدین لم یقبلوازلل اللسان فی الکفر والالاجتراء کل خبیث القلب ان یجاهر بسب الله وسب رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ویقول زلت لسانی قال الامام القاضی عیاض فی الشفاء الشریف "لَا یُعْذَرُ أَحَدٌ فِي الْكُفْرِ بِدَعْوَى زَلَلِ اللِّسَانِ "[1] اھ وفیه ایضا "عن ابی محمد بن ابی زید لایعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل هذا۲ اه[2]" وفیه ایضا "افتی ابوالحسن القابسی فیمن شتم النبی صلی الله تعالیٰ علیه

---

[1] أنظر : الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج2ص509، دار الفيحاء-عمان

[2] أنظر : الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج2ص509، دار الفيحاء - عمان

وسلم فی سکرہ یقتل لانہ یظن بہ انہ یعتقد ھذا ویفعلہ فی صحوہ"اھ
[1] ثم الزلل ان کان انما یکون بحرف اوحرفین لا ان تزل اللسان طول النہار وھذا غیر مقبول ومعقول،

''اے اللہ! حمد تیرے لئے ہے۔ اپنے نبی محمد ﷺ پر، ان کی آل واصحاب جو دین کے ستون ہیں پر رحمتوں کا نزول فرما، اے میرے رب! مَیں شیطان کے حملوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور مَیں تیری پناہ لیتا ہوں اِس سے کہ مجھ پر وہ حملہ آور ہو۔ ائمہ دین کسی کُفر میں زُبان کا پھسل جانا قبول نہیں کرتے، ورنہ یہ ہوتا کہ جو خبیث القلب ہو وہ اِعلانیہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کر کے کہہ دے میری زُبان پھسل گئی۔ امام قاضی عیاض ''شفاء شریف'' میں فرماتے ہیں، کسی آدمی کے کُفر کے اِرتکاب پر اُس کا یہ عذر مقبول نہ ہوگا کہ میری زُبان پھسل گئی اھ،

اس میں یہ بھی ہے کہ امام ابُومحمد بن ابی زید نے فرمایا، ایسی صورت میں کسی کا یہ عذر قبول نہیں کہ زُبان قابو میں نہ رہی اھ،

اس میں یہ بھی ہے، امام ابُوالحسن القابسی نے اُس شخص کے قتل کا فتویٰ جاری فرمایا جس نے نشہ کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبُّ وشتم کیا، کیونکہ اس سے متعلق خیال یہی ہے کہ وہ یہ اِعتقاد رکھتا ہے اور وہ حالتِ ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا ہے اھ،

پھر زُبان کا پھسلنا ہو تو ایک یا دو حرفوں میں ہو، یہ تو نہیں ہوگا کہ سارا دِن زُبان کنٹرول میں نہ رہے، اَیسا ہونا غیر مقبول وغیر معقول ہے،

قال فی جامع الفصولین الفصل لثامن والثلثین "ابتلی بمصیبات متنوعۃ فقال اخذت مالی وولدی واخذت کذا و کذا فماذا تفعل

---

[1] أنظر : الشفا بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، ج2ص510،دار الفيحاء - عمان

ايضا وماذا بقى لم تفعله وما اشبهه من الالفاظ كفر [1] كذا حكى عن عبد الكريم فقيل له ارأيت لوان المريض قاله وجرى على لسانه بلا قصد شدة مرضه، قال الحرف الواحد يجرى ونحوه قد يجرى على اللسان بلا قصد اشاره الى انه يحكم بكفره ولا يصدق ۱"اھ [2]

''جامع الفصولین'' کی اَڑتیسیویں فصل میں ہے کہ ایک شخص مختلف مصائب میں مبتلا ہوا اور وہ کہتا ہے (اے اللہ!) تُو نے میرا مال، میری اَولاد اور یہ یہ چھین لیا، اس کے بعد اور کیا کرے گا، اور باقی رہ ہی کیا گیا جو تُو نے نہیں کیا، اور اِس کی مثال دیگر الفاظ کہے تو یہ کُفر ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالکریم سے منقول ہے کہ ان سے سوال ہوا کہ ایک مریض کی زُبان سے شدّتِ مرض کی وجہ سے بِلا قصد ایسا کوئی کلمہ جاری ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا، ایسا اگر کوئی حرف بھی جاری ہوجائے، خواہ بِلا قصد ہو تو اُس پر کُفر کا حکم ہی جاری کیا جائے گا اور زُبان بہکنے کا عذر سچا نہ سمجھا جائے گا اھ

فاذا لم يصدق فى نصف سطر كيف يصدق فيما كرره مناما ويقظة طول النهار بل هو قطعا مسرف كذاب الم تران الله تعالى جعل الجسد تحت ارادة القلب قال نبينا الحق المبين صلى الله تعالى عليه وسلم: "أَلَا وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا

---

[1] أنظر : مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ،ج1ص697،دار إحياء التراث العربي، و الفتاوى الهندية ،ج2ص275،دار الفكر

[2] أنظر :جامع الفصولين ،

فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ "[1] فما فسد قوله ولسانه والا وقد فسد قبله قلبه وجنانه وهذا يدعى ان لسانه فی فيه حيوان مستقل بارادته غيرتابع للقلب كفرس جموح شديدة الجموح تحت راكب ضعيف قوى الضعف يريد اليمين والفرس لاتنعطف الاللشمال حتی كلما اراد ردها لليمين لم تاخذ الا ذات الشمال حتی تنازع القلب واللسان طول النهار فلم يك الغلبة الاللسان هذا غير معقول ولا مسموع فلا شك انه محكوم عليه بالكفر حكما غير مدفوع وهل سمعتم باحد يدعى الاسلام ويقول طول النهار فلان رسول الله مكان محمد رسول الله اويقول لابيه ياكلب ابن الكلب ياخنزيرا بن الخنزير ويكرره من الصباح الی المساء ثم يقول انما كنت اقول يا ابت يا سيدی فينازعنی اللسان ويذهب من الاب السيد الی الكلب والخنزير حاش الله ماكان هذا ولايكون ولن يقبله احد الا مجنون هذا حكم ذلك القائل اما ما كتب اليه اشرفعلی فی

---

[1] رواه البخاری فی الصحيح ،بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، ج 1ص 20(52)،ومسلم فی الصحيح ، بَابُ أَخْذِ الْحَلَالِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ(1599)، كلاهما من حديث النعمان بن بشير رضی الله عنه ، وأيضاً رواه ابن ماجه فی السنن ، بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ(3984) ، وابن أبی شيبة فی المصنف ،ج 4ص 448(22003)،وأحمد فی مسنده (18374) ، والدارمی فی السنن(2573)، وأبو عوانة فی المستخرج (5460)، وابن حبان فی الصحيح (297)،والبيهقی فی السنن الكبری ،ج 5ص 433 (10400)، والبغوی فی شرح السنة (2031)

الجواب، فاستحسان منه لذلك الكفر واستحسان الكفر كفر بلا ارتياب وما هوا الالما رأى فيه من تعظيم نفسه ووصفه بأنه رسول الله ذى القوة والصلوة عليه استقلالا بدل النبى صلى الله تعالیٰ علیه وآله وسلم ومدحه بالنبوة فابتهج واجاز كل ذلك وجعله تسلية لذلك الهالك ارأيت لوسبه وامه اواباه احد طول النها ثم قال انما كنت اريد مدحك فلم يطع اللسان فى الخطاب وبقيت تسبك واباك وامك من الصباح حتى توارت بالحجاب هل كان اشرف على او حد من اراذل الناس ولوخصافا او زبالا، اوارذل منهم يقبل هذه المعاذير، ويقول له ان فى هذه تسلية لكم ان الذى تحبونه وتسبونه انه لمن ضئضئ الخنازير كلابل يحرق غيظا ويموت غنظا اويفعل به ماقدر عليه حتى القتل ان وجد سبيلا اليه فالتسلية ههنا ليس الا لاستخفافه بمحمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبمرتبة النبوة والرسالة وختم النبوة الاعظم واستحسان نسبتها الى نفسه الامارة بالسوء كثيرا "لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا" [1] فلا ريب ان اشرف على ومريده المذكور كلاهما كافر بالرب الغيور غرتهما الامانى وغرهما بالله الغرور، بل اشرف على اشد كفرا واعظم وزرا فان المريد زعم ان مايقول غلط صريح وباطل قبيح، وهذا لم يقبح القول ولاوبخ قائله بل استحسنه وجعله تسلية له ولكن لاغروفان من سب رسول الله محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بتلك

---

[1] [الفرقان:21]

السبة الفاحشة الماثورة فی السوال عنه المحکوم علیه لاجلها بالکفر والارتداد من اسیادنا علماء الحرمین الکریمین فبأی کفر یتعجب منه واذا کان عنده مثل علم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالغیب حاصل لکل صبی ومجنون وبهیمة، ولا شك انه اعلم عنه من هؤلاء الاخساء الذمیمة فکان بزعمه اعلم واکرام من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فحق له ان یدعی النبوة والرسالة لنفسه لا لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذلك یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ولکن واللہ ان رب محمد لبالمر صادر لمن شاقه عذاب النار واللہ اعلم بما یوعون o

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ" ۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب نصف سطر میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی تو وہاں کیسے تصدیق جائز ہوگی جب جواب میں اور سارا دن بیداری میں اَیسا بکتا رہا بلکہ یہ شخص تو یقیناً ظالم، زیادتی کرنے والا اور کذّاب وجھوٹا ہے، کیا تمہارے علم میں نہیں اللہ تعالیٰ نے جسم کو اِرادہ بدل کے تابع بنا رکھا ہے۔حق واضح فرمانے والے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اِرشاد گرامی ہے:

''سنو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ دُرست رہے تو تمام جس دُرست رہتا ہے، اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، سُن لو وہ دِل ہے''۔

زُبان کا قول اُس وقت ہی فاسد ہوگا جب اِس سے پہلے دِل فاسد ہوگا، مذکُور شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ اُس کے منھ میں زُبان ایسا حیوان ہے جو اپنے اِرادہ میں مستقل ہے، دل کے تابع نہیں، جیسے کوئی سخت سرکش گھوڑا نہایت ہی کمزور سوار کے تحت ہو، وہ اس گھوڑے کو

[1][الشعراء:227]

دائیں طرف لے جانا چاہے مگر وہ بے پرواہو کر بائیں طرف چل پڑے، جب بھی اُسے وہ دَائیں جانب لانے کی کوشش کرے وہ بائیں ہی کو جائے۔

حتی کہ سارا دن دِل اور زُبان میں جھگڑا رہا اور زُبان کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ یہ بات و دعویٰ نہایت غیر معقول ہے اور ہرگز قابل سماعت و توجہ نہیں، اِس پر بِلا شبہ کُفر کا ایسا حکم ہی صادِر ہو گا جو ٹل نہیں سکتا۔ کیا تم نے کبھی یہ سنا کہ کوئی شخص اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور سارا دِن محمد رسول اللہ کی بجائے فلاں رسول اللہ کہتا رہے یا اپنے والد کو اَے کتّے، کتّے کے بیٹے یا خنزیر بن خنزیر کہتا رہے اور صبح تا شام اُسکی زُبان پر یہی جاری رہے، پھر کہے، مَیں تو یہ کہنا چاہتا تھا۔ اے میرے ابا جان، اے میرے سردار، مجھ سے میری زُبان جھگڑ پڑی اور اُس نے اَب اور سردار کی جگہ کلب اور خنزیر کہہ دیا، اللہ کی قسم یہ بات ہی غلط ہے، ایسی بات کو دیوانے کے علاوہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔ یہ تو اُس قائل کا حکم ہے۔

رہا معاملہ اشرفعلی کا جو اس نے جواب میں لکھا تو اُس میں اِس کے کُفر کی تعریف کی ہے اور بِلا شبہہ کفر کو اچھا کہنا اور سمجھنا بھی کُفر ہوتا ہے کیونکہ مجیب نے اِس میں اپنی ذات کی تعظیم و وصف کو سمجھا ہے کہ وہ اللہ کا رسول صاحبِ قوت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے ان پر درود و سلام اور نبوت کے ساتھ مدح کی گئی ہے وہ اس پر خُوش ہوا ہے اور ہر ایک کو اس نے اس کی اِجازت دی ہے اور اس تباہ و بَرباد ہونے والے کے لئے اسے تسلی قرار دیا۔ تم ہی بتاؤ اگر اس تھانوی کو یا اِس کی ماں کو یا اِس کے والد کو سارا دن گالی دیتا اور پھر کہتا مَیں تو تمہاری مدح و تعریف کرنا چاہ رہا تھا لیکن زُبان نہ مانی، وہ صبح سے تجھے، تیرے والد اور تیری ماں کو گالی دیتی رہی تھی حتی کہ شام ہو گئی، کیا اشرف علی یا کوئی سب سے کمینہ اگرچہ وہ موچی، ماشکی یا کوئی اور گھٹیا آدمی ہو اِن عذروں کو قبول کرلے گا اور اسے کہے گا تمہارے لئے اس میں تسلی ہے کہ جس سے محبت کرتے ہو اور تم اسے گالی دیتے ہو وہ اَصل خنزیر ہے۔ وہ ہرگز نہیں قبول کرے گا بلکہ وہ غیظ میں جل جائے گا، غیرت سے مَر جائے گا،

وہ کچھ کرگزرے گا جواس کے بس میں ہو، حتی کہ اگر اُسے طاقت ہوتو وہ اسے قتل کردے گا تو یہاں تسلی دینا، فقط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور مرتبہ نبوت ورسالت اور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بےاَدبی اور تحقیر پر ہے اور اپنے نفس اَمَّارہ جو بکثرت اسے برائی کا حکم دیتا ہے کی طرف نبوت ورسالت کی نسبت کرنے کو پسند کیا:

''بیشک ان لوگوں نے تکبّر کیا اور اللہ کے بہت بڑے باغی قرار پائے''۔

بِلاشبہ اشرف علی اور اس کا مذکور مُرید دونوں رَبِّ غیور کے ساتھ کُفر کرنیوالے ہیں، انہیں ان کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان اِن کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان دُھوکہ باز نے انہیں اللہ سے دُھوکے میں ڈالا، بلکہ اشرفعلی کُفر اور جھوٹ کے اِعتبار سے اَشد واعظم ہے کیونکہ مُرید نے خیال کیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ واضح طور پر غلط اور نہایت ہی قبیح وبَدتر ہے لیکن یہ اشرفعلی نہ تو اس قول کو بُرا کہہ رہا ہے اور نہ اِس کے قائل کو جھڑک رہا ہے بلکہ اِسے اچھا جان رہا ہے اور اِس کو اُس کے لئے تسلی قرار دے رہا ہے، مگر اس پر کچھ تعجب نہیں جس نے واضح طور پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبُّ وشتم کیا ہے، جس کا تذکرہ سوال میں ہے، جس پر علماء حرمین کریمین نے اسے کافر اور مُرتد قرار دیا تو اس سے کس کُفر کا تعجب کیا جائے جبکہ اِس کے نزدیک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح علمِ غیب ہر بچے، مجنون اور چارپائے کو حاصل ہے، حالانکہ بِلاشبہ اس کا اپنا علم ان بُرے خسیسوں سے زیادہ ہوا، تو گویا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اَعلم واَکرم ہے، لہٰذا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے اپنے لئے نبوت ورسالت کا دعویٰ حق جانا، اللہ تعالیٰ ایسے متکبر سرکش لوگوں کے دِلوں پر مہر لگادیتا ہے، اللہ کی قسم! ربِّ محمد بھی اِن کی گھات میں ہے اور جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی اُس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو یہ ذہن میں رکھتے ہیں،

''عنقریب جان لیں گے ظالم یہ کہاں پہنچ جانے والے ہیں''۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا نام لے کر بے محل حوالہ پیش کرنا موصوف کی سَراسَر جہالت ہے،
سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ہی مُریدِ تھانوی کا رَد ہو گیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اب ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر خود انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے اور اس میں بعد میں روتا بھی ہے ایسے شخص کو حضرت تھانوی۔۔کیوں کافر کہتے۔۔؟؟؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رضا بالکفر کس طرح ثابت ہوا۔۔؟؟؟ اور حضرت تھانوی۔۔کیوں کافر قرار پائے۔۔؟؟''۔[۱]

الجواب: دیوبندی موصوف نے مُریدِ تھانوی کی وکالت میں چار دعوے کئے ہیں
(۱) بے اِختیار ہونا (۲) مجبور ہونا (۳) زُبان قابو میں نہ ہونا (۴) بعد میں رونا
موصوف کے اِن دعوؤں کا شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

موصوف کا مُریدِ تھانوی کی وکالت میں اس کیلئے بے اِختیاری کا دعویٰ کرنا دُرست نہیں اِس لئے کہ جسے مُریدِ تھانوی بے اِختیاری قرار دے رہا ہے وہ شرعی بے اِختیاری نہیں جس بات کا خُود دیوبندی ملّاؤں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

حوالہ نمبر (1)

چنانچہ دیوبندیوں کے مولوی یُوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''اوّل: بجا ہے کہ اَسبابِ عامہ سالبۃ الاختیار میں سے بظاہر کوئی چیز نہیں پائی گئی''۔[۲]

حوالہ نمبر (2)

دیوبندیوں کے ملّاں خلیل احمد انبیٹھوی صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ وہ

[۱] دفاع، ج1 ص852، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج10 ص80، جولائی ۲۰۰۲ء، واضافہ شدہ ایڈیشن ۲۰۱۱ء، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

لکھتے ہیں کہ:

''اور حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اَسبابِ عامہ سالب اختیار سے ہو، کیونکہ اس کی بے اِختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے''۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ مُریدِ تھانوی کیلئے بے اِختیاری کا دعویٰ کرنا دُرست نہیں اِس لئے کہ مُریدِ تھانوی جسے بے اِختیاری قرار دے رہا ہے وہ شرعی بے اِختیاری نہیں بلکہ یہ اس کی اپنی اِختراع ہے جس کو شریعت قبول نہیں کرتی اس لئے اس کا یہ دعویٰ مَردُود ہے۔

پھر اسی طرح موصوف کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ مجبور تھا یہ بھی شرعی طور پر دُرست نہیں۔ اس لئے کہ شرعی طور پر اسے ایسا کوئی مسئلہ لاحق نہیں جسے شرعی مجبوری قرار دیا جا سکے۔ دیوبندی موصوف نے اپنے گھر کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں ورنہ موصوف یہ دعویٰ کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کرتے۔

دیوبندیوں کے ملّاں خلیل احمد انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں''۔ [2]

دیوبندی موصوف تو مُریدِ تھانوی کیلئے مجبور ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ مگر دیوبندی موصوف کے مُلّاں خلیل احمد انبیٹھوی نے تو مُریدِ تھانوی کو طائع قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مُریدِ تھانوی کی یہ باتیں شرعی مجبوری نہیں اور ان باتوں کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں۔

موصوف نے چونکہ کتبِ فقہ کسی قابل اُستاذ سے نہیں پڑھیں اِس لئے اس طرح کی جہالت آمیز باتیں لکھ رہا ہے۔

---

[1] فتاویٰ مظاہر العلوم المعروف فتاویٰ خلیلیہ، ص345، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

[2] فتاویٰ مظاہر العلوم المعروف فتاویٰ خلیلیہ، ص344، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

پھر موصوف نے مُریدِ تھانوی کیلئے زُبان بے قابُو ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یہ بھی شرعاً نا قابل مسموع ہے اِس لئے کہ زُبان کے بے قابُو ہونے کے اَسباب سکر وجنون میں سے کوئی سبب نہیں۔ پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مُریدِ تھانوی کی زُبان بے قابُو تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، انسان کے کچھ اعضاء اِس کی دسترس میں ہیں جو اِنسان کی مرضی کے سوا حرکت نہیں کرتے، مثلاً ہاتھ ہے، پاؤں ہے، زُبان ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کا قتل کر دے اور کہے کہ ہاتھ میرے قابُو میں نہیں تو کیا اُس کے اس دعویٰ کو قبول کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ کوئی شخص چوری کرنے جائے اور کہے کہ پاؤں میرے قابُو میں نہیں تو اُس کی اس بات کو بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ تمام عذر عذر لنگ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی اہمیت نہیں۔ اسی طرح اس شخص کا دعویٰ بھی دُرست نہیں۔

اگر نشہ کی حالت میں ہوتا یا پاگل ہوتا تو ایک گونہ اِحتمال تھا کہ پاگل پَن کی وجہ سے زُبان بے قابُو ہے حالتِ نشہ کی وجہ سے مغلوب ہوگیا ہے زُبان سے کہنا کچھ چاہ رہا ہے مگر حالت نشہ میں زُبان سے بہکی بہکی باتیں نکل رہی ہیں۔ مگر یہاں تو ایسی کوئی کیفیت نہیں اِس کے اِس دعوے کو شرعی طور پر کیسے قبول کرلیا جائے کہ زُبان اس کے قابُو میں نہیں۔

لہٰذا موصوف نے اس کی وکالت میں جو دعوے کئے ہیں شریعتِ مطہرہ میں اُن کے ان دعوؤں کا کوئی اِعتبار نہیں۔ موصوف نے خواہ مخواہ اپنے اکابرین کی تقلید میں صفحات کو سیاہ کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے

تھانوی جی کیوں کافر قرار پائے؟

موصوف نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ تھانوی کیوں کافر قرار پائے۔ اِس کا آسان اور سیدھا جواب یہی ہے کہ مُرید تھانوی نے کُفر کا اِرتکاب کیا اور تھانوی جی نے اس کے کُفر کی تائید کی اِس لئے رضا بالکفر کُفر کی وجہ سے تھانوی صاحب پر بھی یہی حکم لگے گا، چونکہ وہ آدمی تکلم بالکفر کرنے میں شرعی طور پر مجبور نہ تھا۔ تھانوی نے بھی ایسے آدمی کی حمایت کی، لہٰذا تھانوی

بھی اِس میں اُس کے ساتھ برابر کا شریک ہوا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جبکہ خان صاحب بریلوی کا فتویٰ بھی احکام اضطراریہ میں وہی ہے جو حضرات فقہاء کرامؒ کا ہے''۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ حالتِ اِضطرار کیلئے ہے مگر موصوف میں اتنی لیاقت ہی نہیں کہ موصوف اِضطرار کی تعریف کو سمجھ سکیں۔

حوالہ نمبر(1)

علّامہ عبدالباقی بن یُوسف بن احمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ [م1099ھ] فرماتے ہیں:

"وهي خوف الهلاك على النفس علمًا أو ظنًا"۔[2]

''علم یا گمان کی بنیاد پر نفس پر ہلاک ہونے کے خوف کا نام ہے''۔

حوالہ نمبر(2)

"الضَّرُورَةُ: بُلُوغُهُ حَدًّا إنْ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ الْمَمْنُوعَ هَلَكَ, أَوْ قَارَبَ وَهَذَا يُبِيحُ تَنَاوُلَ الْحَرَامِ".[3]

---

[1] دفاع، ج1 ص852، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] شرح الزُّرقاني على مختصر خليل ومعه: الفتح الرباني فيما ذهل عنه الزرقاني، ج3 ص 48، دار الكتب العلمية، بيروت، وانظر: لوامع الدرر في هتك أستار المختصر، ج5 ص = 88، دار الرضوان، نواكشوط-موريتانيا، وجواهر الدرر في حل ألفاظ المختصر، ج3 ص426، دار ابن حزم، بيروت

[3] الأشباه والنظائر للسيوطي، ص85، دار الكتب العلمية، وانظر : الأشباه والنظائر للسبكي ج1 ص42، دار الكتب العلمية، وغمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ج1 ص277، دار الكتب العلمية، بيروت

''اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع کو نہیں کھائے گا تو وہ ہلاک ہوجائے گا یا ہلاک ہونے کے قریب ہوگا۔اُس وقت اس کو حرام کھانا مباح ہوگا''۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ تو حالتِ اضطرار کیلئے ہے،اب موصوف ہی بتائیں کہ مُریدِ تھانوی کو کونسا اِضطرار لاحق تھا کہ اگر وہ تھانوی کا کلمہ ودُرود نہ پڑھتا تو ہلاک ہوجاتا، موصوف میں ہمت ہے تو ایسا اِضطرار ثابت کریں باقی خواہ مخواہ عوام الناس کو گمراہ نہ کریں۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ بَرحق ہے لیکن اس کا تھانوی کے مُرید سے کوئی تعلق نہیں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے تھانوی کے مُرید والے واقع پر جوفتویٰ دیا ہے وہ ہم نقل کر چکے ہیں،لہٰذا موصوف کو زیادہ خُوش ہونے کی ضرورت نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف مندرجہ ذیل اعتراض:

''اگراس سے غلطی ہورہی تھی تو چپ رہتا خاموش ہوجاتا تاکہ میری زبان صحیح ادا نہیں کررہی ہے بار بار یہ وظیفہ پڑھنے کا کیا مطلب''۔کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے جس سے گزشتہ الفاظ کی تلافی ہوجائے گی''۔[1]

الجواب: موصوف کے بقول مُریدِ تھانوی سے قابلِ مواخذہ بات سرزد ہوئی نہیں تو پھر تلافی کس بات کی،موصوف خُود لکھ رہے ہیں:''اِس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کُفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے''۔[2]

موصوف کے نزدیک مُریدِ تھانوی سے قابل مواخذہ بات کا صدور ہوا ہی نہیں پھر تلافی کس بات کی؟

لہٰذا موصوف کا یہ عذر خُود موصوف کی تحریر کی روشنی میں باطل ہے،اور موصوف شاید بھول

---

[1] دفاع،ج1ص853،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[2] دفاع،ج1ص851،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

رہے ہیں کہ کُفر کی تلافی توبہ کرنے سے ہوتی ہے۔اِس لئے مُرید تھانوی کو توبہ کرنی چاہئے تھی کہ اُس کی زُبان سے کُفر سَرزَد ہوا ہے۔مگر دیوبندی اصاغرین واکابرین اِس کے تکرار کو اس کی تلافی قرار دے رہے ہیں۔ایسے جاہلوں کو کون سمجھائے کہ تکلم بالکفر کی تلافی توبہ سے ہوتی ہے۔اگر کسی سے قادیانی کیلئے ایسا جملہ نکل جاتا تو کیا اس کی تلافی مُریدِ تھانوی کی طرح ہوتی یا توبہ سے ہوتی،موصوف خُود فیصلہ کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف دُوسرا جواب یُوں دیتے ہیں کہ

''اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے غم کھایا جارہا تھا کہ اگر اسی لحہ اس کی موت واقع ہوگئ تو نعوذ باللہ ایسے الفاظ پر خاتمہ ہوگا اسی لئے اس نے دوبارہ تکلم کیا تا کہ الفاظ بھی صحیح ادا ہو جائیں اور سوء خاتمہ کے اندیشہ سے نجات مل جائے''۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ دونوں عذر تھوڑے تغیر و تبدل کے ساتھ یُوسف لدھیانوی دیوبندی صاحب کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' سے سرقہ کئے ہیں۔مُلاحظہ کریں یُوسف لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زُبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے،جس سے گزشتہ اَلفاظ کی تلافی ہوجائے گی،دُوسرے یہ کہ اس کو یہ غم کھائے جارہا تھا کہ اگر اسی لحہ اِس کی موت واقع ہوگئ تو نعوذ باللہ کلمہ کفر پر خاتمہ ہوا۔اس لئے وہ کوشش کررہا تھا کہ زبان سے صحیح الفاظ نکلیں،تاکہ گزشتہ الفاظ کی اصلاح بھی ہوجائے اور سوء خاتمہ کے اندیشہ سے نجات بھی مل جائے''۔[2]

موصوف نے چالاکی یہ کی ہے کہ یُوسف لدھیانوی صاحب نے جہاں یہ لکھا تھا کہ

---

[1] دفاع،ج1ص853،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[2] دفاع،ج1ص853،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

''اگراسی لمحہ اس کوموت واقع ہوگئی تونعوذ باللہ کلمہ کُفر پر خاتمہ ہوا''۔[1]

دیوبندی موصوف نے کلمہ کفرکو''ایسے الفاظ'' سے تبدیل کر دیا۔گویا موصوف کے نزدیک مُریدِ تھانوی کی زُبان سے نکلنے والے الفاظ کُفر بھی نہیں اس لئے موصوف نے کلمہ کُفرکواُڑادیا۔

قارئین کرام! آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ کتنے غالی ہیں،تھانوی کو ''سیدنا و نبینا و مولانا'' کہنا بھی دیوبندی کے نزدیک کلمہ کُفر نہیں۔اگرموصوف کے نزدیک واقعتاً یہ کُفر ہوتا تو اس عبارت سے وہ کلمہ کُفرکو نہ اُڑاتے،مگرموصوف نے تھانوی کی محبت میں اسے کُفر قرار دینے سے بھی کنارہ کشی کی۔شاید کہ موصوف کا قلم بھی ان کے قابُو میں نہ رہا، اور موصوف کے بے قابُوقلم نے اسے کلمہ کُفرقرار دینے سے گُریز کیا۔

لعنت ہے ایسے عقیدے پر۔

پھر دیوبندیوں کے نزدیک تو یہ قابل مؤاخذہ جرم ہے ہی نہیں،مُلاحظہ کریں:

''دفاع ج1 ص:851 مکتبہ ختم نبوت ,پشاور'' پراس کیلئے سُوء خاتمہ کا عذر گھڑنا کہاں دُرست ہے،کیونکہ دیوبندی موصوف کی سابقہ تحریر کے مطابق نتیجہ یہ ہے،اگراس وقت اس مُریدِ تھانوی کی موت بھی واقع ہوجاتی تو بھی موصوف کے نزدیک قابل مؤاخذہ نہ تھا۔ مگر یہاں آ کرموصوف اس کی وکالت میں سُوء خاتمہ کا اندیشہ بیان کر رہے ہیں،جب قابل مؤاخذہ ہے ہی نہیں تو پھر سوءخاتمہ کا اندیشہ کہاں سے آ گیا؟

دیوبندی جی! آپ خُود ہی اپنے اُصولوں پرغورکریں،ہم کہیں گےتوشکایت ہوگی۔

پھراگر یہ تسلیم کرلیاجائے کہ اُسے غم کھائے جارہاتھا کہ اگراسی لمحہ اُس کی موت واقع ہوگئی تو نعوذ باللہ کلمہ کُفر پر خاتمہ ہو۔تواس سے بھی اس شخص کا باہوش وحواس ہونا ثابت ہورہاہے،

---

[1] دفاع،ج1 ص853،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

اگر وہ مغلوب اور اس کے ہوش وحواس سالم نہ ہوں تو پھر وہ اس اندیشہ میں کیسے مبتلا ہو سکتا ہے؟ اگر اسے یہ اندیشہ ہے تو پھر ثابت ہوا کہ اس کا دماغ صحیح وسالم تھا (لیکن تھانوی جی کی محبت میں خراب ہو گیا) اور اسے سوچنے سمجھنے کی پُوری قوت حاصل تھی، اس کے باوجود اس کا تھانوی جی کا کلمہ یا مذکورہ دُرود پڑھنا سلبِ اختیار میں نہیں بلکہ ہوش وحواس کی حالت میں ہے، لہٰذا اس کی جانب ایسے عذرِ لنگ گھڑ کر اسے بَریُ الذمہ قرار دینا دیوبندیوں کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

"دیوبندی موصوف کا انبیٹھوی کی عقل پر تھوکنا"

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جہاں تک آپ نے یہ کہا کہ وہ حضرت حکیم الامت۔۔کی محبت میں یہ سب کہہ رہا تھا تو تف ہے آپ کی عقل پر۔ اگر وہ ان کی محبت میں کہتا تو کیا اس کی وضاحت کرتا کہ زبان پر قابو نہیں بے اختیار ہوں''۔[1]

الجواب: خلیل انبیٹھوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''اسکی بے اِختیاری کا سبب کوئی اسکے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے اور غلبہ محبت سوالبِ اختیار میں سے نہیں غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور وممنوع فرمایا ہے''۔[2]

خلیل انبیٹھوی نے خُود تسلیم کیا ہے کہ تھانوی کا مُرید تھانوی کی محبت میں بے خُود ہو کر وہ تھانوی کا کلمہ و درود پڑھتا رہا ہے۔ لہٰذا موصوف کو اہلِ سنّت پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے انبیٹھوی کی عقل پر تھُوکنا چاہئے۔ اُس نے بھی اِس کو تھانوی کی محبت کا نتیجہ

---

[1] دفاع، ج1 ص853، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] فتاویٰ مظاہر العلوم المعروف فتاویٰ خلیلیہ، ص345، مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

قرار دیا ہے۔لہٰذا دیوبندی موصوف کا یہ اعتراض بھی باطل ثابت ہوا۔

”مقابیس المجالس“ کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

”میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ جو لوگ کلمہ میں اپنے پیر کا کلمہ محبت کی وجہ سے پڑھتے ہیں ان کی حالت کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس کا اظہار کرتے ہیں:

ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو

بریلویوں کے معتمد علیہ صوفی بزرگ اور ولی غلام فرید اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مریدین برگزیدہ تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں ”محمد رسول اللہ“ حضرت شیخ کے ڈر سے کہتے تھے ورنہ ان کا جی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔(مقابیس المجالس ص ۱۷۶)

کوئی رضا خانی مجھے بتائے کہ شیخ اور پیر کی محبت میں کلمہ کون پڑھتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ شیخ کی محبت میں اسلام کے کلمہ کی جگہ پیر کا کلمہ پڑھوں“۔[1]

الجواب: ہم اور ہمارے علماء بارہا وضاحت کر چکے ہیں کہ ”مقابیس المجالس“ تحریف شُدہ کتاب ہے، اس کے مندرجات ہمارے لئے حجت نہیں، مگر افسوس کہ مقدمہ بہاولپور سے لیکر اَب تک ”مقابیس المجالس“ کے حوالے ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں۔

مقدمہ بہاولپور میں ”مقابیس المجالس“ کو قادِیانیوں نے ہمارے خلاف پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا مگر اُن پر واضح کر دیا گیا کہ یہ تحریف شُدہ کتاب ہے، اگرچہ قادیانی ابھی تک وقتاً فوقتاً پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کے یہی طریقے ہیں، اسی طرح دیوبندی بھی اپنے اَکابرین کی برأت وصفائی کیلئے ”

---

[1] دفاع، ج1 ص853-854، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مقابیس المجالس'' کو پیش کرتے ہیں، اگرچہ خُود اِن کے مولویوں نے بھی'' مقابیس المجالس'' کوتحریف شُدہ مانا ہے۔

بہرکیف سابقہ جلدوں میں'' مقابیس المجالس'' کے متعلق تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ یہ تحریف شدہ کتاب ہے، اور ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں۔مگر چونکہ موصوف نے حوالہ پیش کیا ہے،اس لئے موصوف کے گھر کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے موصوف کی ساری ہوا نکل جائے گی۔

دیوبندیوں کے مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس سے معلوم ہوا کہ فرطِ محبت کی وجہ سے بے اِختیاری طور پر کوئی اُمر صادر ہو جائے وہ قابل مواخذہ نہیں۔رہا اطرائے ممنوع جو فرط محبت سے ہوتا ہے وہ اِختیاری حد تک ممنوع ہے، وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقینا مرفوع القلم ہوگا۔نیز حدیث لا تطرونی الخ میں اطراء کی نہی ضرور ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطراء کا سبب فرطِ محبّت ہی ہو بلکہ جہالت، تعصب، غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجب اطراء ہوسکتے ہیں۔

پس نہی عن الاطراء مستلزم نھی عن غلبۃ المحبت نہیں ہوسکتی۔اسی طرح غلبہ محبّت منحصر فی الاطراء الاضطراری نہیں۔اِس لئے نہی عن الاطراء کو مستلزم نہی عن غلبۃ المحبۃ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حدیث مذکور اس اُمر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبہ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے۔اور یہ میلان قابل مؤاخذہ نہیں۔کیوں؟ اس لیے کہ غیر اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کس چیز نے بنایا؟ غلبہ محبت نے''۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ دیوبندی اُصولوں پر مذکورہ حوالہ بھی قابلِ گرفت نہیں کیونکہ ان

[1] کفایت المفتی: ج1 ص65۔دارالاشاعت کراچی

کے نزدیک ایسے افراد بھی مرفوعُ القلم ہوں گے۔

اور پھر تھانوی صاحب نے تو "السنة الجلیة فی الچشتیة العلیة"، ص 124، پر خواجہ غریب نواز کی جانب منسوب کر کے لکھا ہے کہ اُنہوں نے چشتی رسول اللہ کا کلمہ اپنے مُرید سے پڑھوایا، موصوف اس پر کون سا فتویٰ لگائیں گے۔ (حوالہ آگے آرہا ہے)

اعتراض: دیوبندی موصوف کے بقول ان پر اعتراض ہوا ہے کہ:

''اچھا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص سارا دن کلمہ کفر بکتا رہے اور بعد میں عذر کرے کہ میں بے اختیار تھا زبان قابو میں نہیں تھی تو کیا اس کا عذر مسموع ہوگا۔؟؟ مجھے بتاؤ ایک شخص سارا دن آپ کے مولانا تھانوی صاحب کو گالیاں دے اور پھر بعد میں عذر کرے کہ زبان قابو میں نہ تھی غلطی ہوگئی تو کیا آپ اس کی غلطی تسلیم کریں گے۔۔نہیں نہ آپ تو یہی کہیں گے کہ دیکھو دیکھو ہمارے مولانا کی گستاخی کر دی''۔[1]

دیوبندی موصوف اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

جناب من آپ کے اس اعتراض کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی اور وہ سارا دن یہ کلمہ پڑھتا رہا بلکہ بیداری میں غلطی صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی اور ایک دو دفعہ ایسی غلطی کا خطاء لسانی سے ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد بے خودی اور بے حسی کی حالت میں ہے عادۃ کچھ مستعبد [مستبعد] نہیں۔۔لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکنا عادۃ مستعبد [مستبعد] ہے۔البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہوا ہو اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو خاطی نہیں کیا [کہا] جائے گا بلکہ

---

[1] دفاع، ج 1 ص 854، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

وہ ''معتوہ'' اور ''مجنون'' قرار دیا جائے گا۔ شریعت میں ایسے شخص کی عدمِ تکفیر کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں اگر ضرورت ہو تو پیش کر دئے [دیئے] جائیں گے۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے ''رسالہ الامداد'' کو غور سے پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کی اس لئے کہ ''رسالہ الامداد'' میں تصریح موجود ہے کہ:

'' پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیّدنا ونبیّنا ومولانا اشرف علی '' حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اِختیار ہوں، مجبور ہوں، زُبان اپنے قابُو میں نہیں۔ اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دُوسرے روز بیداری میں رقّت رہی، خوب رویا، اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں''۔[2]

اس حوالے میں مُریدِ تھانوی صاف اِقرار کر رہا ہے کہ اُس روز اِس کا وہی خیال رہا جس کے متعلق اس نے زُبان کے بے قابُو ہونے کا بہانہ بنایا، اگر وہ خاطی ہوتا تو اس دن تو اس کا وہی خیال نہ رہتا، لہٰذا زُبان کے بے قابُو ہونے کا عذر لنگ ہے، اور پھر اگر دیوبندیوں کے نزدیک اس شخص کی یہ خطا تھی تو پھر اس کی یہ خطا تھانوی کے متبع سنّت ہونے کی دلیل کیسے بن گئی۔ تھانوی نے تو اس واقعہ کو اپنے متبع سنّت ہونے کی دلیل بنایا ہے۔

پھر موصوف کا معتوہ اور مجنون کی مثال پیش کرنا بھی قطعاً دُرست نہیں اِس لئے کہ مُرید تھانوی نہ تو معتوہ تھا اور نہ ہی مجنون تھا، وہ تو تھانوی کی محبت میں غرق تھا۔ تھانوی کی محبت میں کُفریہ کلمات بکے جا رہا تھا، ایسا بھی نہیں کہ خواب سے بیدار ہوتے ہی دفعۃً اُس نے یہ کلمات بک دیئے ہوں بلکہ وہ نیند سے اُٹھ کر باقاعدہ بیٹھا تھا اور بیٹھنے کے بعد دوبارہ دُوسری کروٹ لی، اور وہ باقاعدہ بیدار ہے، اس کے بقول اسے معلوم بھی ہے کہ اُس نے

---

[1] دفاع، ج1 ص854، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] الامداد، بابت صفر 1336ھ، ص35، امداد المطابع تھانہ بھون

غلط کلمات اَدا کئے ہیں اب وہ دوبارہ پھر کُفریہ کلمات کہہ رہا ہے اور اس کیلئے زُبان کے بے قابُو ہونے کا عذر بنارہا ہے، کیا اس کا یہ عذر قابل مسموع ہے؟ ہر گز نہیں۔

اگر دیوبندیوں کے نزدیک اس سے خواب میں غلطی ہوئی اور بعد میں بھی اُس سے غلطی ہوئی تو اُس کی یہ غلطی تھانوی جی کے متبع سنّت ہونے کی دلیل کیسے بن گئی؟ پس ثابت ہوا کہ دیوبندی دَراصل اسے غلطی بھی نہیں تسلیم کرتے ورنہ اِسے تھانوی جی کے متبع سنّت ہونے کی دلیل نہ بناتے۔ موصوف ہی بتائیں کہ کوئی شخص زُبان کے بے قابُو ہونے کا عذر گھڑ کے کسی کے نام کا کلمہ پڑھے، اسے نبی قرار دے، تو کیا اُس کی یہ حرکت شخص متذکرہ کے متبع شریعت ہونے کی دلیل بن جائیگی کہ جس کے نام کا کلمہ پڑھا گیا وہ متبع سنّت ہے۔ یہاں پر تھانوی جی نے اپنے مُرید کو باقاعدہ سند دی ہے کہ وہ جس کی جانب رُجوع کر رہا ہے وہ متبع سنّت ہے۔

لہٰذا موصوف کی بہانے بازِیاں دَجل وفریب پر مبنی ہیں جن کا نہ تو واقع سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی کتب فقہ ان کا ساتھ دیتی ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

’’آپ نے ایک یہ اعتراض بھی کیا کہ اگر آپ کے مولانا تھانوی۔۔کو کوئی گالیاں دے پھر زبان کی بے اختیاری کا بہانہ کرے تو کیا تم اس کو معاف کردو گے؟۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرائن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں تو ضرور ہم اس کو معاف کریں گے، مثلاً کوئی شخص نیند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو یا ہمارے کسی عالم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میری آپ سے لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم

اس کا عذر قبول کر لیں گے''۔[1]

الجواب: حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے ایک نظریہ پیش کیا تھا کہ قومیں اَوطان سے بنتی ہیں جس کا مطلب تھا کہ ہندو مسلم ایک قوم ہیں کہ دونوں کا وطن ایک ہے، یہ نظریہ ملّت اِسلامیہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں بھی دوقومی نظریہ پایا جاتا ہے۔ حسین احمد ٹانڈوی کے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے علّامہ اقبال نے کچھ اشعار کہے تھے جن کا ایک فقرہ یہ تھا

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است

دیوبندیوں سے علّامہ اقبال کی یہ تنقید برداشت نہ ہوئی جس میں کوئی بھی گالی گلوچ، سبّ و شتم نہ تھی، حسین احمد ٹانڈوی پر اَفسوس کیا گیا تھا کہ وہ کیسے نظریات لوگوں کو پہنچا رہے ہیں۔ دیوبندیوں سے شاعرِ مشرق کی یہ بات برداشت نہ ہوئی اور شاعرِ مشرق کو کھری کھری سنائی گئیں۔ رسالہ ''انوار مدینہ'' جولائی 2010ء میں علامہ اقبال کو ملحد اور معاند کہا گیا، حوالہ ملاحظہ کریں:[2]

مذاق قوم مگر ملحدانہ شد جاوید
کہ کار بت شکنی در شمار بو العجبی است

قوم کا مذاق ملحدانہ ہو گیا کہ انہیں بت شکنی پر بھی تعجب ہو رہا ہے۔

یہ بوالعجبی والا فقرہ علّامہ اقبال کا تھا جس کے جواب میں علّامہ اقبال کو مُلحد کہا گیا۔

علّامہ اقبال سے چاہے کسی کا کتنا اِختلاف ہو لیکن دیوبندی انہیں صرف اس وجہ سے کہ اِنھوں نے حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی کے نظریہ پر تعجب کیا، اسی تعجب کو ملحدانہ مذاق قرار دے رہے ہیں۔ ایک طرف تو دیوبندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ اپنے کابرین پر تھوڑی سی تنقید

---

[1] دفاع، ج1 ص 854-855، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] ماہنامہ انوار مدینہ، ص 21، دفتر ماہنامہ انوار مدینہ نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

بھی برداشت نہیں کر سکتے، مگر دیوبندی موصوف رام بھگت بن کر کہتے ہیں کہ ہم عذر قبول کریں گے۔

جب دیوبندیوں سے علمی اختلاف بھی ہضم نہیں ہوتا اور وہ گالیوں پر اُتر آتے ہیں تو وہ ایسے شخص کو کیسے معاف کر سکتے ہیں جس کی زُبان سے تھانوی جی یا دیگر اکابرینِ دیوبند کیلئے زُبان سے گالی نکل گئی ہو۔لہٰذا موصوف کا یہ کہنا کہ وہ معاف کر دیں گے محض دفع الوقتی ہے، جس کا حقیقت سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف ایک خُود ساختہ اعتراض بنا کر لکھتے ہیں کہ:

''بھائی یہ باتیں تو میری سمجھ میں آ گئی ہیں لیکن اس خواب کی تعبیر صحیح نہیں آخر جب وہ غلط الفاظ کہہ رہا تھا تو اس کی تعبیر یہ کیوں دی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے ۔۔معلوم ہوا کہ آپ کے حکیم الامت نبوت کا اعلان کرنے کے موڈ میں تھے۔

} خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام {: جناب معترض صاحب میں اس بات کا وضاحت پہلے کر چکا ہوں کہ خواب کا برا ہونا تعبیر کے برے ہونے کو مستلزم نہیں، باقی اس تعبیر کی خواب سے کیا منابست [مناسبت] ہے تو کاش اعتراض کرنے سے پہلے کم سے کم اس کتاب کو ہی مکمل پڑھ لیتے جس میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے کہ اسی کتاب میں اس کا جواب موجود ہے جو خود حضرت حکیم الامت۔۔۔نے دیا ملاحظہ ہو:

بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دی گئی ہے اسی طرح بجائے اسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرا ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اسی اتباع سے دیجائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آ گیا۔{الامداد بابت ماہ

جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص۱۹،
امید کرتا ہوں کہ خود حکیم الامت ۔۔ کی اس وضاحت کے بعد اس کی تعبیر اور خواب میں مناسبت بھی عقل شریف میں آ گئی ہوگی۔"۔[۱]

الجواب: دیوبندی موصوف نے دجل و فریب سے کام لیا اور مُریدِ تھانوی کے حالت بیداری کے کُفریہ کلمہ کو خواب پر محمول کیا ہے حالانکہ مُریدِ تھانوی سے کُفریہ کلمہ کا صدور خواب کی حالت میں بھی ہوا اور خواب کے بعد بیداری کی حالت میں بھی ہوا، موصوف بیداری کی حالت کو چھوڑ کر صرف خواب کی بات کر رہے ہیں۔ حالانکہ تھانوی نے پُورے واقعے کو اپنے متبع شریعت ہونے کی دلیل بنا کر اپنی طرف رُجوع کو مستند قرار دیا ہے، جیسا کہ خُود تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رُجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے"۔[۲]

حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ تھانوی جی خواب کے واقعے کو شیطانی خواب قرار دیتے، اور بیداری کی حالت میں دُھرائے جانے کو کُفر قرار دے کر اس کو توبہ کرنے کا فتویٰ دیتے، مگر تھانوی جی نے اس واقعہ کو اپنے متبع سنّت ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

قادِیانی بھی اپنے خُود ساختہ خواب بیان کرتے ہیں موصوف ان کیلئے کیا فرمائیں گے؟
قادیانیوں کا ایک گروہ ہے، جنبہ گروپ جس کا بانی عبدالغفار جنبہ قادیانی تھا، اس لعین نے قادیانی کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس لعین کے ماننے والے اپنے خواب بیان کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نبیوں کے لباس میں دیکھا ہے نعوذ باللہ۔ موصوف ان خبیث قادیانیوں کے خوابوں کو شیطانی قرار دیں گے یا پھر ان کی تعبیر بھی ایسی ہی کریں گے؟

طُرفہ یہ کہ مُریدِ تھانوی کا واقعہ صرف خواب پر ہی مبنی نہیں بلکہ بیداری کا بھی واقعہ ہے، لہٰذا

---

[۱] دفاع، ج1 ص855-856، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] الامداد، بابت صفر 1336ھ، ص35، امداد المطابع تھانہ بھون

تھانوی کا اس کی تعبیر بیان کرنا اور بیداری سے اَغماض کرنا سَراسر دُھوکہ وفریب ہے۔
علاوہ اَزیں تھانوی نے حالت بیداری میں اپنے لئے اِقرارِ نبوت کے کلمہ والے واقعہ کو تسلی بخش قرار دیا تو اِس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے لئے نبوت کا اِرادہ رکھتے ہیں۔
باقی متبع سنّت کا لفظ تھانوی جی نے جو استعمال کیا اُس سے بھی تھانوی کو کوئی فائدہ نہیں۔اس لئے کہ قادیانی نے بھی نبوت کے دعویٰ کیلئے مختلف رُوپ بدلے تھے،کبھی ظلی نبی کا،کبھی بروزی نبی کا،لگتا ہے کہ اس طرح تھانوی جی اپنے لئے متبع شریعت کا دعویٰ کر کے اور واقعہ کی تائید کر کے قادیانی کی پیروی میں اپنے لئے غیر تشریعی نبی ہونے کا دروازہ کھول رہے ہوں،لہٰذا یہ احتمال بالکل دُرست ہے کہ تھانوی جی نے نبوت کا اِرادہ کیا۔
اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اگر یہی واقعہ مرزا غلام احمد قادیانی یا کسی مدعی نبوت کے ساتھ پیش آتا تو کیا وہ بھی یہی لکھتا جو حضرت تھانوی۔۔۔نے لکھا۔؟ مالک عرش کی قسم وہ ہرگز یہ نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے کی روشن ترین دلیل کہتا۔اور ہزارہا تعداد میں اس مضمون کے اشتہار شائع کرواتا''جو لوگ میری نبوت ورسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بجبر گردن پکڑے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے''میرا یہ نکتہ خاص کر ان حضرات کیلئے قابل غور ہے جو مرزا قادیانی کی سیرت کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھتے ہیں۔لیکن دوسری طرف حضرت تھانوی۔۔کیا جواب دیتے ہیں کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ تو حضور ﷺ کا غلام ہے متبع سنت ہے۔غور کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی بُو آتی ہے۔کیا حضور ﷺ کی غلامی کا اقرار کرنا سنگین جرم ہے۔[1]
الجواب: جس صراحت کے ساتھ تھانوی کے نام کے ساتھ نبوت کا اعلان کیا گیا ایسی

---

[1] دفاع، ج1 ص856، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

صراحت کیساتھ ایسے کلمات بَرملا کہنے کی جرأت شاید قادیانیوں کو بھی نہیں ہوئی ،لہٰذا قادیانی کو تھانوی سے کم تر قرار دینا موصوف کا زُعم ہے، اِس سلسلے میں تھانوی اور قادیانی اپنے ماننے والوں کو گُمراہی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔قادیانی موصوف کے بقول اس واقعہ کی تائید اس طرح کرتا ہے ''بجبر گردَن پکڑے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے''،اور تھانوی نے اس واقعہ کی تائید یُوں کی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رُجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنّت ہے۔

لہٰذا جب دونوں کی جانب سے واقعہ کی تائید ہے تو پھر دونوں ہی جُرم میں برابر کے شریک ہوئے،اس لئے تھانوی بھی کسی طرح قادیانی سے کم نہیں۔موصوف کسی خُوش فہمی میں نہ رہیں۔اصل مسئلہ ہے واقعہ کی تائید۔تھانوی جی واقعے کی تائید کر رہے ہیں اور واقعہ کُفر پر مبنی ہے،خُود خلیل انبیٹھوی نے بھی اسے کُفر قرار دیا ہے،اور تھانوی نے اس کُفر پر رضا کا اِظہار کیا۔لہٰذا رضا بالکفر کی وجہ سے تھانوی جی بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں،مگر موصوف بڑی بے حیائی سے لکھتے ہیں کہ:

''غور کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی بو آتی ہے''۔[1]

مُرید تھانوی کے واقعہ میں اس کی زُبان سے ''اللّٰھم صل علی سیّدنا ونبیّنا ومولانا اشرف علی'' کی تصریح موجود ہے،پھر بھی موصوف کہہ رہے ہیں اِس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جس میں نبوت کی بُو آتی ہے۔

اس واقعہ میں نبوت کی بُو ہی نہیں بلکہ صراحت سے اقرار ہے مگر کوئی شخص آنکھوں پر ہٹ دَھرمی اور ضد کی پٹی باندھ لے تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی غلامی کا اِقرار کہاں؟

[1] دفاع،ج1ص856،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

بلکہ اپنے لئے نبوت کے اقرار کو تسلی بخش قرار دیا۔ پھر بھی موصوف تھانوی کی وکالت کریں تو ہم ایسے شخص کا کیا کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

قارئین کرام لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت۔۔کو اس تعبیر پر کوئی اصرار بھی نہیں ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

''باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب وسوسہ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر یہ نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دینا صرف ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا۔[الامداد، ص۲۰]

قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ جب حکیم الامت۔۔خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس تعبیر پر اصرار نہیں یہ غلط بھی ہوسکتی ہے اور ممکن ہے کہ شیطانی وسوسہ ہو پھر بھی یہ کہنا کہ اپنے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھواتے ہیں''۔[1]

الجواب: تھانوی صاحب اپنے مُرید کے کُفر کی تائید کر رہے ہیں اور پھر اپنی تجویز پر اِصرار نہ ہونے کا بھی کہہ رہے ہیں۔ تھانوی کو یہ جملہ بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا، اور اس جملے سے ان کا کُفر رَفع نہیں ہوسکتا، مثلا کوئی کُفر کرے اور پھر کہے کہ میرا کُفر پر اِصرار نہیں، تو بھی اُس کا یہ کہنا اُس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا، اِسی طرح تھانوی جی کا یہ کہنا بھی اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور پھر بات خواب کی نہیں بلکہ بیداری میں اس سے جو واقع ہوا وہ بھی کُفر ہے۔ تھانوی صاحب نے پُورے واقعہ کی تائید فرمائی ہے۔

لہٰذا موصوف کا اس کو خواب کی تعبیر کی جانب پھیرنا دُرست نہیں۔ موصوف بخوبی جانتے ہیں کہ مُریدِ تھانوی سے بیداری کی حالت میں کُفر سرزد ہوا مگر وہ عوام کے اذہان کو پھیرنے کیلئے

---

[1] دفاع، ج1 ص856-857، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

خواب اور اس کی تعبیر کی باتیں کر رہے ہیں، حالانکہ یہ صرف خواب اور اس کی تعبیر کی بات نہیں بلکہ مرید تھانوی سے بیداری کی حالت میں جو کُفر سرزد ہوا (اور اس نے تھانوی کیلئے نعوذ باللہ نبوت کا اقرار کیا) اس کی بات ہے۔

اور جہاں تک بات ہے خواب کی تو تھانوی صاحب کو اس خواب کی بھی تائید نہیں کرنی چاہئے تھی کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ یہ رَحمانی خواب نہیں تھا بلکہ شیطانی خواب تھا۔ تھانوی صاحب کو اسے شیطانی خواب قرار دینا چاہئے تھا، مگر تھانوی صاحب کو نہ جانے اس خواب میں کون سا لطف نظر آیا کہ اپنے مُرید کو اِس پر تنبیہ نہیں کی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

’’اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا یہی نہج ہے تو ہم ان کے مشکور ہونگے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی اسی طرح تکفیری فتوے نافذ کر کے اس کی اس طرح تبلیغ واشاعت کریں جس طرح وہ حضرت تھانوی۔۔۔اور دیگر اکابر علماء۔۔۔کے خلاف کرتے ہیں‘‘۔ [1]

پھر موصوف نے ’’فوائد السالکین‘‘ سے مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے:

’’پھر ایک واقعہ بیان کیا کہ میں اور بہت سے اہل صفا جناب معین الدینؒ کی خدمت میں حاضر تھے اولیاء اللہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اس موقع پر ایک شخص آیا بغرض بیعت آپ کے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے بیٹھنے کیلئے کہا وہ بیٹھ گیا آپ اپنی خاص حالت میں تھے آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہوں گا وہ کہو گے تو مرید کروں گا اس نے عرض کی حکم بجالاؤں گا فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے اس نے کہا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** آپ نے فرمایا کہو **لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ**۔ اس نے اس طرح کہا تو آپ نے حلقہ بیعت میں داخل کر دیا خلعت اور نعمت عطا کی‘‘۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص857، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص857، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: موصوف نے یہ حکایت ''فوائد السالکین'' سے نقل کی ہے، جس کے متعلق ڈاکٹر نثار فارُوقی صاحب نے لکھا ہے کہ: ''غرض اس طرح کی مبالغہ آمیز حکایات اور تاریخی اِعتبار سے غلط روایات ہی سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کا اِنتساب جعلی ہے، نہ یہ قطب صاحب کے ملفوظات ہیں اور نہ اِن کے جامع حضرت بابا فریدؒ ہو سکتے ہیں''۔[1]

نثار فارُوقی صاحب نے مذکورہ کتاب کے متعلق طویل بحث کی ہے، اور اس کے متعلق مندرجہ بالا نظریہ رَقم کیا ہے۔ مزید تفصیل مذکورہ بالا کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لہٰذا موصوف کا اس کتاب کی بنیاد پر ہمارے اُوپر اِعتراض کرنا قطعاً دُرست نہیں، ہاں البتہ اس روایت کو دیوبندیوں نے قبول کیا ہے، چنانچہ اخلاق حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

''روایت نمبر ۶ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار اوشی قدس سرہ نے فرمایا: یہ دعا گو خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا، اور بھی درویش حاضر خدمت تھے، اَولیاء اللہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا، اتنے میں ایک شخص آیا، قدم بوس ہوا اور خواجہ بزرگ سے بیعت ہونے کے لئے درخواست کی۔ آپ نے اُسے بٹھایا اور فرمایا کہ جو میں کہوں وہ تم کروگے، تو میں تمہیں مرید کرلوں گا۔ اس نے کہا، بے شک حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا، تم کلمہ اس طرح پڑھا کرتے ہو، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ایک بار اس طرح پڑھو، لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور کلمہ اسی طرح پڑھ لیا، جس طرح آپ نے بتایا تھا۔ خواجہ بزرگ نے اسے بیعت کرلیا، اور نعمت وخلوت سے نوازا، اور فرمایا:

مَیں نے تمہاری عقیدت کا اِمتحان لینے کے لئے اِس طرح کلمہ پڑھوایا تھا، ورنہ کلمہ وہی ہے، جو تم پڑھتے ہو، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، مَیں تو خُود کمترین بندگانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] نقد ملفوظات، ص 54، مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ، طبع اوّل: 1989ء

وآلہ وسلم میں سے ایک ہوں۔ یکے اَز کمترین بندگانِ محمد رسول اللہ ام، صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ مُرید کو اپنے پیر کی خدمت میں صادق اور راسخ العقیدہ ہی ہونا چاہئے۔
(فوائد السالکین، فارسی ص ۲۳)

یہ روایت بادیٔ النظر میں عجوبہ سی لگتی ہے، اور ذہن فوری طور پر قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، مگر یہ روایت خواجہ ابو بکر شبلیؒ متوفی ۳۳۴ھ (۹۴۵) سے منسوب اور ''فوائد الفوائد (ص ۲۳۱)'' اور ''سیر الاولیاء (ص ۳۳۸)'' اور ''مفتاح العاشقین (ص ۴)''، ''جوامع الکلم'' (ملفوظ ا شعبان ۸۱۳ھ) جیسی نہایت درجہ مستند اور اَدبِ صوفیہ میں بے مثل کتب تصوف میں ملتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا ہی واقعہ خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں پیش آیا ہو، اور اُنہوں نے خواجہ اُبو بکر شبلیؒ کی اتباع میں یہ رَوِش اِختیار کی ہو اور اس کی اُفتادِ طبع کے مطابق اصلاح کے لئے یہی مناسب ہو، ع

کار پاکاں را قیاس از خود میگر

جن کا علم محدود ہے، وہ کچھ بھی کہیں، وہ قابل قبول نہیں، خواجہ اُبو بکر شبلیؒ کو اب تک ہزار سال سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے، ان علماء نے جو علمِ وافر رکھتے تھے، اور رُموزِ تصوف سے آگاہ ہیں، اور لفظ رسول کے لغوی معنی سے اور اس کے صرفِ محل سے واقف ہیں اور صرف محل سے متعلق امثلہ ان کے ذِہن میں مستحضر ہیں، انہوں نے اس پر نہ تو کلام کیا ہے، اور نہ کرتے ہیں۔ یہ روایت دَراصل اِتباعِ شیخ کی ترجمان ہے، اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے''۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلیؒ کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا، آپ نے فرمایا کہ اس

---

[1] آئینہ ملفوظات، ص 133-134، اخلاق حسین دہلوی، کتب خانہ انجمن ترقی اُردو، جامع مسجد دہلی

شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔عرض کی ویسا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو عرض کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔فرمایا اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ محمد شبلی رسول اللہ۔ مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔[فوائد الفواد، مجلس ۸ ص ۵، ہشت بہشت ص ۱۰۱۲{]"۔[1]

الجواب: ''فوائد الفواد'' میں یہ واقعہ حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے، حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ اِرشاد فرماتے ہیں:

"كَانَ يحصُل لَهُ جفَافُ دِمَاغ وَسُكْرٍ. فَيَقُوْلُ: أَشيَاء يُعتَذرُ عَنْهُ. فِيْهَا بأَوْلاَ تكُون قدوَة".[2]

''یعنی آپ کو دماغی خشکی لاحق تھی اور سکر بھی طاری رہتا تھا، پھر ایسی باتیں کہتے تھے جن میں آپ کو معذور سمجھا جائے۔ان میں تکبر اور بڑائی پائی جاتی ہے جن کی پیروی نہیں کی جائے گی۔اگر'' فوائد الفواد'' کی روایت دُرست ہو اور اُس میں تحریف والحاق نہ ہو تو یہ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا سکر ہے، چونکہ آپ پر اس طرح کی کیفیات طاری رہتی تھیں اس لئے بقول حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ آپ معذور قرار پائیں گے۔

مگر مُریدِ تھانوی پر نہ تو سکر تھا اور نہ ہی کوئی ایسا عارضہ لاحق ہونے کا اُس نے دعویٰ کیا ہے، پھر بھی تھانوی جی کا اُس کی تائید کرنا چہ معنی دارد لہٰذا مُریدِ تھانوی کے واقعہ کی تائید میں مذکورہ حوالہ پیش کرنا دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''پیر فرید کوٹ مٹھن والے (المتوفی ۱۹۰۱) کا شمار بریلوی اکابرین اور اولیاء اور معتمد علیہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ان کے تفصیلی حالات ان کے ملفوظات'' مقابیس المجالس''میں

---

[1] دفاع، ج1 ص 857-858، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] سیر أعلام النبلاء ج11 ص 544، دار الحدیث، و ج15 ص 367، مؤسسة الرسالة

موجود ہے جس کا اردو ترجمہ ''ارشاداتِ فریدی'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔''مقابیس المجالس''، ان کے خلیفہ خاص ''مولانا رکن الدین'' نے ان کے سامنے حرف حرف پڑھ کر سنائی اور اس کی تصحیح وتوثیق کروائی (۵۰۹)۔تذکرہ علمائے اہلسنت میں ان کو ان القابات سے یاد کیا گیا ہے کہ:

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچڑاں شریف[تذکرہ علمائے اہل سنت والجماعت، لاہور ص ۲۰۸]

شیخ الشیوخ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ[ایضا ص ۲۰۹]

بریلویوں کے پیر ''پیر نصیر الدین'' سجادہ نشین گولڑہ شیرف[شریف] لکھتے ہیں کہ:

وابستگان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری وسیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند وحجت کتاب مقابیس المجالس۔[لظمۃ[لطمۃ]الغیب ص ۲۱۰]

پیر فرید کوٹ مٹھن والے کہتے ہیں:

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور فرمایا مجھے اپنا مرید بنالیں فرمایا کہہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چشتی اللہ کا رسول ہے۔{فوائد فریدیہ ص ۸۳}''۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ حوالہ ''فوائد فریدیہ'' ص ۸۳ سے نقل کیا ہے، جبکہ اِسی کتاب کے ص ۳۷ پر تصریح ہے، انہوں نے ذوق اور مستی کا کلام فرمایا ہے۔صوفیائے کرام ان کو شطح کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔پھر انہوں نے صوفیائے کرام کی شطحیات کو ذِکر کیا ہے اور بے شمار شطحیات دیگر مسلمہ عند الدیابنہ کتب تصوف میں بھی موجود ہیں جن کے قائلین پر دیوبندیوں نے بھی کوئی فتویٰ نہیں لگایا، مگر موصوف اپنے اکابرین کے کرتوتوں کی تائید

[1] دفاع، ج1 ص858 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

میں بے جا ان حوالوں کو پیش کر رہے ہیں جن کے شطحیات ہونے کی خُود انہی کتب میں تصریح موجود ہے۔

پھر آگے موصوف نے ''فوائد فریدیہ'' کو حضرت خواجہ فرید علیہ الرحمہ کی تصنیف ثابت کرنے کیلئے ''برقِ آسمانی'' کا حوالہ نقل کیا ہے، لیکن یہ حوالہ موصوف کو قطعاً مفید نہیں اس لئے کہ کتاب میں تصریح موجود ہے کہ یہ صوفیاء کی شطحیات ہیں، لہٰذا اِس کتاب کا حوالہ موصوف کو مفید نہیں۔ اور پھر موصوف نے شاید تھانوی جی کی کتاب نہیں پڑھی جس نے لکھا ہے کہ:

''اِتنے میں ایک شخص آیا اور بیعت کیلئے پابُوسی کی آپ نے اُس کو بٹھالیا، اُس نے عرض کیا کہ مَیں مُرید ہونے آیا ہوں۔ فرمایا، جو کچھ ہم کہیں گے کرے گا، اگر یہ شرط منظور ہے تو بیشک میں مُرید کروں گا۔ اُس نے کہا، جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا آپ نے فرمایا کہ تو کلمہ اس طرح پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اس طرح پڑھ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ چونکہ راسخ العقیدہ تھا اُس نے فوراً پڑھ دیا، خواجہ نے اُس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت ونعمت عطا کی اور فرمایا:

مَیں نے فقط تیرا اِمتحان لیا تھا کہ تجھ کو مجھ سے کس قدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود یہ نہ تھا کہ تجھ سے اس طرح کلمہ پڑھواؤں۔ مَیں کون اور کیا چیز ہوں۔ ایک ادنیٰ بندگانِ وغلامانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں۔ حکم وہی ہے جو تو اوّل سے کہتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اِس بات سے تیری صدقِ عقیدت معلوم ہوئی، اب تو میرا مُرید صادق ہوا، مُرید کو ایسا ہی چاہئے کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق وراسخ ہو۔

اشکال: کیا امتحان کے لئے کلمہ کُفر کہلوانا جائز ہے؟

حل: کلمہ کُفر جب ہے کہ ماوّل نہ ہو۔ اور اگر یہ تاویل کی جاوے کہ رسول سے مُراد معنی لغوی ہوں اور عام ہوں بواسطہ وبلا واسطہ کو اور اس بنا پر یہ معنی ہونگے کہ چشتی اللہ تعالیٰ کا پیام رَساں اور اَحکام کی تبلیغ کرنے والا ہے بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، جیسا

حدیث وارد فی المشکوۃ باب الوقوف بعرفۃ میں ابن مربع انصاری صحابی کا قول ہے انی رسول اللہ الیکم [1] جس میں لفظ رسول اوّل بمعنی لغوی ہے، اور جیسے قُرآن مجید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فرستادوں کو جو اَنبیاء نہ تھے سورہ یٰسین میں مُرسل فرمایا ہے تو پھر کلمہ کُفر نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر یہ حمل تشبیہ بلیغ پر مبنی ہو جیسے ابُو یوسف؟ ابُو حنیفہ؟ میں سب کے نزدیک مسلم ہے تب بھی کلمہ کُفر نہیں رہتا اور ظاہری ومتبادر معنی مُراد نہ لینے کی تصریح خُود حضرت خواجہ صاحب کے اس قول میں ہے، مَیں کون اور کیا چیز ہوں۔ البتہ یہ سوال باقی رہا کہ موہم کا اِستعمال بھی تو جائز نہیں۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ مجلس خاص تھی اور مخاطب ودیگر سامعین خُوش فہم تھے اِس لئے یہ مفسدہ محتمل نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ آخر مصلحت ہی کیا تھی؟ جواب ظاہر ہے کہ مصلحت اِمتحان کی تھی اِس طرح کہ اگر یہ راسخ العقیدہ ہے تو مجھ کو مخالف شریعت کا نہ سمجھے گا، کوئی تاویل کرلے گا ورنہ بھاگ جائے گا‘‘۔ [2]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

’’سجادہ نشین بیربل شریف صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ انگریز اللہ کے رسول ہیں

---

[1] **نوٹ:** روایت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: "إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَيْكُمْ۔۔الحدیث " اس روایت کو چاروں اصحاب سنن یعنی ابوداوٗد، بَابُ مَوْضِعِ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ (1919)، ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُقُوفِ بِعَرَفَاتٍ وَالدُّعَاءِ بِهَا (883)، نسائی، رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ بِعَرَفَةَ (3014)، اور ابن ماجہ، بَابُ الْمَوْقِفِ بِعَرَفَةَ (3011) رحمہم اللہ تعالی نے روایت کیا ہے۔

وقال الترمذی :حَدِيثُ ابْنِ مِرْبَعٍ الأَنْصَارِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ"وَابْنُ مِرْبَعٍ اسْمُهُ زَيْدُ بْنُ مِرْبَعٍ الأَنْصَارِيُّ،۔۔۔

[2] السنۃ الجلیۃ فی الجشتیۃ العلیۃ، باب سوم، ص124-125، کتبخانہ اشرفیہ، دریبہ کلاں، دھلی

زاں بعد آپ نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ وہ بیچارہ ہیبت سے لرز رہا تھا۔ اور مجلس دم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا{انقلاب حقیقت فی التصوف والطریقت، ص ۳۱}

کیا بریلویوں نے کبھی ان کتابوں پر بھی فتوے لگائے ہیں۔۔؟؟ کبھی ان کو بھی کافر کہا ہے؟۔۔ اور اب جب یہ حوالہ [حوالے] ان کے سامنے آگئے تو ان کے مصنفین کے بارے میں بریلوی کے ''دارالافتاء'' جس سے کفر کے فتوے ''تھوک ریٹ'' میں دستیاب ہیں کیا فتوی لگائیں گے؟؟۔۔ انصاف شرط ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ جو لوگ سر عام زبردستی لوگوں سے انگریز کے کلمے پڑھواتے رہیں لندن کو اللہ کا کعبہ نعوذ باللہ تسلیم کرواتے رہیں وہ تو پکے ٹکے مسلمان ولی سجادہ نشین سنی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جن سے خواب میں ایسی غلطی واقع ہو جائے اس پر وہ شرمندہ بھی ہوں احساس ندامت کی وجہ سے سارا دن رو رہے ہوں۔۔۔ بے اختیار ہوں۔۔ مجبور ہوں۔۔ وہ کافر۔۔۔۔ ان کو مسلمان کہنے والا یا سمجھنا [سمجھنے] والا بھی کافر۔۔''۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے پُورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ اگر موصوف پُورا حوالہ نقل کرتے تو اِن کی چالاکی عوام پر ظاہر ہو جاتی۔ موصوف نے اَدھورا نقل کر کے عوام کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ ''انگریز اللہ کے رسول ہیں''۔ [2]

نعوذ باللہ۔ حالانکہ صاحبزادہ محمد عمر تو ایک شخص کو جھڑک رہے ہیں اور اس کو سرزنش کر رہے ہیں۔ پُورا حوالہ مُلاحظہ کریں:

''زمانہ حاضرہ میں فرنگیت کے زور نے تمام لوگوں کی صورتیں مسخ کر دی ہیں۔ اَکثر دیکھا ہے کہ نمازی بھی ہیں۔ صوم صلوٰۃ کے پابند بھی ہیں۔ لیکن چہرہ ہے کہ فرنگیانہ۔ نہ ڈاڑھی ہے

---

[1] دفاع، ج1 ص859 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص859 مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

نہ مونچھ۔ یا ڈاڑھی صفا۔ مونچھیں بڑی بڑی۔ یا سر پر فرنگیانہ صورت کے بال تراشے ہوئے جب کوئی صورت بھی ایسی آپ کے سامنے آجاتی ہے۔ بے تاب ہوجاتے ہیں۔ اور اپنے اس مقولہ کے مطابق کہ:

''مسلمان آدمی جب کسی اَمر خلافِ شریعت کو دیکھے تو ایسا ہو جائے جیسا بھوکا بھیڑیا بکری پر''۔

آپ ایسے ہو جاتے چنانچہ کئی ایک واقعات بچشم خود دیکھے۔ ایک دو واقعہ لکھتا ہوں:

''جمعہ کے دِن آپ کا معمول مطابق سنّت سیّد آخر الزمان علیہ الصلاۃ والسلام تھا کہ آپ غسل فرماتے۔ لباس تبدیل فرماتے۔ ملنے والوں کے لئے یہ دِن انتظار کا ہوتا تھا۔ اور بہت سے لوگ جمع ہوتے تھے تو آپ کو موقعہ نیچے تشریف لانے کا ملتا۔ ایک جمعہ کو آپ جب بالاخانہ سے تشریف لائے تو زائرین سے مکان پُر تھا۔ آپ حسبِ عادت داہنے طرف سے دیکھنے لگے اور برابر بائیں طرف نظر دَوڑاتے گئے۔ مگر خلافِ عادت بائیں طرف سے ملنا شروع کیا۔ پہلے شخص کو بِلا تردد فرمایا کہ مسجد کو چلے جاؤ۔ دُوسرے کو دیکھ کر بھی یہی فرمایا۔ تیسرے کے پاس آکر دوزانو آپ بیٹھ گئے اور اُس کے چہرے کو نہایت غور سے دیکھا اور پُوچھا: کیا نام ہے؟ اُس نے عرض کی بہاؤلہ۔ آپ نے فرمایا: بہاؤلہ کیا ہے۔ بہاؤالدین نام ہوگا۔ ساتھ ہی آپ اپنا ہاتھ بڑھاتے گئے اور اس کی مُنڈی ہوئی داڑھی پر جارکھا کہ بہاؤالدین یہ کیا ہے۔ نام بہاؤالدین اور چہرہ یہ؟ مسلمان کے مسلمان، بے ایمان کے بے ایمان، پھر تو اِتنا جذب آیا کہ آپ بے اِختیار ہو کر اس کی دونوں مونچھیں پکڑ کر زور زور سے کھینچنے لگے اور فرمانے لگے تمہارا کلمہ تو یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ اور آہستہ سے طمانچے بھی چند لگائے۔

ژاں بعد دریافت کیا کہ کس کے ہمراہ آئے، اُس نے کہا، میاں صاحب کے ہمراہ۔ آپ نے کہا، کون سے؟ تو اُس نے ایک آدمی چھوڑ کر دُوسرے کی طرف اِشارہ کیا۔ آپ اُس کو چھوڑ کر میاں صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میاں صاحب ایک خُوبصورت پچیس سالہ

داڑھی صفا نوجوان تھے۔آپ نے نام پوچھا تو کہا، حسین۔آپ نے فرمایا، کیا حسین ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں۔آپ نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اُس کا منہ دائیں بائیں پھرایا اور فرمایا، دِیکھو، یہ حسین کی شکل ہے۔یہ حسین ہے۔اتنے میں دو تین طمانچے آپ نے رسید کر دیئے۔

زَاں بعد فرمایا کہ کہو: لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ۔ وہ بے چارہ ہیبت سے لرز رہا تھا اور مجلس بھی دَم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا۔پھر آپ نے دریافت کیا کہ باپ دادا بھی دیکھے تھے؟

اُس نے کہا کہ جی ہاں۔آپ نے فرمایا: کہ اُن کی صورت بھی یہی تھی؟ اُس نے کہا جی نہیں فرمایا کہ پھر تجھے کیا ہو گیا۔مَیں نے سنا ہے کہ بزرگ تھے۔اُن کی قبر پر اَب بھی لوگ حاجات طلب کے لئے جاتے ہیں۔کیا ایسے ہی ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں، ایسے ہی۔تو آپ نے فرمایا کہ پھر تجھے کیا ہو گیا، پھر دو چار طمانچے اور لگا دیئے۔

زَاں بعد فرمایا کہ کتنے مربعوں کے مالک ہو؟ اُس نے کہا کہ چودہ کے۔آپ نے پھر دو طمانچے لگائے کہ اللہ نے اِتنا دے رکھا ہے اور پھر یہ حالت۔پھر فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ [جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]۔

زَاں بعد پوچھا، کیا کرتے ہو؟ اُس نے کہا ذیلدار ہوں۔آپ نے فرمایا کہ یہاں کیوں آئے؟ اُس نے عرض کی کہ کپتان آیا ہوا ہے اُس سے کچھ کام تھا۔آپ نے نہایت نرم طبیعت سے فرمایا کہ لوگوں کے فیصلے گھر ہی کر دیا کرو۔جتنا ہو سکے گھر ہی مٹایا کرو صورت وسیرت مسلمانوں کی پیدا کرو۔انگریزوں کے افسر جو گھر آ جائیں ان کی خدمت کر کے اُن کو ٹال دو اور خُود اُن کے پیچھے نہ دَوڑا کرو۔اب تمہاری پیشی صاحب کے پاس کس وقت ہے؟ وہ چونکہ آپ کی طبیعت سے ناواقف تھا اِس سے اُسے کچھ معلوم نہ ہوا بلکہ حیران اُس نے سمجھا کہ شاید پھر کچھ تادیب ہو۔پھر فرمایا کہ دوپہر کا کھانا یہاں ہی کھانا۔

زَاں بعد اُس کا ہاتھ پکڑا اُوپر کی منزل میں اُسے لے گئے۔رَمز شناسوں نے کہا کہ مار پیٹ

تو بہت کھائی لیکن حسین جس کام کیلئے آیا تھاوہ ہو گیا''۔[1]
اس حوالے کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ پیر صاحب نے یہ اَلفاظ جھڑکنے کیلئے کہے، مگر موصوف اس زَجر وتوبیخ کو عقیدہ قرار دے رہے ہیں، اور پھر اپنی اِسی عیاری و مکاری کی بنیاد پر اِختلافات کی جنگ جیتنا چاہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ وہ لوگ جن کو علاقہ مکین ہونے کے باوجود اُردو محاورے اور فقرات سمجھ میں نہیں آتے اور جن کی موٹی عقل میں زَجر وتوبیخ اور جھڑکنے کا مفہوم سمجھنے میں نہیں آتا، دیوبند کے جاہلوں نے اُنہیں اپنا مناظر بنا کر سامنے کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔
افسوس افسوس بلکہ صد افسوس!!!
کبھی بچہ حرکت کرتا ہے اور اُسے چوٹ لگ جاتی ہے، ماں باپ جھڑکنے کے اَنداز میں اُسے کہتے ہیں ''اور کرو حرکت'' اب یہاں صیغہ اَمر کا ہے اور اَنداز جھڑکنے کا ہے جو کہ حرکت کرنے کی دعوت نہیں دے رہا بلکہ حرکت سے روک رہا ہے۔ مگر موصوف جیسا جاہل اور کُند ذہن تو یہاں بھی کہے گا کہ ماں باپ کی جانب سے حرکت کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے، بلکہ حکم دیا جا رہا ہے۔
یہ تو ایک اُردو گفتگو کی دُنیاوی مثال تھی مگر موصوف تو قرآنِ حکیم پر بھی اعتراض کریں گے (نعوذ باللہ) کہ قرآنِ حکیم میں کُفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے (نعوذ باللہ) اِرشادِ ربانی ہے:
﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴾[2]

---

[1] دستور تصوف المعروف بہ انقلاب الحقیقت، ص30-32، ادارۂ تصوف، احمد پارک، موہنی روڈ، لاہور

[2][الکہف:29]

''اور تم فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کیلئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دِیواریں انہیں گھیر لیں گی اَور اگر وہ پانی کیلئے فریاد کریں گے تو اُن کی فَریاد اس پانی سے پُوری کی جائیگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو اُن کے منہ کو بھُون دے گا، کیا ہی بُرا پینا اَور دوزخ کیا بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے''۔

موصوف اپنی موٹی عقل اور بے ہودہ فہم کے مطابق اس آیت کے متعلق بھی کہیں گے کہ نعوذ باللہ اس آیت میں کُفر کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ صیغہ اُمر کا ہے۔ اور ہو بھی سکتا ہے موصوف تھانوی جی کی وکالت میں اَیسا کہہ بھی دیں ان کی حرکات سے یہ بعید بھی نہیں اس لئے یہاں پر ہم مفسرین کے اَقوال نقل کر دیتے ہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں:

حوالہ نمبر (1)

محیی السنہ علّامہ بغوی [م 510ھ] علیہ الرحمہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"هَذَا عَلَى طَرِيقِ التَّهْدِيدِ وَالْوَعِيدِ" [1]

''یعنی یہ تہدید اور وعید کے طَور پر ہے، یعنی اگر تم ایسا کرو گے اور کُفر اختیار کرو گے تو جہنم کا عذاب تمہیں گھیر لے گا''۔

حوالہ نمبر (2)

علّامہ فخر الدین رازی [م 606ھ] رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" الْفَائِدَةُ الثَّانِيَةُ: أَنَّ صِيغَةَ الْأَمْرِ لَا لِمَعْنَى الطَّلَبِ فِي كِتَابِ اللَّهِ كَثِيرَةٌ ثُمَّ نُقِلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ هَذِهِ

---

[1] معالم التنزيل في تفسير القرآن، ج3 ص189، دار إحياء التراث العربي - بيروت

وانظر: لباب التأويل في معاني التنزيل، ج3 ص163، واللباب في علوم الكتاب، ج 12 ص 474، كلاهما دار الكتب العلمية بيروت.

الصِّيغَةُ تَهْدِيدٌ وَوَعِيدٌ وَلَيْسَتْ بِتَخْيِيرٍ".[1]

"یعنی کتاب اللہ میں بے شُمار مواقع پر صیغہ اَمر طلب کے معنی میں نہیں ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ صیغہ تہدید و وعید کیلئے ہے تخییر کیلئے نہیں ہے"۔

حوالہ نمبر (3)

علّامہ ابُوعبداللہ قرطبی [م 671ھ] رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَلَيْسَ هَذَا بِتَرْخِيصٍ وَتَخْيِيرٍ بَيْنَ الْإِيمَانِ وَالْكُفْرِ، وَإِنَّمَا هُوَ وَعِيدٌ وَتَهْدِيدٌ. أَيْ إِنْ كَفَرْتُمْ فَقَدْ أَعَدَّ لَكُمُ النار".[2]

"یعنی کُفر و ایمان کے درمیان یہ رُخصت و اِختیار نہیں بلکہ وعید اور تہدید ہے یعنی اگر تم نے کُفر کیا تو پس تمہارے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے"۔

حوالہ نمبر (4)

حافظ ابنِ کثیر [م 774ھ] فرماتے ہیں:

"هَذَا مِنْ بَابِ التَّهْدِيدِ وَالْوَعِيدِ الشَّدِيدِ"[3]

"یعنی یہ تہدید اور وعیدِ شدید کے باب سے ہے"۔

ان حوالوں کی روشنی میں ثابت ہوا کہ صیغہ اَمر وعید اور تہدید کیلئے بھی آتا ہے۔

"انقلابُ الحقیقت" میں بھی اُس نوجوان شخص کو جھڑکنا مقصود ہے اُس کو دعوت

---

[1] تفسیر کبیر، ج21 ص459 دار إحیاء التراث العربی بیروت۔ وانظر: واللباب في علوم الکتاب، ج12 ص474، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

[2] الجامع لأحکام القرآن، ج10 ص393، دار الکتب المصریة-القاهرة۔ وانظر: التفسیر المنیر في العقیدة والشریعة والمنهج، ج15 ص245، دار الفکر المعاصر دمشق

[3] تفسیر القرآن العظیم، ج5 ص154، دار طیبة للنشر والتوزیع

دینا مقصود نہیں۔ پُورا واقعہ پڑھنے سے یہ صُورتِ حال بخوبی سامنے آجاتی ہے کہ کوئی اَحمق اور غبی شخص ہی زَجر وتوبیخ کا اِنکار کرسکتا ہے، لہٰذا موصوف کا اس حوالے کو پیش کرنا اس کی غباوت کو ثابت کررہا ہے۔ اور پھر اَیسا بھی نہیں کہ موصوف نے یہ حوالہ نقل کرکے کوئی نیا تیر مارا ہو بلکہ موصوف سے پہلے عوام الناس کو گمراہ کرنے کیلئے قادِیانیوں نے اپنی ویب سائٹ پر اس حوالے کو لگایا ہے اَور ان سے سرقہ کرکے بلکہ اُن کی تقلید میں دیوبندی وہابیوں نے بھی نقل کرنا شروع کردیا ہے مگر یہ نہ سوچا کہ اگر اس طرح اعتراض کئے تو پھر نعوذ باللہ ایسے بے ہودہ اِعتراضات سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''رضا خانیوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت تھانوی۔۔۔ کے مرید نے ان پر درود پڑھا مگر یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں میں نیچے بریلوی ملاؤں کی جس میں وہ تھوک ریٹ کے حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود بھی نہیں بلکہ درود ابراہیمی۔۔ اور کم بختی تو ملاحظہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کررہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔ امید ہے کہ بریلوی انصاف کرتے ہوئے اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر بھی اسی طرح گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کفر کا فتوی لگائیں گے جس طرح حکیم الامت۔۔۔ پر لگایا ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولی السید الشاہ ابی الفضل شمس الملۃ والدین ال احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالی عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۱۲ از اختر رضا خان قادری)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولی الھمام امام اھل السنۃ مجدد الشریعۃ العاطرۃ موید الملۃ الطاھرۃ حضرت الشیخ احمد رضا خان

رضی اللہ تعالی عنہ بالرضا السرمدی
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعا وعلی الشیخ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ
اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعا وعلی الشیخ زبدۃ الاتقیاء المفتی الاعظم بالھند مولانا محمد مصطفی رضا خان القادری رضی اللہ تعالی عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۳)[1]

الجواب: موصوف نے جس طرح اعتراض کیا ہے اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ موصوف دُرود ابراہیمی میں "اللھم صل علی محمد" کے بعد "وعلی آل محمد" اور وعلی آل ابراھیم بھی نہیں پڑھتے ہوں گے۔ اور اس پر اس طرح اعتراض کرتے ہوں گے کہ یہ اَکابرین پر پڑھا جانے والا دُرود ہے، جو یہ درود ابراہیمی میں پڑھا جارہا ہے۔ دیوبندی موصوف اتنے اَحمق ہیں کہ انہوں نے مشہور فقہی کتاب "دُرِّ مختار" کا بھی مطالعہ نہیں کیا ہے اس میں بھی صاف مَرقوم ہے کہ:

حوالہ نمبر(1)

"وَلَا يُصَلِّي عَلَى غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا غَيْرِ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا بِطَرِيقِ التَّبَعِ".[2]

"یعنی غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر دُرود نہیں بھیجا جاسکتا مگر تبعاً"۔

یعنی غیر انبیاء وغیر ملائکہ پر تبعاً دُرود بھیجا جاسکتا ہے۔ موصوف نے جو حوالے نقل کئے ہیں ان میں بھی تبعاً دُرود بھیجا گیا ہے نا کہ استقلالاً

حوالہ نمبر(2)

موصوف کے زکریا دیوبندی علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

---

[1] دفاع، ج1 ص860، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] الدر المختار معہ حاشیۃ ابن عابدین، ج6 ص753، دار الفکر-بیروت

"لان فی الصلاۃ معنی التعظیم ما لیس فی غیرھاولایلیق ذلك لم یتصور منه الخطایا والذنوب الا تبعا بان یقول اللھم صل علی محمد وآله وصحبه وسلم لان فیه تعظیم النبی صلی اللہ علیه وآله سلم ۔"[1]

''اِس لئے کہ صلاۃ میں ایسی تعظیم کا معنٰی پایا جاتا ہے جو دُوسرے میں نہیں، اور یہ دُرود اُس کے لائق نہیں جس سے خطائیں اور گناہ متصور ہوں ۔ ہاں البتہ تبعاً پڑھا جا سکتا ہے جیسے کوئی کہے ''اللھم صل علی محمد و اله و صحبه و سلم'' کیونکہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی ہی تعظیم ہے''۔

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ شجرہ طیبہ سے موصوف نے جو حوالے نقل کئے ہیں اُن میں سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ پر دُرود ہے، پھر آپ ﷺ کی تبعیت میں ان بزرگوں کو شامل کیا گیا ہے، بلکہ فقہاء کے مطابق بالتبع دُرود بھیجنے میں حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم ہی ثابت ہوتی ہے۔ چونکہ دیوبندی حضورِ اکرم ﷺ کی تعظیم کے منکر ہیں اِس لئے موصوف سے تعظیمِ حضورِ اکرم ﷺ برداشت نہیں ہوئی۔

یہی زکریا دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"وقالت طائفة تجوز مطلقا تبعا ولا یجوز استقلا لاوھذا قول ابی حنیفة وجماعة"۔[2]

''ایک گروہ نے کہا ہے کہ غیرانبیاء پر تبعاً دُرود بھیجا جا سکتا ہے استقلالاً بھیجنا دُرست نہیں اور یہی قول حضرت امام ابُوحنیفہ اور ایک جماعت کا ہے، [رحمہم اللہ علیہم]''۔

اب موصوف کو چاہیے کہ اہل سنّت و جماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے وہ اپنے تبلیغی گرو زکریا دیوبندی پر اعتراض کریں جنہوں نے تبعاً دُرود کا جواز اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

---

[1] (اوجز المسالک ص:295)

[2] اوجز المسالک:295

موصوف اتنے جاہل ہیں کہ انہیں اس بارے میں حضرت امام ابُوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کا بھی پتہ نہیں، کہ حضرت امام ابُوحنیفہ کے نزدیک تبعاً دُرود بھیجنا جائز ہے۔

موصوف نے جو حوالہ نقل کیا ہے اس میں تبعاً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ذِکر ہے۔لہٰذا موصوف کو یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی کتابیں پڑھ لینی چاہیے تھیں جس میں موصوف کے اَکابرین نے بالتبع دُرود کا جواز لکھا ہے،لہٰذا موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط اور باطل قرار پایا اور اس اعتراض کا تھانوی پر دُرود والے حوالے سے کوئی جوڑ بھی نہیں،اس لئے کہ تھانوی پر پڑھا گیا دُرود تبعاً نہیں استقلالاً ہے اور اس میں تھانوی کیلئے :''اللھم صل علی سیدناو نبیناو مولانااشرف علی۔الامداد ص:35 ماہ صفر 1336

بیان کیا گیا ہے،یعنی تھانوی نبی قرار دیا گیا ہے۔مگر''رسالہ الامداد''میں تھانوی پر استقلالاً درود بھی موجود ہے اور اسے نبی بھی کہا گیا ہے۔

مگر افسوس کہ موصوف تھانوی پر استقلالاً درود اور نبوت کے دعوے والے حوالہ کا تو دفاع کر رہے ہیں اور جس حوالے میں یہ دونوں باتیں نہیں اس پر اعتراض کر رہے ہیں۔

''اجودالحواشی شرح اُصول الشاشی''میں ہے کہ:

''صاحبِ اُصول الشاشی زبردست قسم کے حنفی ہیں اور حضرت امام ابُوحنیفہؒ کے ساتھ فرطِ عقیدت اور غایت محبت کی وجہ سے بے ساختہ نوکِ قلم سے والسلام علیٰ ابی حنیفۃ رقم ہو گیا اور بابِ عقیدت ومحبت میں یہ چیزیں جائز ہوا کرتی ہیں جس پر مؤاخذہ نہیں ہوسکتا''۔ [1]

---

[1] اجودالحواشی اُردو شرح اُصول الشاشی،ازمولوی اصغر علی صاحب،استاذ الحدیث: جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد،فیصل آباد،ص 31،طبع اوّل جون ۲۰۰۸ء

حُضور علیہ الصّلوٰة والسّلام پر دُرُود پڑھنے کو کَم بَختِی قرار دینا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اور کم بختی تو ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کر رہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔[1]

الجواب: (الف) موصوف کے اُصول کے مطابق نعوذ باللہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم والا درود پاک بھی (نعوذ باللہ) بڑی کم بختی ہوگا کیونکہ اس دُرود پاک میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی موجود نہیں بلکہ ضمیر غائب ہے لہٰذا موصوف (نعوذ باللہ) اس دُرود پڑھنے کو بھی کم بختی قرار دیتے ہوں گے۔

(ب) موصوف نے شجرہ طیبہ کو پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔اس میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا اسمِ گرامی ذِکر کر کے مندرجہ ذیل دُرود پاک لکھا گیا ہے۔

اللھم صل وسلم وبارک علی سیّدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و آله الکرام اجمعین

اس کے بعد پھر جو دُرود ذِکر کئے گئے ہیں اُن میں غائب کی ضمیریں ہیں لہٰذا موصوف کا یہ اِعتراض ہی باطل ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا اسمِ گرامی ہی ذِکر نہیں کیا گیا (موصوف کے اعتراض کا یہی مقصد ہے)۔

(ج) مزے کی بات یہ ہے کہ موصوف نے حوالے میں موجود دُرود کو دُرودِ ابراہیمی لکھا ہے مُلاحظہ کریں، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

''اپنے گھر کی خبر لیں، میں نیچے بریلوی مُلّاؤں کی جس میں وہ تھوک ریٹ کے

---

[1] دفاع، ج1 ص860، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود نہیں بلکہ درودِ ابراہیمی"۔ [1]

یہ دُرودِ ابراہیمی نہیں موصوف کو ابھی تک دُرودِ ابراہیمی کا بھی پتہ نہیں چل سکا اور منہ اُٹھا کر چلے ہیں اہل سنّت و جماعت پر اعتراض کرنے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"آخر میں عرض ہے کہ اس اعتراض کے انتہائی محققانہ اور مدلل جوابات اکابر دیوبند خصوصا خود حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب۔۔نے دئے [دیئے] ہیں جیسے یہاں نقل کیا جارہا ہے جسے پڑھ کر اہل علم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے اَکابرینِ دیوبند کے جوابات نقل کئے ہیں اُن میں سے سب سے پہلا جواب خلیل انبیٹھوی کا ہے جسے ہم نے سابقہ صفحات میں بھی نقل کیا ہے۔

اس جواب میں خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے دیوبندی تاویلات کا رَدکر دیا ہے۔

دیوبندی موصوف نے سابق میں پُورا زور اِس بات پر دیا تھا کہ اس شخص کی زُبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اِختیاری طور پر نکلے تھے۔ [3]

مگر خلیل احمد انبیٹھوی جس کا شُمار موصوف کے اَکابرین میں ہوتا ہے اس نے دیوبندی موصوف کے اِس عذرِ باطل کو رَدکر دیا، چنانچہ انبیٹھوی جی کا لکھا ہوا جو موصوف نے نقل کیا ہے وہی مُلاحظہ فرمائیں:

"یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر اُن اعذارِ شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعویٰ کہ مَیں بے اختیار و مجبور ہوں اور

---

[1] دفاع، ج1 ص860، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص861، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] ملاحظہ فرمائیں: دفاع، ج1 ص854-855، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

زُبان قابُو میں نہیں ہے اُس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ ان اَسبابِ عامہ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں، مثلاً جنون، سکر، اِکراہ، عتہ اور حالت موجودہ میں جو حالت اِس شخص کو پیش آئی ہے اُس کیلئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اَسبابِ عامہ سالب اِختیار سے ہو، کیوں کہ اسکی بے اختیاری کا سبب کوئی اسکے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالبِ اِختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید، اور غلبہ محبت سوالبِ اختیار میں سے نہیں ہے، غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہوسکتا ہے جس کو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور وممنوع فرمایا ہے۔

لا تطرونی کما اطرت الیھود و لنصاری ولکن قولوا عبداللہ ورسولہ

اور اگر غلبہ محبت اور اس کا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نہی عن الاطراء خُود دَال ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطراء سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی فرمارہے ہیں، لہٰذا شرعاً اِس کا یہ دعویٰ معتبر نہ ہوگا، علاوہ اَزیں یہ شخص اگر اس کی زُبان بوقت تکلم قابُو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اِختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ مَیں بے اِختیار ہوں، مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کرسکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا، لہٰذا ایسی حالت میں اس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شامیؒ نے حاشیہ ردالمحتار [ردالمحتار] باب المرتد میں لکھا ہے:

وقولہ (لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محل حسن) ظاھرہ انہ لا یفتی من حیث استحقاہ اللتباعد عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل وھذٰ لا ینافی معاملتہ بظاھر کلامہ فیما ھو احق العبد وھو طلاق الزوجۃ بدلیل ما صرحوا بہ من انہ اذا ارادان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بلاقصد لایصدقہ القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالی فتامل ذلک۔

اور علامہ شامیؒ دُوسری جگہ بابُ المرتد ہی میں لکھتے ہیں:

وفی البحر عن الجامع الصدخیز اذاالطلق الدجل کلمۃ الکفر عمدا لکنہ لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یکفر لان الکفر تیعلق بالضمیر علی الکفر و قال بعضھم یکفر و ھو الصحیح عندی لانہ استخف بدینہ اہ

علیٰ ہذا باعتبار بعض اَحکام ظاہر اس قائل کو دعویٰ بُطلانِ قصد و اِختیار میں طاسرا صادِق نہیں سمجھا جائے گا اور بطلانِ شعور اِدراک کا وہ خُود ہی نہیں ہے بلکہ بطلان اِختیار کا اور زُبان قابُو میں نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلانِ شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے''۔[1]

موصوف نے اپنے اَکابر کی تحقیقات نقل کیں وہ تو موصوف کے خلاف ہیں۔

خلیل اَنبیٹھوی، مُریدِ تھانوی کی حرکت کو سوالب اِختیار میں سے نہیں سمجھ رہا، لہٰذا موصوف نے جو اس کے کلمات کو غیر اِختیاری قرار دیا تھا موصوف کا وہ دعویٰ غلط اور باطل ثابت ہوا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے حوالوں کو اِنتہائی محققانہ اور مدلل قرار دیا ہے، اور دعویٰ کیا ہے کہ اہل علم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے[2]

اب دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنے اس دعویٰ کو خُود مانتے ہیں یا نہیں؟

اگر مانتے ہیں تو موصوف کو غیر اِختیاری والا دعویٰ جھوٹا ماننا پڑے گا، اور خلیل اَنبیٹھوی کی تحقیق کو نہیں مانتے تو پھر موصوف کو خُود اپنا دُوسرا دعویٰ جھوٹا ماننا پڑیگا۔

ایک شبہ کا اِزالہ: عام قاری کے ذہن میں شاید یہ سوال پیدا ہو کہ اَنبیٹھوی کا یہ حوالہ موصوف کے خلاف تھا تو موصوف نے اس کو نقل کیوں کیا؟

---

[1] دفاع، ج1 ص 867-868، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

نوٹ: قطع نظر نقل کی جانے والی عبارت میں پائی جانے والی کثیر اغلاط کے۔

[2] ملاحظہ فرمائیں: دفاع، ج1 ص 861، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اس کی وجہ یہ ہے کہ موصوف صرف سرقہ کرنا جانتے ہیں۔موصوف نے غلط فہمی میں جزءاوّل میں لکھے ہوئے سوال کو ہی جواب سمجھ لیا اِس لئے موصوف نے غلط فہمی کا شکار ہوتے ہوئے'' امدادالفتاویٰ'' کے تمام صفحات کمپوزر کو کاپی پیسٹ کرنے کیلئے دے دیئے،اوران کو پڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ موصوف کا نقل شُدہ حوالہ خُود ان کے ہی خلاف ہے۔

موصوف نے'' کشف الاسرارشرح اُصول بزدوی'' اور''فتاویٰ شامی'' کے حوالوں کا ذِکر کیا تھا،مُلاحظہ کریں:[1]

خلیل انبیٹھوی نے لکھا جس کے ناقل خُود موصوف ہی ہیں کہ:

''تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ جوعبارت سائل نے اُصول امام فخرالاسلام بزدوی سے نقل کی ہے اُس کو مبحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے،محل مسئول عنہ میں نہ سکر ہے،نہ اس کو قیاساً سکر میں داخل کیا جاسکتا ہے،نہ یہاں خطا ہے،اورخطا میں بھی پہلے مذکور ہوچکا کہ خاطی کا عذر بھی قاضی نہیں قبول کرسکتا،لہٰذا عبارت بزدوی میں حقیق[حقیقی] ردۃ کا حکم ذکر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی زُبان سے کلمہ کُفر نکلے مگر وہ دِل سے اس کا عتقاد [اعتقاد] نہ رکھتا ہوتو ایسے شخص پر ردّۃ حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائے گا،اورتمام اَحکام مُرتد کے اس پر جاری نہ کئے جاویں گے،کیونکہ جب تک مواطاۃ قلب باللسان نہ ہواور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہ ہواُس وقت تک اس کو دیانۃً وقضائ[قضاءً] مُرتد نہیں کہا جاسکتا،اور یہ اس کو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض اَحکام ظاہراً اس کو اِحتیاطاً تجدیدِ ایمان اورتجدیدِ نکاح اور اِستغفار وتوبہ کا حکم کیا جاوے اوراسی طرح سوال میں جوعبارت دُرّ مختار جلد خامس کتاب الاکراہ سے نقل کی گئی ہے ولا ردۃ بلسانہ و قلبہ مطمئن بالایمان فلاتبین زوجتہ،اِس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اُصولِ بزدویؒ کا جواب دیا گیا ہے۔

---

[1] دفاع،ج1ص863-865،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور

درمختار باب نکاح الکافر میں ہے:

مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔

اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:۔

قولہ وتجدید النکاح ای احتیاطاً وقولہ احتیاطاً ای یامرہ المفتی بالتجدید لیکون وطؤہ حلالا بالاتفاق وظاھرہ انہ لایحکم القاضی بالفرقہ بینھما وتقدم ان المراد بالاختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ ولو فی عیر المذداھب اہ

صورت موجودہ میں جو کلام کہ صاحبِ واقعہ نے زُبان سے نکالا ہے اُس کا کلمہ کُفر ہونا باعتبار ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی [مقتضی] ہے کہ اِس کو بالضرورۃ تجدیدِ ایمان ونکاح کا حکم کیا جائے، اور وجہ اِس کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا مختلف فیہ نہیں ہے، اور سلبِ اِختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مسلوبُ الاختیار مانا بھی جائے تو اس کا سبب حالت موجودہ میں بجز فرط زید اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سالب اِختیار قرار نہیں دیا جا سکتا شرعاً نوادر۔ حکم نہیں قرار دیے گئے ہیں"۔ [1]

اب دیکھتے ہیں موصوف اپنے اکابرین کی تحقیقات کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

جزو سوّم جوابِ دیوبند کا جائزہ

موصوف نے دفاع ص 861۔866 پر جزاوّل متعلق واقعہ لکھا ہے جو کہ سوالات پر مشتمل ہے، یعنی مُریدِ تھانوی کے مذکورہ واقعہ کے متعلق دیوبندی مفتیوں سے اِستفسار کیا گیا ہے

[1] دفاع، ج1 ص868-869، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اور اِستفسار میں بزعم خود دلائل بھی لکھنے کی کوشش کی گئی جس کو خلیل انبیٹھوی نے رَد کر دیا۔
اس کے بعد اس واقعہ کے متعلق دیوبند کے مفتی سے اِستفسار کیا گیا اس کو جز وسوم جوابِ دیوبند کے عنوان سے ذِکر کیا گیا ہے۔ یہاں ہم دیوبند کے مفتی کے جواب کا جائزہ لیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

''واقعہ مذکورہ میں یہ اَمر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمہ کفر نکلا، اور اگر وہ باختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اجراء احکامِ کفر اس پر یقینی تھا، لیکن خواب میں بحالتِ نوم جو اس نے اپنے کو متکلم اس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں ندامت اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، بلکہ اس حالت میں وہ مکلّف نہیں ہے اور مرفوع القلم ہے، باقی بعد بیداری ے [کے] جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا، اور اس میں بھی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے زید کا نام نکلا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر وبینونۃ وجہ کا نہ کیا جاویگا، کیونکہ ارتداد کے لئے باختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے، درمختار میں ہے:۔ [1]

وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد الخ قولہ من ھزل بلفظ کفر ای تکلم بہ باختیارہ الخ شامی و شرائط صحتھا العقل والصحو و الطوع درمختار قولہ والطوع ای الاختیار، شامی،

اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطاءً [خطاءً] کلمہ کُفر نکل جائے تو اس کو مُرتد و کافر نہیں کہا گیا، **قال فی الشامی ومن تکلم بھا مخطئا او مکرھًا لا یکفر عند الکل**

[1] ردالمحتار علی الدر المختار ج4ص222۔ دار الفکر-بیروت

الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کُفر کا نہیں کیا جا تا، اور تاویلِ ضعیف کے اِمکان کی صورت میں بھی حکم کُفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء یہ لکھتے ہیں: ومن تکلم ھامخطئا او مکرھًا لا یکفر عند الکل، وہاں حکم کُفر و بینونۃ زوجہ کیسے ہو سکتا ہے۔[1]

الجواب: مُرید تھانوی سے کلمہ کُفر اُس کے اِختیار سے بِلا جبر و اِکراہ کے سرزَد ہوا ہے، ایسی صورت میں خُود دیوبندیوں کو بھی اِعتراف ہے کہ اگر وہ باختیار خُود بِلا کسی جبر و اِکراہ کے ایسا کلمہ کہتا ہے تو اُس کے کافر ہونے میں کچھ تردّد نہ تھا (دفاع،۱/۸۷۰)

یہاں بھی مُریدِ تھانوی سے اُس کے اختیار سے کلمہ کُفر سرزَد ہوا ہے اِس لئے اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہیں، ہم حالتِ نیند پر نہیں، حالتِ بیداری پر بحث کر رہے ہیں، حالتِ بیداری میں اُس کے اختیار سے ایسا واقعہ ہوا ہے، باقی اس کا دعویٰ کہ مَیں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں شرعی طور پر قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ فقہاء نے سلبِ اِختیار کی وجوہات فقہی کتب میں بیان کی ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی مریدِ تھانوی میں نہیں پائی جا رہی، مُلاحظہ فرمائیں، بحر الرائق میں ہے کہ:

"وَفِي الْبَدَائِعِ : رُكْنُ الرِّدَّةِ إجْرَاءُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى اللِّسَانِ وَالْعِيَاذُ بِاَللَّهِ بَعْدَ وُجُودِ الْإِيمَانِ وَشَرَائِطُ صِحَّتِهَا الْعَقْلُ فَلَا تَصِحُّ رِدَّةُ الْمَجْنُونِ وَلَا الصَّبِيِّ الَّذِي لَا يَعْقِلُ، وَأَمَّا مَنْ جُنُونُهُ مُتَقَطِّعٌ فَإِنْ ارْتَدَّ حَالَ الْجُنُونِ لَمْ يَصِحَّ وَإِنْ ارْتَدَّ حَالَ إفَاقَتِهِ صَحَّتْ ، وَكَذَا لَا تَصِحُّ رِدَّةُ السَّكْرَانِ الذَّاهِبِ الْعَقْلِ . وَالْبُلُوغُ لَيْسَ بِشَرْطٍ لِصِحَّتِهَا مِنْ الصَّبِيِّ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ وَكَذَا الذُّكُورَةُ لَيْسَتْ شَرْطًا وَمِنْهَا الطَّوْعُ فَلَا

[1] (دفاع ج1 ص:870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور)

تَصِحُّ رِدَّةُ الْمُكْرَهِ عَلَيْهَا اهـ."[1]

''یعنی ''بدائع'' میں ہے کہ ردّۃ کا رُکن ہے جاری کرنا کلمہ کُفر کا زُبان پر (والعیاذ باللہ) وجودِ ایمان کے بعد، اور ردّۃ کے صحیح ہونے کی شرائط عقل کا صحیح ہونا ہے۔ پس مجنون کا مُرتد ہونا دُرست نہیں، اور نہ اُس بچے کا جس کو عقل نہ ہو۔ اور جس کا جنون منقطع ہو، پھر اگر وہ حالتِ جنون میں مُرتد ہوا تو اُس کی ردّۃ معتبر نہ ہوگی۔ اگر افاقہ کی حالت میں مُرتد ہوا تو معتبر ہوگی اِسی طرح نشہ والے کی جس کی عقل چلی گئی ہو۔ اور بلوغ شرط نہیں کیونکہ طرفین کے نزدیک بچے کی ردّۃ بھی ان کے نزدیک معتبر ہے، امام ابُو یوسف علیہ الرحمہ کے بَرخلاف اور اسی طرح ذُکورۃ بھی شرط نہیں، ردّۃ کے لئے طوع کا ہونا ضروری ہے۔ پس جس پر اِکراہ کیا گیا ہو اس کی ردّۃ کا اِعتبار نہیں''۔

مُریدِ تھانوی میں ردّۃ کے تمام ارکان وشرائط پائے جاتے ہیں

(1) کلمہ کُفر کا زُبان پر جاری کرنا۔

(2) وہ مجنون نہ تھا

(3) وہ بچہ بھی نہ تھا

(4) وہ سکران بھی نہ تھا

(5) اس پر کسی کا اِکراہ بھی نہ تھا اور حالتِ طوع میں تھا۔

ردّۃ کے تمام اَرکان وشرائط اس کے اندر موجود ہیں۔ ان میں سے کسی بھی رُکن وشرط کا عدم نہیں پایا جاتا، لہٰذا اس پر حکم کُفر کا کوئی مانع موجود نہیں۔

باقی مفتی دیوبند کا یہ کہنا کہ:

''بِلا اختیار وقصد اس کی زُبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر و

---

[1] البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج5ص129، دار الكتاب الإسلامي

بینونۃ وجہ[زوجہ] کا نہ کیا جاویگا"۔[1] دُرست نہیں ہے اِس لئے کہ اُس نے حالت بیداری میں جوکلمہ کہاوہ اُس کے اِختیار سے ہے، چنانچہ علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:"یَلْزَمُ مِنَ الِاسْتِیقَاظِ الِاخْتِیَار"۔[2]

"بیداری سے اِختیار لازم ہے"۔

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ دیوبندی مفتی نے جومُریدِ تھانوی کو بِلا اِختیار قرار دیا ہے، وہ دُرست نہیں ہے اس لئے کہ مُریدِ تھانوی اُس وقت بیدار تھا اور بیدار کو اِختیار لازم ہے، جیسا کہ علّامہ شامی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے، لہٰذا مُریدِ تھانوی کا کہا گیا کلمہ اُس کے اپنے اِختیار سے صادر ہوا۔ پھر دیوبندی مفتی نے اسے بِلا قصد بھی قرار دیا ہے، دیوبندی مفتی کا یہ لکھنا بھی دُرست نہیں اس لئے کہ سوالب اِختیار میں سے کوئی چیز موجود نہیں اور کوئی بھی ایسی چیز موجود نہیں جو مانع اِختیار ہو، لہٰذا اس کا بااِختیار ہونا ثابت ہے۔

پس جس طرح سابقہ حوالہ سے مُریدِ تھانوی کا اِختیار ثابت ہوتا ہے تو اس حوالے سے اس کا قصد بھی ثابت ہوا۔ لہٰذا دیوبندی مفتی کا یہ کہنا کہ مُریدِ تھانوی سے کلمہ کُفر بلا اختیار وقصد صادر ہوا دُرست نہیں اِس لئے کہ مُریدِ تھانوی خُود اس بات کا مدعی ہے کہ وہ بیدار تھا اور اس نے بیداری کی حالت میں تھانوی کو نبینا کہہ کر اُس پر دُرود پڑھا، لہٰذا اس کے کُفر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

پھر دیوبندی مفتی نے بحوالہ درمختار لکھا ہے کہ:

"وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد الخ قولہ من ھزل بلفظ کفر ای تکلم بہ باختیارہ الخ شامی و شرائط صحتھا العقل والصحوو الطوع درمختار قولہ والطوع ای الاختیار، شامی، اور بلا اختیار وقصد اگر کسی کی زبان سے خطائً کلمہ کفر نکل

---

[1] دفاع ج1 ص:870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج1 ص455، دار الفکر-بیروت

جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، [1]

الجواب: دیوبندی مفتی نے جو عبارت نقل کی ہے وہ نا تمام نقل کی ہے، اور جہاں پر اُس کے مدعیٰ پر رَدّ پڑ رہی تھی وہاں پر اُس نے ''الخ'' لکھ دیا۔

یہاں ہم درّ مختار کی پُوری عبارت نقل کرتے ہیں، مُلاحظہ فرمائیں:

"وَفِي الْفَتْحِ مَنْ هَزَلَ بِلَفْظِ كُفْرٍ ارْتَدَّ وَإِنْ لَمْ يَعْتَقِدْهُ لِلِاسْتِخْفَافِ فَهُوَ كَكُفْرِ الْعِنَادِ". [2]

''فتح القدیر'' میں ہے کہ جس نے اَزراہِ کھیل کو دکفریہ الفاظ نکالے اگرچہ وہ اِس کا اِعتقاد نہ تھا تو بھی کافر ہو جائے گا، اِستخفاف کی وجہ سے اور یہ کُفر عنادی کی طرح ہے''۔

اب اگر یہاں مُریدِ تھانوی اَزراہِ ہزل کُفریہ کلمہ کہتا رہا تو بھی کافر ہی قرار پائے گا گو اُس کا اِعتقاد نہ ہو۔

دیوبندی مفتی نے ''دُرمختار'' سے ''وَإِنْ لَمْ يَعْتَقِدْهُ'' کے الفاظ نقل نہیں کئے۔ کیونکہ اس صورت میں دیوبندی مفتی مُرید تھانوی کو جو فائدہ عدمِ اعتقاد کا دینا چاہتا تھا وہ باطل ہو جاتا ہے۔ پھر اس عبارت کی تشریح دیوبندی مفتی نے ''فتاویٰ شامی'' سے نقل کی، لیکن اُس کی بھی مکمل عبارت نقل نہیں کی، یہاں ہم وہ عبارت بھی نقل کر دیتے ہیں:

"(قَوْلُهُ مَنْ هَزَلَ بِلَفْظِ كُفْرٍ) أَيْ تَكَلَّمَ بِهِ بِاخْتِيَارِهِ غَيْرَ قَاصِدٍ مَعْنَاهُ". [3]

''یعنی کلمہ کُفر کا اُس نے اپنے اِختیار سے تکلم کیا اور اُس کا اس کے معنیٰ کا قصد نہ تھا تو بھی کافر ہو جائے گا''۔

---

[1] دفاع ج1 ص:870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] در المختار معه رد المحتار، ج4ص222، دار الفكر-بيروت

[3] ردالمحتار على الدر المختار، ج4ص222، دار الفكر-بيروت

یہ عبارت بھی مُریدِ تھانوی کے خلاف ہے اِس لئے کہ اُس نے یہ کلمات اپنے اِختیار سے کہے، جیسا کہ ہم نے سابقہ حوالہ جات سے ثابت کیا۔

دُوسرا دیوبندیوں کا یہ دعویٰ کہ اُس کا قصد نہ تھا یہ بھی اُس کو کوئی فائدہ نہیں دے گا کہ جب اپنے اِختیار سے وہ کُفریہ کلمات نکالتا ہے اگر چہ اس معنی کا قصد نہ ہو تو بھی کُفر ہی ہوگا۔ اِس لئے دیوبندی مفتی کا یہ فتویٰ مُریدِ تھانوی کے لئے مفید نہیں۔

دیوبندی مفتی نے مزید لکھا ہے کہ:

''اور بلا اختیار وقصداً اگر کسی کی زبان سے خطائً کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، قال فی الشامی و من تکلم بہا مخطئا او مکرھًا لا یکفر عند الکل الخ'' [۱]

الجواب: جیسا کہ ہم باحوالہ بحث کر چکے ہیں کہ مُریدِ تھانوی سے حالتِ بیداری میں کلمہ کُفر نکلا، لہٰذا یہ لکھنا کہ بِلا اختیار وقصد مُریدِ تھانوی سے کلمہ کُفر نکلا دُرست نہیں۔

پھر دیوبندی مفتی نے علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی ہے اُس میں سب سے پہلے لفظ ''مخطئا'' لکھا ہوا ہے، یعنی اگر کسی سے خطاءً کلمہ کُفر نکلے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

تو اس کا جواب بھی ملّاں خلیل انبیٹھوی کے فتوے میں موجود ہے کہ:

''نہ یہاں خطاء ہے، اور خطاء میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ خاطی کا عذر بھی قاضی قبول نہیں کر سکتا''۔ [۲]

لہٰذا موصوف اور دیگر دیوبندیوں کا اسے خطاء لکھنا دُرست نہیں، اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو بھی ملّاں انبیٹھوی کے نزدیک قاضی اس عذر کو قبول نہیں کر سکتا۔

پھر علّامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت میں ''مکرھا'' کے اَلفاظ ہیں یعنی حالتِ اِکراہ میں اس سے کلمہ کُفر نکلا ہو۔ لیکن یہاں اکراہ بھی نہیں پایا جاتا، اس لئے کہ اِکراہ کی

---

[۱] دفاع ج1 ص:870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع ج1 ص:868 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

تعریف یُوں منقول ہے کہ:

’’کسی شخص پر زبردستی کر کے کسی کام کے کروانے کو اِکراہ کہتے ہیں‘‘۔

ایک بچہ مارنے کی دھمکی دے تو اس سے اِکراہ نہیں ہوگا بلکہ ایسا آدمی دھمکی دے جو اس کو کرنے پر قادر ہو جیسا بادشاہ دھمکی دے ’’مار ڈالوں گا‘‘ یا چور دھمکی دے کہ ’’بیوی کو طلاق نہیں دے گا تو ہاتھ کاٹ ڈالوں گا‘‘ اس سے اِکراہ ثابت ہوگا۔[1]

مذکورہ تعریف سے ثابت ہوا کہ مریدِ تھانوی پر اِکراہ بھی نہیں تھا، کوئی آدمی اس سے زبردستی یہ کام بھی نہیں کروا رہا تھا، وہ خُود بحالتِ بیداری کُفریہ کلمات کہہ رہا تھا، لہٰذا ’’مکرھا‘‘ والی قید بھی اس میں نہیں پائی جاتی، اس لحاظ سے دیوبندی مفتی کا اِس عبارت کی بنیاد پر مُریدِ تھانوی کو بچانا دُرست نہیں ہے، اس عبارت میں دو قیدیں تھیں۔

نمبر (1) ’’مخطئا‘‘ یعنی خطاءً کلمہ کُفر نکل جائے۔ اس کو خُود دیوبندی ملّاں خلیل انبیٹھوی نے رَد کر دیا۔

نمبر (2) دُوسری قید ’’مکرھا‘‘ کی تھی، اور وہ اِکراہ یہاں ثابت نہیں ہو رہا۔ اور نہ قیامت تک کوئی مائی کا لال اِکراہ ثابت کر سکتا ہے۔ لہٰذا مُریدِ تھانوی کی وکالت بے سود قرار پائی۔

دیوبندی مفتی نے بحوالہ ’’شامی‘‘ رِدّۃ کے معتبر ہونے کی تین وجوہات لکھی ہیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: "شرائط صحتھا العقل والصحو والطوع" درمختار۔[2]

اور یہ تینوں باتیں مُریدِ تھانوی میں یہ کلمہ کُفریہ کہتے ہوئے پائی جا رہی ہیں۔ جس وقت مریدِ تھانوی نے یہ کُفریہ کلمہ کہا اُس کو جنون لاحق نہ تھا اور نہ ہی وہ اس کا مدعی ہے۔ بے ہوش بھی نہیں تھا حالتِ صحو میں تھا، اور اسی طرح اُس پر یہ کلمہ بولنے کے لئے کسی کا اِکراہ بھی نہ تھا،

---

[1] الشرح الشمیری، کتاب الاکراہ، ص 222،

[2] دفاع ج 1 ص: 870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لہٰذا تینوں شرائط اُس کے اندر موجود ہیں، اس لئے مُریدِ تھانوی پر کلمہ مذکُورہ کی وجہ سے حکم لگانے کا کوئی مانع موجود نہیں۔ مفتی دیوبند لکھتا ہے کہ:

''اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا، اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء یہ لکھتے ہیں: ومن تکلم ھا مخطئا او مکرھا لا یکفر عند الکل، وہاں حکم کفر و بینونۃ زوجہ کیسے ہوسکتا ہے''۔[1]

الجواب: محتمل کو صریح پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مُریدِ تھانوی کا قول صریح ہے، محتمل نہیں اور اس میں ضعیف سے ضعیف تاویل نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ محتمل اور لائقِ تاویل کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، محتمل میں تو اِحتمالات موجود ہوتے ہیں اس لئے کسی اِسلامی اِحتمال کو راجح کر کے حکمِ کُفر سے بچایا جائے۔ یہاں پر تو کوئی اِحتمال ہی موجود نہیں ہے۔

وہ شخص نہ ہی بے ہوش ہے نہ ہی ذاہب العقل و مجنون ہے اور نہ مکرہ ہے، ایسی صورت میں اُس پر حکم کُفر کیونکر نہ لگایا جائے، اور خطاء کا حکم بھی اس پر کیسے لگائیں اُس نے جو کلمہ پہلے بحالتِ نیند پڑھا تھا تو اسے اندازہ ہوا کہ یہ کلمہ غلط، اب وہ غلطی کی تلافی کے لئے دوبارہ بحالتِ بیداری تھانوی کو نبینا قرار دے کر دُرود پڑھتا ہے اس میں تو سبقتِ لسانی کا عذر بھی نہیں چل سکتا کہ لاشعوری طور پر منہ سے بے ساختہ ایک کلمہ کی جگہ دُوسرا کلمہ نکل گیا بلکہ اس شخص کو عقل ممیز موجود ہے، اور پُورے ہوش و حواس کے ساتھ تھانوی کو نبینا کہہ رہا ہے، پھر کس وجہ سے اس پر حکم کُفر عائد نہ کیا جائے۔

بہر کیف فقہاء نے ردۃ کے معتبر ہونے کی جو شرائط لکھی تھیں، اِس مریدِ تھانوی میں موجود ہیں اور یہاں پر خطاء ہے نہیں، خطاء کا خُود خلیل انبیٹھوی نے اِنکار کیا ہے جس کا حوالہ لگایا جا

---

[1] دفاع ج 1 ص: 870 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

چکا ہے، لہٰذا اس پر حکم کفر وبینونۃ زوجہ کا حکم لگانے سے کوئی اَمر مانع موجود نہیں۔
مفتی دیوبند کہتے ہیں کہ:

''اور جبکہ قائل دعویٰ خطاء کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالا ارادہ [بالارادہ] اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصداق ہوگا جیسا کہ خلاصۃ وغیرہا سے علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے''۔ [۱]

الجواب: دیوبندیوں کے مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''علیٰ ہذا باعتبار بعض احکام ظاہر اس قائل کو دعویٰ بطلانِ قصد واختیار میں طاسراً [ظاہراً] صادق نہیں سمجھا جائے گا اور بطلان شعور وادراک کا وہ خود ہی [مدعی] نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں نہ ہونے کا مدعی ہے، معلوم نہیں ہے کہ سائل نے بطلان شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے''۔ [۲]

دیکھیں اِس دعویٰ میں صاف تصریح ہے کہ دعویٰ بطلان وقصد واِختیار میں ظاہراً اسے صادِق نہیں سمجھا جائے گا۔ مگر مفتی دیوبند اپنے ملّاں خلیل انبیٹھوی صاحب سے بغاوت کرتے ہوئے صادِق سمجھ رہے ہیں۔

ملّاں خلیل انبیٹھوی صاحب اپنی تائید میں علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت بھی نقل کرر ہے ہیں، مُلاحظہ کریں:

''اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بلا قصد لا یصدقہ القاضی'' [۳]

''یعنی خطاء وبلا قصد یعنی کسی شخص نے کلمہ مباحہ بولنے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان پر کلمہ کفر

---

[۱] دفاع، ج1 ص870۔871، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص868، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص868، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جاری ہو گیا، قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا''۔
ملّاں خلیل انبیٹھوی نے اس شخص کے خلاف اس حوالے کو اپنا مستدل بنایا ہے کہ اگر خطاءً بھی اس سے کلمہ کُفر جاری ہوا تو بھی قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا، (باقی باطنی معاملہ تو رب تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ہے، ہم تو ظاہری اَحکام کے مکلّف ہیں)
لہٰذا مفتی دیوبند کا اس شخص کو دعویٰ خطاء میں صادِق ماننا دُرست نہیں بلکہ ان ہی کے دَھرم کے ملّاں نے اس کو باطل قرار کر دیا۔

اعتراض: مفتی دیوبند لکھتا ہے کہ:

''اذا کان فی مسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا اللظن بالمسلم، زاد فی البزازیه الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلاینفعه التاویل
پس جبکہ مفتی خود بلا بیان متکلم بکلمۃ الکفر اس کے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور تحسین ظن بالمسلمن [بالمسلم] کا مامور ہو تو جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطا کا مقر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا، جیسا کہ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر بھی اس کو مقتضی ہے، بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے، لہٰذا اس کو معذور رکھنے اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے''۔[1]

الجواب: مفتی دیوبند کی نقل کردہ اِس عبارت کا مسئلہ مذکُورہ کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں خواہ مخواہ دیوبندی مفتی نے اسے نقل کر کے تحریر کو طُول دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ مسئلہ قولِ مُحتمل سے تعلق رکھتا ہے یعنی کوئی شخص ایسا ہے جس کی زُبان سے ایسا کلمہ نکلا جس میں معنیٰ کُفر کے احتمالات بہت زیادہ ہیں، اور وجہ اِسلام کا صرف ایک احتمال ہے، تو مفتی اسلام قائل کے کلمہ کو اِسلام کی جانب راجح کرے گا، تحسینًا للظن بالمسلم

[1] دفاع، ج1 ص 871، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

کے طَور پر، مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ ہے اس لئے کہ مُرید تھانوی نے جو کلمہ کُفر بَکا اُس کا کوئی بھی ایک پہلو ایسا نہیں جو حکم کُفر سے مانع ہو، لہٰذا مفتی چاہے کتنا بھی زور لگا لے حکم کُفر سے روک نہیں سکتا۔ پھر دیوبندی مفتی کہہ رہے ہیں کہ:

''جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطا کا مقر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا''۔[۱]

اس کو اس بارے میں کیسے صادِق مانیں؟ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ علیہم نے تو صاف لکھا ہے کہ:

"لَا یُصَدِّقُهُ الْقَاضِی"۔[۲] یعنی قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔

اور قرائن بھی شخص مذکُور کے لئے صدور کلمۃ الکفر عن الخطاء کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔ اِس لئے کہ شخص مذکُور تو کہتا ہے کہ:

''لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں "اللھم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی"۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابُو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خُوب رویا اور بھی بہت سے (وجوہات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانوی ۔۔) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں''۔[۳]

اس حوالے کو بار بار پڑھیں ایک شخص کو بخوبی یہ آگاہی ہے کہ وہ زُبان سے کلمہ کُفر نکالتا رہا

---

[۱] دفاع، ج1 ص 871، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج4ص 229، دار الفکر-بیروت

[۳] دفاع، ج1 ص 846، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

ہے،اب وہ دُرست الفاظ نکالے گا، پھر بیداری میں کُفر کا اِرتکاب کر رہا ہے تو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اُس سے سبقتِ لسانی ہوئی۔ خطاء سے کلمہ کُفر جاری ہوا، لہٰذا اس پر حکم کُفر واِرتداد و بینونۃ زوجہ سے کوئی اَمر مانع موجود نہیں۔

اعتراض: دیوبندی مفتی لکھتا ہے کہ:

''باقی علامہ شامیؒ کا قول درمختار لا یفتی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقدیقال المراد الاول فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا اقرار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آخر میں کہافتامل ذلک وحررہ نقلافانی لم ار تصریحا بہ اور اس کے بعد جو نعم سیذکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعہ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے''۔[1]

الجواب: مفتی دیوبند کا یہ فتوی بھی کلام محتمل کے بارے میں ہے یعنی اس شخص سے ایسا کلام صادر ہوا جس کو محمل حسن پر محمول کیا جا سکتا ہے تو ایسی صورت میں اُس کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ مطلب اس کے قتل و بینونۃ زوجہ کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

یہاں بعض نے صرف اوّل کو مُراد لیا ہے یعنی اس کے قتل کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، باقی بینونۃ زوجہ کا فتویٰ دیا جائے گا، اس مسئلے کو مفتی دیوبند نے بیان کیا ہے، اس کو علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی قابل تامل لکھا ہے۔ لیکن اس مسئلے کا مُریدِ تھانوی کے واقعہ سے کون سا تعلق ہے، مُرید تھانوی کا کلام تو صریح ہے۔ اس کے کلام کو محمل حسن پر ہرگز محمول نہیں کیا جا سکتا، اور نہ وہ اس کا محمل ہے، لہٰذا مفتی دیوبند کا اس جزئی کو اس مقام پر پیش کرنا دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی مفتی لکھتا ہے کہ:

''اور اس موقعہ پر جہاں درمختار میں یہ تفصیل مذکور ہے ما یکون کفراً اتفاقاً

---

[1] دفاع، ج1 ص 871، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الخ خودعلامہ موصوف خودصاحب فصول عمادیہ سے ناقل ہیں:۔

قوله و تجديد النكاح اى احتياطاً كما في الفصول العمادية وزاد فيها قسماً ثالثاً فقال وما كان خطاء من الالفاظ ولا يوجب الكفر فقائله يقر على حاله ولا يومن بتجديد النكاح ولكن يومر بالاستغفار والرجوع عن ذلك،

اس روایت ''فصول عمادیہ'' میں تصریح ہے کہ خطاء جو الفاظ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاویگا، اور امر بتجدید نکاح نہ کیا جاویگا''۔ [1]

الجواب: دیوبندی مذہب کے ملّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے تولکھا ہے کہ:

''دُوسری جہت ظاہراً اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے''۔ [2]

مگر دیوبند کے مفتی جی اپنے ہی ملّاں سے بغاوت کرتے ہیں، اسکے علاوہ اس ملّاں نے جس جزئیہ کو اپنا مستدل بنایا اس میں تولکھا ہوا ہے کہ:

"وَلَكِنْ يُؤْمَرُ بِالِاسْتِغْفَارِ وَالرُّجُوعِ عَنْ ذَلِكَ"۔ [3]

جس کا ترجمہ دیوبندی مفتی صاحب نے یُوں کیا ہے:

''خطاء جو الفاظِ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاوے گا''۔ [4]

یہاں تک ترجمہ لکھنے کے بعد، دیوبندی مفتی جی نے بددیانتی کرتے ہوئے مذکورہ بالا

---

[1] دفاع، ج1 ص871، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص869، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج4 ص247، دار الفکر-بیروت

[4] دفاع، ج1 ص871، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

عبارت کا ترجمہ چھوڑ دیا جو بایں الفاظ ہے کہ:

''اور لیکن اس کو اِستغفار اور ان الفاظ سے رُجوع کا حکم دیا جائے گا''۔

تھانوی صاحب نے اپنے مُرید کو نہ ہی اِستغفار کا حکم دیا، اور نہ ہی اُن الفاظ سے رُجوع کرنے کا کہا، بلکہ اس کو تسلی دی، لہٰذا یہ فتویٰ تو خُود تھانوی کے بھی خلاف ہے۔

مفتی دیوبند کو یہ اَندازہ تھا کہ یہ جزئیہ اس کے بزرگ تھانوی جی کے خلاف ہے اِس لئے اس نے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا تا کہ عوام اس کی غلطی کو پکڑ نہ لیں، باقی علماء پر تو یہ حقیقت واضح ہے کہ تھانوی جی نے اپنے مُرید کے کُفر میں اُس کی تائید کی ہے۔

اس کے علاوہ دیوبندی موصوف نے ''اِمداد الفتاویٰ'' کے حوالے سے محمد انور نامی کسی شخص کے فتویٰ کو بھی نقل کیا ہے۔ آیئے اُس کا بھی جائزہ لیتے ہیں:

محمد انور صاحب سے نقل کرتے ہوئے دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمہ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان سائل بلا اختیار زبان سے نکلا اور اس کی تکذیب کا مفتی کو حق نہیں''۔ [1]

الجواب: جسے مُریدِ تھانوی بِلا اختیار قرار دے رہا ہے، وہ بِلا اختیار نہیں، اس لئے کہ سوالب اِختیار میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی گئی۔ سبقتِ لسانی بھی نہیں کیونکہ اس سے جو کچھ بھی وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ محبت تھانوی میں ہو رہا ہے، وہ خُود کہہ رہا ہے کہ اسے علم ہے کہ اس سے غلطی ہوئی اُس کے تدارک میں پھر وہی تھانوی جی کے لئے نبوت کے الفاظ نکال رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسے سبقتِ لسانی کیسے سمجھ لیا جائے؟

لہٰذا یہ سبقتِ لسانی نہیں، وہ بے اختیار بھی نہیں کہ حالت مدہوشی میں ہو کہ کہنا کچھ چاہ رہا ہے اور اُس کی زُبان سے بحالت مدہوشی کچھ اور نکل گیا۔

---

[1] دفاع، ج1 ص872، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

پس ثابت ہوا ہے کہ مذکورہ واقعہ میں اس کے بِلا اختیار ہونے والے دعویٰ کو فقہی کتب جھٹلا رہی ہیں۔ وہ بے اختیار تھا تو سوال بے اختیار میں کون سی بات موجود ہے جس سے پتہ چلے کہ وہ بے اختیار تھا؟ مفتیانِ دیوبند بھی ایسی کوئی وجہ نہیں بیان کر سکے۔

اعتراض: پھر دیوبندی ملّاں جی لکھتے ہیں کہ:

''اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائً بلا قصد صادر ہوا، اور صورت اولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گو دیانۃً مصدق ہو اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے''۔[1]

الجواب: مگر دِیوبندی ملّاں نے خُود جو عبارت نقل کی ہے وہ ہی اس کے نظریے کے خلاف ہے، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں:

''اذا اراد ان تیکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً بلا قصد لا یصدقہ القاضی''۔[2]

''یعنی جب کسی آدمی نے کلمہ مباحہ بولنے کا اِرادہ کیا لیکن اُس کی زُبان پر خطاءً بِلا قصد کلمہ کُفر جاری ہوا، قاضی اُس کی تصدیق نہیں کرے گا''۔

مگر دیوبندی ملّاں جی کہتے ہیں کہ:

''صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں''۔

اور وہ صورت ثانیہ کون سی ہے؟

''قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائً بلا قصد صادر ہوا''۔[3]

---

[1] دفاع، ج1 ص872، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص872، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص872، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

یہ فرق نہ جانے دیوبندی ملّاں جی نے کہاں سے اَخذ کیا ہے، اس پر اس ملّاں جی نے جو دلیل پیش کی ہے وہ بھی دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہے، ملّاں جی لکھتے ہیں کہ:

"وما فیه اختلاف یومر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح اه در مختار قوله وتجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العمادیة وقوله احتیاطاً ای یامره المفتی بالتجدید لیکون وطوه حلالا بالاتفاق وظاهره انه لا یحکم القاضی بالفرقة بینهما اه ردالمحتار،" [۱]

اس عبارت کا تعلق کُفرِ اختلافی سے ہے، جیسا کہ "درمختار" کی عبارت ہے:

"وَمَا فِيهِ خِلَافٌ يُؤْمَرُ بِالِاسْتِغْفَارِ وَالتَّوْبَةِ وَتَجْدِيدِ النِّكَاحِ". [۲]

"یعنی جس کے کُفر ہونے میں اِختلاف ہو اس کے قائل کو اِستغفار توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا"۔

اور دیوبندی ملّاں نے جو عبارت "لا یحکم القاضی بالفرقة بینهما" کی نقل کی ہے۔ اس کے متصل ہی موجود ہے کہ:

"وَتَقَدَّمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالِاخْتِلَافِ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً وَلَوْ فِي غَيْرِ الْمَذْهَبِ". [۳]

"یعنی اور بے شک پہلے گزرا ہے کہ اختلاف سے مُراد یہ ہے اگرچہ ضعیف روایت ہو اگرچہ وہ دُوسرے مذہب کی ہو"۔

یعنی جس کے کُفر ہونے میں اِختلاف ہو گیا اور وہ اِختلاف ضعیف فقہی روایت کی بنیاد پر ہو، رہا دُوسرے مذہب جیسے شوافع، حنابلہ، موالک تو اس کی وجہ سے استغفار توبہ اور تجدید

---

[۱] دفاع، ج1 ص872، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] الدرالمختار معوۃالمحتار ج4ص 247، دار الفکر-بیروت

[۳] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج4ص 247، دار الفکر-بیروت

نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

دیوبندی ملّاں نے اس عبارت کو مُریدِ تھانوی کے عدمِ بینونۃ زوجہ وعدمِ اِستغفار، وعدمِ رُجوع پر بطور دلیل پیش کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی ملاؤں کے نزدیک تھانوی جی کیلئے نعوذ باللہ نبوت کا دعویٰ کرنا بھی کُفر اختلافی ہے کفر اتفاقی نہیں۔

حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ماننا کُفر اِتفاقی ہے، پُوری اُمتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے، یہ کُفر اِختلافی کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر افسوس ہے دیوبندی ملاؤں کی علمیت پر کہ وہ کیسے گل کھلا رہے ہیں، اور صد افسوس کہ وہ اپنی بے علمی کے باعث کیسے فتوے دیتے ہیں۔ مُرید تھانوی نے جو کہا وہ بالاتفاق کُفر ہے۔ دیوبندی موصوف کو بھی شاید سرعام اِنکار کرنے کی جرأت نہ ہو۔

ہاں! دیوبندی مُلّاں اِس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا اس نے اپنے اختیار سے کہا اور اس پر کفر اختلافی والی عبارت کیسے منطبق ہوسکتی ہے وہ تو کُفر اِختلافی کے بارے میں ہے، جس کے کفر ہونے میں اِختلاف ہو۔

یہاں کلمہ کُفر میں کوئی اِختلاف نہیں، کسی فقیہ نے بھی اس کے کلمہ کُفر ہونے میں اختلاف نہیں کیا۔ لہٰذا دیوبندی مُلّاں کا اس عبارت کو پیش کرنا ختم نبوت کے اِنکار کو کُفر اختلافی بنانے کے مترادف ہے۔ (نعوذ باللہ)

نوٹ: اس فتوی پر محمد انور لکھا ہوا ہے، لوگوں کو گُمان تو یہی ہو رہا ہوگا کہ یہ دیوبندیوں کا انور شاہ کشمیری نہ ہو جس نے یہ گل کھلایا ہے۔

اگر بالفرض انور شاہ کشمیری نہ بھی ہو لیکن یہ دیوبندی ضرور ہے، اور وہ اس وقت کا دیوبندی جس کے لئے آج کل دیوبندی کہتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند کا ہر مدرس آفتاب و ماہتاب تھا، اور موصوف کو اپنے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے دیوبندی میں علمی تبحر نظر آتا ہے، وہ خُود اپنے اکابرین کے کرتوت مُلاحظہ کریں۔

جزو چھارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند کا جائزہ

دیوبندی موصوف نے ''امداد الفتاوی'' سے، پھر مفتی دیوبند کا فتوی ''جزو چہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند'' کے عنوان سے نقل کیا ہے جس میں وہی سابقہ باتیں ہیں، مگر چونکہ موصوف نے نقل کیا ہے اس لئے بامر مجبوری اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں: ''اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمہ مذکورہ بلا اختیار و بلا ارادہ زبان سے نکلا اور اس غلطی پر ندامت ہے اور اس کی تصحیح اور تدارک کا ارادہ ہے اور اسی خیال سے غلطی مذکورہ کا تدارک آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے نام مبارک آنحضرت ﷺ کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں موافق کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ وروایات کتب معتبرہ اس شخص پر حکم کفر کا اتعا قانہیں ہے:

قال اللہ تعالی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا وقال علیہ الصلوۃ والسلام رفع عن امتی الخطاء والنسیان، قال فی الدر المختار فی الفتح باب المرتد ابضا وشرائط صحتها العقل والصھو والطوالخ وقولہ والطوع الختیار شامی وفرمنانا مسن تکلم بھا مخطئا او مکرھا لا یکفر عند الکل ص ۲۸،

الحاصل زید پر بحالتِ مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا، حکم کفر

بالاتفاق نہیں ہے کما مر عن الشامی لا یکفر عند الکل''۔[1]

الجواب: دیوبندی مُلّاں نے جو عبارات لکھیں ہیں ان میں ردّۃ کے معتبر ہونے کی تین شرائط ہیں۔

(1) العقل: یعنی جس نے کفریہ کلمہ کہا وہ پاگل نہ ہو۔

(2) الصحو۔ ہوش میں ہو، نشے کی حالت میں نہ ہو۔ بین شیء وشیء کے درمیان سلب تمیز نہایت سکر ہے۔ "العنایۃ شرح الھدایۃ" میں ہے کہ:

"إِذَا كَانَ يُمَيِّزُ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عَرَفْنَا أَنَّهُ مُسْتَعْمِلٌ لِعَقْلِهِ"۔[2]

''یعنی جب وہ اشیاء کے درمیان تمیز کرے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ اپنی عقل کو اِستعمال کر رہا ہے۔ بہرکیف ردّۃ کیلئے شرط ہے کہ نشے میں نہ ہو''۔

(3) الطوع۔ یعنی اس پر کسی کا اِکراہ نہ ہو۔

یہ تینوں شرائط مُرید تھانوی میں پائی جارہی ہیں۔ سوالب اختیار میں کوئی سبب بھی نہیں پایا جارہا۔ لہٰذا اس کا بِلا اختیار کا دعویٰ باطل ہے۔ خطاء والی بات بھی دُرست نہیں، جس کو خُود دیوبندی مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے رَد کیا ہے، جس کا حوالہ لگایا جاچکا ہے۔ لہٰذا مُرید تھانوی پر فتویٰ کُفر سے کوئی مانع نہیں۔ دَریں صورت تھانوی جی نے اس کو ملامت اور زَجر وتنبیہ نہیں کی، بلکہ اُس کی تائید کی تو اس کا مطلب ہے کہ تھانوی جی بھی اس کے کُفر میں برابر کا شریک ہے۔

---

[1] دفاع، ج1ص873-874، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

نوٹ: ہم پچھلی جلد سے دیوبندی موصوف کی طرف سے نقل کردہ عبارات میں پائی جانے والی اغلاط سے قطع نظر کر رہے ہیں اور کوشش یہی ہوتی ہے کہ جیسا دفاع میں لکھا ہے اسی طرح لکھ دیں اگرچہ وہ فحش غلطی ہی کیوں نہ ہو کیوں وہ ہم اپنی طرف سے نہیں دیوبندی موصوف کی عبارت نقل کر رہے ہوتے ہیں

[2] العنایۃ شرح الھدایۃ، ج5ص313، دار الفکر، بیروت

اعتراض: دیوبندی موصوف اپنے دیوبندی مفتی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''اور جبکہ قائم حامی پر حُکم [حکم] کُفر کا نہیں ہے تو اگر اُن مولوی صاحب نے بوجہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تنبیہ نہ کی تو موجب ملامت و اعتراض نہیں ہے''۔[1]

الجواب: دیوبندی مفتی یہ بات بھول گیا ہے کہ مُریدِ تھانوی مجبور و معذور نہیں، اس لئے کہ مجبور اُس وقت ہوتا جب کسی کا اکراہ اس شخص پر ہوتا۔ یہاں کُفر بکنے کیلئے اس پر کسی کا اِکراہ نہیں۔ دَریں صورت اسے مجبور قرار دینا فقہاء سے بغاوت ہے، اور تھانوی کو بچانے کی ناکام کوشش ہے۔ معذور بھی نہیں اِس لئے کہ وہ شخص مجنون و معتوہ و صبی لا یعقل بھی نہیں اور نہ ہی اُس شخص نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا اسے معذور قرار دینا بھی کتب فقہاء سے جہالت و بےخبری کی دلیل ہے۔ اور تھانوی کو بچانے کی ناکام کوشش ہے۔

پس تھانوی جی کا اپنے مُرید کو جس کو کوئی بھی شرعی و فقہی عذر نہیں، ملامت نہ کرنا اور اُس کی تائید کرنا کُفر پر رضا نہیں تو کیا ہے؟ لہٰذا تھانوی کسی صورت میں اس حکم سے نہیں بچ سکتا۔

اعتراض: دیوبندی مفتی لکھتا ہے کہ:

''اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہوسکتا ہے، احادیث صحیح میں ہے:

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشد فرحاً بتوبۃ عبدہ حین یتوب علیہ من احدکم کان راحلۃ بارض فلاۃ فانفلتت منہ وعلیھا طاعمہ وشرابہ فایس منھا فاتی شجرۃ فضطجع فی اظلھا وقد ایس من راحلۃ نبینھما ھو کذلک از ھو قائمۃ گندہ فاخذ بخطامھاثہ قال من شدۃ الفرح اللھم انت عبدی

---

[1] دفاع، ج1 ص874، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

وانا ربک اخطامن شدۃ الفرح رواہ مسلم"۔[1]

الجواب: دیوبندی مفتی اس روایت پر غور کرتا تو روایت کو مُرید تھانوی پر منطبق کرنے کی جرأت نہ ہوتی ،کیونکہ اس روایت میں موجود ہے کہ:"اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ " کہنے والے سے خطاء ہوئی،جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ:" أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ " شدّ ۃ فرح کی وجہ سے خطا کر بیٹھا،اس کی خطا کا تعین خُود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،لہٰذا اس سے خطاء کلمہ مذکورہ صادر ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا،جبکہ مُرید تھانوی سے خطا نہیں ہوئی بلکہ اسے تو اس بات کا پُورا اندازہ تھا کہ اُس کے منہ سے کُفر نکل رہا ہے۔

خُود دیوبندی مولوی خلیل انبیٹھوی صاحب نے بھی خطا کا اِنکار کیا ہے جس کا حوالہ سابق میں ذکر ہو چکا ہے۔پس مُریدِ تھانوی کے واقعے کو اس روایت پر محمول کرنا دُرست نہیں۔

دیوبندی مفتی کی گواہی خواب شیطانی تھا

اس واقعہ کے متعلق تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

[1] دفاع،ج1ص874،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور

نوٹ: دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارتِ مفتی میں جو حدیثِ مبارکہ نقل کی گئی ہے اس چار سطر میں تیرہ (13) غلطیاں موجود ہیں،قارئین اس حدیثِ مبارک کے صحیح الفاظ پر مطلع ہو سکیں اس لئے ہم یہاں اُس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ نقل کر رہے ہیں وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهُ=

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے''۔[1]

یعنی تھانوی نے اس خواب کے اثر کو رَحمانی قرار دیا ہے، مگر اِس کے برعکس دیوبند کے مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور یہ خواب اس کا بیش تر شیطانی اَثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زُبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا''۔[2]

پس معلوم ہوا کہ مُریدِ تھانوی کے ساتھ ہونے والا معاملہ بقول دِیوبندی مفتی عزیز الرحمٰن شیطانی اَثر تھا، مگر تھانوی صاحب اس کو اپنی پارسائی پر محمول کر رہے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہے کہ مُریدِ تھانوی نے تھانوی جی کی محبت میں شیطانی غلو کیا جس کی وجہ سے اُس نے اپنی زُبان سے کُفریات بکے۔ لہٰذا اس شیطانی اَثر پر تھانوی جی کو اپنے مُرید سے توبہ ورُجوع کا کہنا چاہئے تھا، مگر تھانوی جی نے اس شیطانی واقعہ کو اپنی پارسائی کی دلیل بنایا، نہ صرف اِتنا بلکہ اس واقعہ کی جو بقول مفتی دیوبند شیطانی اَثر تھا اُس کی تائید بھی کی، ایسی صورت میں تھانوی صاحب کسی بھی صورت حکمِ شریعت سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔

جزو پنجم جوابِ دھلی کا جائزہ

اس کے بعد دیوبندی موصوف نے'' جزو پنجم جواب دہلی'' کے عنوان سے کفایت اللہ

= بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كذلك إذ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ". رَوَاهُ مُسلم (مشكوة) وانظر : صحيح مسلم ،بَاب فِي الْحَضِّ عَلَى التَّوْبَةِ وَالْفَرَحِ بِهَا (2747)

[1] الامداد، بابت صفر 1336ھ، ص35، امداد المطابع تھانہ بھون

[2] دفاع، ج1 ص874، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

دیوبندی صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے، جس میں دیوبندی مفتی کفایت اللہ صاحب کی نقل کردہ عبارت میں دفاع، ج1 ص874 اور 875 کے کچھ حصے تک خواب کے متعلق بحث ہے اس کے بعد حالتِ بیداری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''اس واقعہ کے متعلق دو باتیں تنقیح طلب ہیں، اول یہ کہ حالت بیداری میں ایسی بے اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے، بغیر اس کے کہ نشہ ہو، جنون ہو، اکراہ ہو، عتہ ہو ممکن اور متصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو ظاہر یہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں،

امر اول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف سکر (جنون اور کراہ وعتہ میں منحصر نہیں، کتب اصولِ فقہ وفقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختیار کرنا تحدیدو حصر پر مبنی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انہیں ذِکر کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقہیہ میں اِس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے اور مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے۔ **الا فی بعض المواقع حیث یکون الزجر مقصوداً**، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

من اصابه برسام او اطعم شیئا فذهب عقله فهذی نارتد لم یکن ذلک ارتدادًا و کذالو کان معتوهاً او موسوساً او مغلوبا علی عقله بوجه من الوجوه فهو علی هذا اکذافی السراج الوهاج (ہندیہ مطبوعہ مصر، ج۲ ص ۳۸۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ من الوجوہ قابل غور ہے''۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص875-876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی نے کتبِ فقہ میں غور نہیں کیا، اِس لئے اُنہوں نے خواہ مخواہ اس بحث کو درج کیا، کتبِ فقہ میں صاف مَرقُوم ہے کہ: "وَشَرَائِطُ صِحَّتِهَا الْعَقْلُ". [1] یعنی ردّۃ کے معتبر ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط عقل کا صحیح ہونا ہے۔

مطلب اِس کا صاف ظاہر ہے کہ زوالِ عقل سے ردّۃ ثابت نہ ہوگی، صاحبِ عقل ہو پھر بھی وہ کُفریات بکے تو مُرتد ہوجائیگا۔

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

''بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف سکر (جنون اور کراہ وعتہ میں منحصر نہیں'' [2]

حالانکہ سکر جنون اور عتہ کو زوال اَسبابِ عقل میں کتبِ فقہ میں شُمار کیا گیا ہے، نہ کہ بے اِختیاری کے اَسباب میں، مگر دیوبندی موصوف اِن اسباب کو جو زوال عقل کے اسباب میں ہیں ان کو سلب اختیار کے اسباب میں شُمار کررہا ہے۔ سلب اِختیار کے اسباب میں اِکراہ ہے، جیسا کہ شامی میں مَرقُوم ہے کہ: "وَالْإِكْرَاهُ أَقْوَى، لِأَنَّ فِيهِ السَّلْبَ مِمَّنْ لَهُ اخْتِيَارٌ صَحِيحٌ". [3]

''یعنی اکراہ اس سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اس میں سلب اختیار ہوتا ہے اس سے جس کو اختیار صحیح حاصل ہو''۔

اور جہاں تک مغلوبیت عقل کی بات ہے تو اِرتداد کیلئے عقل ہونا بطورِ شرائط کے مذکُور ہے، پس اگر کسی شخص کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور وہ دَریں حالت تکلم بکلمۃ الکفر کرتا ہے

---

[1] الفتاوی الهندية، ج2ص253، دار الفكر، بيروت ـ

وانظر بمجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج 1ص 680، و البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج5ص129، و در المختار معه الرد المحتار، ج4ص224

[2] دفاع، ج1ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] ردالمحتار على الدر المختار، ج6ص142، دار الفكر-بيروت

العیاذ باللہ تو اُس پر اِرتداد کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، جیسے کسی نے کوئی ایسی چیز کھائی جس سے اس کی عقل زائل ہوگئی، پھر اُس نے تکلم بکلمۃ الکفر کیا تو اُس پر اِرتداد کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ مگر اس جزئیہ کا مُریدِ تھانوی سے کوئی تعلق نہیں، خواہ مخواہ دیوبندیوں کے مفتی نے اوراق ضائع کرنے کی کوشش کی ہے۔

اعتراض: مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''لیکن واقعہ مسئول عنہا میں نہ تو والِ [زوال] شعور وزوالِ عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعاتِ مذکورہ کی بناء پر زوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا ادراک بیان کرتا ہے اور عذر میں صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لئے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجو[باوجود] شعورادراک کے کلمہ کفریہ کہتا ہے''۔[1]

الجواب: اس اقتباس میں دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے یہ تسلیم کرلیا کہ مُریدِ تھانوی سے جو سرزد ہوا وہ ہوش وحواس کیساتھ تھا، اُس سے عقل وشعور زائل نہیں ہوا تھا جیسا کہ وہ خُود فرمارہے ہیں کہ:

''میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجو[باوجود] شعورادراک کے کلمہ کفریہ کہتا ہے''۔[2]

اس حوالے میں تصریح ہے کہ مُریدِ تھانوی سے عقل وشعور زائل نہیں ہوا تھا، اُس نے اپنے اِدراک وشعور کیساتھ کلمہ کُفریہ کہا۔ زوالِ عقل کو مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب تسلیم نہیں کرتے، اور خطاء کو مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نہیں مانتے، دونوں اقوال کے ملانے سے نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مُریدِ تھانوی سے نہ ہی عقل زائل ہوئی تھی، اور نہ ہی خطاء ہوئی تھی۔

---

[1] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

بلکہ اُس نے اپنے شعور و اِدراک کے ساتھ کُفر بکا۔ ایسی صورت میں اُس کے اِرتداد میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ بہر کیف اِس اِقتباس میں مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اتنا تو تسلیم کیا ہے کہ مُریدِ تھانوی سے عقل وشعور زائل نہیں ہوئے تھے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ فرماتے ہیں کہ:

''کلمہ کفریہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری ہے، اور عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلافِ عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفراغ من التکلم بھی اس پر نادم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے''۔ [۱]

الجواب: بے اختیاری کے عذر کو دیوبندیوں کے مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے قبول نہیں کیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے، اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے''۔ [۲]

لہٰذا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا اسے بے اختیار و مجبور قرار دینا دُرست نہیں، اس لئے کہ سلب اِختیار کا کوئی شرعی عذر موجود نہیں، جس بنا پر کہا جا سکے کہ اُس کو شرعی عذر لاحق تھا جس بنا پر سلب اختیار ہو گیا، اِس کے اُوپر کسی کا اِکراہ بھی نہیں کہ اِسے مجبوری قرار دیا جائے اِس لئے مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا اس کیلئے بے اختیاری و مجبوری کا عذر گھڑنا بالکل غلط ہے۔ اور کفایت اللہ دہلوی صاحب کا یہ کہنا کہ:

''عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلافِ عقیدہ سمجھتا ہے''۔

تو سوال یہ ہے کہ وہ کُفریہ کلمہ بکتا کیوں ہے؟

یہ تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی عقل مغلوب نہ تھی۔ اس کو عین تکلم کی حالت

---

[۱] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص869، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

میں بھی معلوم تھا کہ جواُس کے منہ سے نکل رہا ہے وہ غلط ہے، لہٰذا اِسے مغلوبُ العقل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اسے اس روایت پر کیسے قیاس کیا جا سکتا جو "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ" کے الفاظ منہ سے نکالتا ہے، اس لئے کہ عین تکلم کی حالت میں اسے پتا ہی نہیں کہ اس کے منہ سے کیا نکلا، مگر مُریدِ تھانوی کیلئے عین تکلم کی حالت میں شعور موجود ہے کہ جواُس کے منہ سے نکل رہا ہے وہ غلط ہے۔ لہٰذا مُریدِ تھانوی کے واقعہ کو "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ "والی روایت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی اس کیلئے زوالِ عقل وسلب اِختیار کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اسباب معلومہ (سُکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبرسنی، مرض، مصیبت، غلبہ خوشی، غلبہ حزن، فرطِ محبت وغیرہ بھی زوالِ اختیار کے سبب بن سکتے ہیں اور جہاں زوالِ عقل یا زوالِ اختیار ہو وہاں الحکم [حکم] ردّت ثابت نہیں ہوسکتا''۔ [1]

الجواب: پھر تو مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کے نزدیک بُوڑھے مریض، خوش اور مغموم کے تصرفات نافذ نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ سالبِ اِختیار ہیں۔

لہٰذا وہ مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کے نزدیک مجنون کے حکم میں ہیں کیونکہ مجنون کے تصرفات نافذ نہیں ہوتے۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی کے نزدیک یہ اسباب زوالِ اِختیار کے اَسباب بن سکتے ہیں، اور پھر جس کو بھی یہ سبب لاحق ہو اُس کیلئے سلب اختیار کا فتویٰ مفتیانِ دیوبند دیں گے؟ یا صرف مُریدِ تھانوی اور تھانوی کو بچانے کیلئے یہ عذر گھڑے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر یہ چیزیں مُریدِ تھانوی کیلئے عذر ہیں تو پھر سب کیلئے عذر ہونی چاہئیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

پس اگر کوئی شخص غلبہ خُوشی میں یا غلبہ حزن میں یا فرطِ محبت میں کلمہ کُفر بولے تو اُس کو بھی معذور سمجھنا چاہیے۔ کیا دیوبندی موصوف دُوسروں کیلئے ایسا فتویٰ دیں گے؟؟

اس کے علاوہ مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے جو عذر بیان کئے اُن میں سے کبرسنی، مرض، مصیبت، غلبہ حزن کا کوئی بھی عذر مُریدِ تھانوی کو لاحق نہیں سوائے فرطِ محبت کے۔ جبکہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے فرطِ محبت کو شرعی عذر ماننے سے اِنکار کیا ہے، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر بالفرض اس کو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس کا سبب حالت موجودہ میں بجز فرط زیداور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سالبِ اختیار قرار نہیں دیا جاسکتا''۔ [1]

لہٰذا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے جن اعذار کی بِنا پر مُریدِ تھانوی کو بچانے کی کوشش کی تھی ایک تو وہ کتبِ فقہ میں مَرقُوم نہیں، اس کے علاوہ یہ اعذار مُریدِ تھانوی کو لاحق بھی نہیں۔ فرطِ محبت کو شرعی عذر ماننے سے خُود دیوبندی مُلّاں انبیٹھوی صاحب نے اِنکار کردیا ہے، لہٰذا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کی ساری وکالت بے سُود گئی۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''درمختار'' میں ہے:

"وما ظهر منه كلمات كفرية يغتفر فی حقه ويعامل معاملة موتى المسلمين حملاً على انه فی حال زوال عقله، انتهى،

یعنی قریب الموت ونزع روح اگر محتضر سے کچھ کلماتِ کفریہ ظاہر ہوں تو انہیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اموات المسلمین کا سا معاملہ کیا جائے اور ظہورِ کلماتِ کفریہ کو زوال عقل واختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز شدتِ مرض یا کلفتِ نزعِ روح کو زوال

---

[1] دفاع، ج1 ص869، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

عقل کے لئے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگر چہ نزع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسینا للظن بالمسلم احتمالِ زوالِ عقل کو قائم مقام زوالِ عقل کی کرلیا گیا''۔[1]

الجواب: یہ مشاہدہ ہے کہ بسا اَوقات جان کنی کے عالم میں ہوش وحواس برقرار نہیں رہتے اور آدمی بے تکی باتیں ہانک رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اَوقات بوقتِ نزع کچھ لوگوں کی زُبان سے کلماتِ کُفریہ بھی نکل جاتے ہیں کیونکہ زوالِ عقل کے باعث ایسا ہوجاتا ہے، مگر کیا مُریدِ تھانوی جان کنی کے عالم میں تھا؟، اُس پر نزع کی حالت طاری تھی؟ ہرگز نہیں۔

لہٰذا جان کنی اور نزع کے معاملات کو مُریدِ تھانوی کے واقعات پر قیاس نہیں کیا سکتا۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے خواہ مخواہ مُریدِ تھانوی اور تھانوی کو بچانے کیلئے بے محل باتوں کو ذِکر کیا ہے۔ ہاں! اگر مفتی کفایت اللہ صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہوں کہ زوالِ عقل کا سبب نزعِ روُح بھی ہے تو اِس کا کس نے اِنکار کیا ہے۔ زوالِ عقل کے چاہے بے شمار اَسباب ہوں، لیکن مسئلہ کا مرکزی نکتہ تو اپنی جگہ موجود ہے کہ تکلم بکلمۃ الکفر کرنے والا صاحبِ عقل تھا یا اُس کی عقل زائل ہوچکی تھی؟ مُریدِ تھانوی کیلئے تو مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے کہا کہ اس کا شعور واِدراک موجود تھا، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''وہ باوجود شعور اِدراک کے کلمہ کفریہ کہتا ہے''۔[2]

لہٰذا کفایت اللہ دہلوی کا نزعِ رُوح کے مسئلہ کو مُریدِ تھانوی کیلئے ذِکر کرنا دُرست نہیں کیونکہ خُود کفایت اللہ دہلوی مُریدِ تھانوی کیلئے زوالِ عقل کا قائل نہیں۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے

---

[1] دفاع، ج1 ص876-877، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نا امید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر بیٹھ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اُونٹ مع سامان اُس کے پاس کھڑا ہے،

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں بے ساختہ یہ لفظ نکل جاتے ہیں اَنت عبدی وانا ربک یعنی وہ خدا کی جانب میں یوں بول اٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتیے [فرماتے] ہیں اخطأ من شدة الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے یہ خطا یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ شدۃ فرح بھی زوال اختیار کا سبب ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ تکلم جو خطأً ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لئے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ کفر کا تلفظ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّت نہیں''۔ [1]

الجواب: اس روایت میں تو خُود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی ہے کہ:

" أَخطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ". یعنی شدّتِ خُوشی کی وجہ سے اُس سے خطا ہوئی، اور یہ لفظ: "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّك " زُبان سے نکل گئے، اور خطا تلفظ کلمۃ الکفر بالاتفاق موجب ردّۃ نہیں، مگر مُریدِ تھانوی سے تو یہ الفاظ خطاءً نہیں نکلے، جس کے متعلق خُود انبیٹھوی مُلّاں جی نے بھی تصریح کی ہے کہ:

''نہ یہاں خطا ہے''۔ [2]

خطا کو غیر خطا پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا اس

---

[1] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص868، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

واقعہ کو یہاں دفاع میں پیش کرنا دُرست نہیں۔

اعتراض: دیو بندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سر منڈا ڈالو اور قربانیاں ذبح کرو، تو صحابہؓ بوجہ فرط حُزن وغم کے کہ اپنی تمنا اور آرز و امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جا سکے، ایسے بیخود ہوئے کہ باوجود آنحضرت ﷺ کے مکرر سہ کرر فرمانے کے کسی نے فرمان عالی کی تعمیل نہ کی، آپ غمگین ہو کہ [کر] خیمہ میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لیجا کر اپنا سر منڈا دیں، اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔

آپ باہر تشریف لائے اور حالق کو بلا کر اپنا سر منڈا دیا، جب اصحابِ کرام نے دیکھا تو اُن کے ہوش وحواس بجا ہوئے، اور ایک دم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے"۔ [1]

الجواب: یہ بھی دیو بندی مفتی کفایت اللہ دہلوی کی جہالت ہے اور اس واقعہ کو انہوں نے سلبِ اِختیار پر محمول کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں اس روایت کی شرح میں مَرقُوم ہے:

"وَلَمَّا أَمَرَهُمْ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ بِالتَّحَلُّلِ وَتَأَخَّرُوا عَنِ الْمُبَادَرَةِ رَجَاءَ أَنْ يَأْذَنَ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ وَأَنْ يُنْصَرُوا فَيُكْمِلُوا عُمْرَتَهُمْ قَالَتْ لَهُ أُمُّ سَلَمَةَ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ وَاحْلِقْ وَاذْبَحْ فَفَعَلَ فَتَابَعُوهُ مُسْرِعِينَ". [2]

"جب حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احرام کھولنے کا حکم دیا تو صحابہ نے عمل کرنے پر تاخیر کی، اِس اُمید پر کہ انہیں اِذنِ قتال دیا جائے گا، اور وہ کامیاب

---

[1] دفاع، ج1 ص 877-878، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج13 ص275، دار المعرفة - بيروت، 1379

ہوں گے، اور اپنے عُمرے مکمل کریں گے۔ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حلق کر لیں، اور قربانیاں ذبح کر لیں۔ پس آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی متابعت میں جلدی کی''۔

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عدمِ حلق کی علّت سلبِ اِختیار نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا کہ انہیں اذنِ قتال ملے گا۔

مگر دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے اپنا خود ساختہ مفہوم و مطلب بیان کیا ہے اور اس ضمن میں تھانوی کی تائید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''امتحان تقریری کے وقت جن طلباء کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کی زبان سے باوجود ادراک وشعور کے بے قصد الفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب اُن کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرط رعب کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں رہتی''۔[1]

الجواب: ہم اسے بُوکھلاہٹ کا شکار کہتے ہیں۔ بُوکھلاہٹ کی وجہ سے دُرست جواب نہ دے سکا اور بُوکھلاہٹ کی وجہ سے خطاءً اس کی زُبان سے غلط اَلفاظ نکل جاتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں یہ خطاءً ہی ہے کہ خطاءً زُبان سے غلط الفاظ نکل گئے، مگر کوئی اِس دیوبندی مُلّاں سے پُوچھے کہ مُریدِ تھانوی سے بھی بُوکھلاہٹ کی وجہ سے ایسا ہو رہا تھا یا باوجود اِدراک وشعور اپنی زُبان سے تکلم بکلمۃ الکفر کر رہا تھا؟

جبکہ خُود مفتیانِ دیوبند کا کہنا ہے کہ باوجود اِدراک وشعور اس نے تکلم بکلمۃ الکفر کیا۔ لہٰذا دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کی یہ دلیل بھی ناقابل قبول ہے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

[1] دفاع، ج1 ص878، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے ،اللھم هذه قسمتي فيما املک فلاتاخذني فيما تملک ولا املک، یعنی اے خداوند! میں نے اختیاری امور میں برابر کی تقسیم کر دی ،اب اگر فرطِ محبتِ عائشہ کی وجہ سے میلانِ قلب بے اختیاری طور پر عائشہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں ،اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابل مواخذہ نہیں''۔[1]

الجواب: اس میں تو ہماری دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میلانِ قلبی کے باوجود عدل کی پُوری پُوری رعایت فرمائی ،باقی بے اِختیار کسی کی جانب میلانِ قلبی ہو جانا وہ قابل مؤاخذہ نہیں کیونکہ میلانِ قلبی اپنے اِختیار میں نہیں ہوتا بلکہ آدمی اس میں بے اِختیار ہوتا ہے،لیکن یہ بے اِختیاری قلبی میلان تک ہی ہے۔دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کا اس ضمن میں یہ نکتہ کشید کرنا کہ:

'' اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اِختیاری طَور پر کوئی اَمر صادر ہو جائے وہ قابل مؤاخذہ نہیں''۔[2]

کیا دیوبندی موصوف اِس نکتہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر مزارات پر اگر کوئی سجدہ کرے اور وہ کہے کہ صاحبِ مزار سے فرطِ محبّت کی وجہ سے مَیں بے اِختیار ہوں اس لئے سجدہ کر رہا ہوں،تو کیا موصوف اس بات کو قبول کر لیں گے؟

کیا فرطِ محبت کو سلب اِختیار کی وجہ قرار دیں گے؟۔

اگر موصوف فرطِ محبت کو دُوسروں کیلئے سلبِ اِختیار کی دلیل قرار نہیں دے رہے تو پھر تھانوی کیلئے یہ دلیل کیسے بن گئی؟

---

[1] دفاع،ج1ص878،مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع،ج1ص878،مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اگر تھانوی اور مُرید تھانوی کیلئے تکلم بکلمۃ الکفر ورجا بالکفر (لَف ونَشر غیر مُرتّب) کی دلیل بن سکتی ہے تو پھر مزارات پر سجدہ جو کہ گناہِ کبیرہ ہے اُس کے لئے فرطِ محبّت باصول دیو بند بطریق اولیٰ دلیل ہونی چاہئے۔

اب دیکھتے ہیں کہ دیو بندی موصوف کون سا فیصلہ صادر فرماتے ہیں؟

اِک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

مذکُورہ بالا روایت کا حوالہ مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب کے لئے اس وقت دلیل بن سکتا تھا جب نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ نے قلبی میلان کی وجہ سے (نعوذ باللہ) اَزواجِ مطہرات میں عدل نہ فرمایا ہوتا (نعوذ باللہ) مگر یہ تو ہماری دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قلبی میلان کے باوجود عدل وانصاف کو قائم رکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرطِ محبّت کی وجہ سے شریعت کے تقاضوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ پس مُریدِ تھانوی کو بھی اگر تھانوی سے غایت درجہ کی محبّت تھی تو بھی اسے شریعت کے دائرہ میں رہنا چاہئے تھا۔ مگر اس کم بخت نے تھانوی سے غلو آمیز محبّت میں تکلم بکلمۃ الکفر کیا اور خُود کو بے اِختیار قرار دیا۔ مگر بے اِختیاری کے اَسباب میں سے کوئی سبب موجود نہیں۔

مفتیانِ دیو بند خُود پریشان ہیں کہ اس کیلئے کون سا عذر تراشیں جس کی وجہ سے تھانوی اور اُس کا مُرید دونوں کُفر سے نجات پا سکیں، مگر ان کو کوئی ایسا عذر نہیں مل رہا۔ کبھی فرطِ محبّت کو سلب اِختیار کی دلیل بناتے ہیں جس کو خُود دُوسرے دیو بندی ملّاں عذر ماننے کیلئے تیار نہیں۔ بہرکیف اِن ملاؤں کے پاس تھانوی کے دفاع میں کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض: دیو بندی مفتی کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھئے جس میں امم سابقہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکُور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیز ہوا میں اڑا دینا، فو اللہ لئن قدر اللہ علی الخ ان الفاظ کے (اس تقدیر پر کہ قدر قدرت سے مشتق

مانا جائے) الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اس کا جواب رب خشیتک اسے کفر سے بچا کر مغفرت خداوندی کا مستحق ٹھیرا [ٹھہرا] دیتا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوفِ خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیے اور بے اختیاری کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچ گیا''۔[1]

"لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيَّ" کے متعلق اقوال شارحین

الجواب: شارحین نے اس روایت کے مختلف جوابات دیئے ہیں، جن میں سے علّامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَالْجَوَابُ أَنَّهُ لَمْ يُنْكِرِ الْبَعْثَ وَإِنَّمَا جَهِلَ فَظَنَّ أَنَّهُ إِذَا فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ لَا يُعَادُ فَلَا يُعَذَّبُ"۔[2]

''اِس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ شخص موت کے بعد زِندہ ہونے کا منکر نہ تھا بلکہ اس نے جہالت کا اِرتکاب کیا اور گمان کیا کہ جب وہ ایسا کرے گا تو پھر اس کو دوبارہ نہیں اُٹھایا جائے گا اور اس کو عذاب نہ ہوگا''۔

یعنی اس شخص سے لاعلمی سے یہ اَمر صادر ہوا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ:

"قَالَ ذَلِكَ مِنْ شِدَّةِ جَزَعِهِ وَخَوْفِهِ كَمَا غَلِطَ ذَلِكَ الْآخَرُ فَقَالَ

---

[1] دفاع، ج1 ص879، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج6 ص522، دار المعرفة - بيروت، 1379۔ وانظر: التوشيح شرح الجامع الصحيح، ج5 ص2245: بلفظ: "فأجيب: بأنه لم ينكر =

أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ"۔ [1]

''ایک شخص نے یہ الفاظ شدّت خوف کی وجہ سے کہے جیسے دُوسرے شخص سے ''انت عبدی وانا ربک'' کے الفاظ نکل گئے''۔

یعنی اس شخص سے خطاءً اِن الفاظ کا صدور ہوا، غلطی سے اس کی زُبان سے یہ اَلفاظ نکل گئے۔ مگر مُریدِ تھانوی سے خطاء بھی نہیں ہوئی اسے تو پُورا شعور واِحساس تھا کہ اِس کی زُبان سے غلط الفاظ نکل رہے ہیں۔ اس کے خطاء ہونے کو خُود ملّاں انبیٹھوی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور پھر یہ تو رب تعالیٰ سے خوف ہے چاہے کتنا زیادہ ہی ہو مذموم نہیں، مگر تھانوی سے محبّت اور وہ بھی غایت درجہ کی کہ اس کی محبّت میں گُم ہو کر انسان اپنی زُبان سے کُفریات نکالے انتہائی مذموم وقبیح ہے، لہٰذا ان دونوں واقعات کو ایک دُوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان دونوں واقعات میں کوئی ربط اور تعلق ہے۔

مریدِ تھانوی سے ان الفاظ کا صدور اس کے شعور واِدراک کی موجودگی میں ہوا، جبکہ مذکُورہ دونوں اَفراد سے اِن اَلفاظ کا صدور بَر بنائے بعض اقوال خطاءً ہوئے، لہٰذا دونوں کا ایک دُوسرے سے کوئی ربط نہیں۔

اگر موصوف شارحین حدیث کی طرف رُجوع کرتے تو بھی اِنہیں سمجھ آجاتی کہ اس کے معنیٰ کیا ہیں اور مَیں کس طرف لے جارہا ہوں۔

امام ابُوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المعروف ابن عبدالبر [م463ھ] فرماتے ہیں کہ:

=البعث، وإنما جهل فظن أنه إذا فعل به ذلك لا يعاد ولا يعذب"۔

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج 6ص 523،دار المعرفة - بيروت، 1379۔

وانظر: التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ج19 ص 587: بلفظ : أو يحمل على أنه من شدة جزعه وخوفه قال هذا كما قال ذلك الرجل: "اللهم أنت عبدي وأنا ربك"۔

"وَقَالَ آخَرُونَ: أَرَادَ بِقَوْلِهِ "لَئِنْ قَدَرَ اللَّهُ عَلَيَّ" أَيْ: لَئِنْ كَانَ قَدَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَالتَّخْفِيفُ فِي هَذِهِ اللَّفْظَةِ وَالتَّشْدِيدُ سَوَاءٌ فِي اللُّغَةِ فَقَدَرَ هُنَا عِنْدَ هَؤُلَاءِ مِنَ الْقَدْرِ الَّذِي هُوَ الْحُكْمُ وَلَيْسَ مِنْ بَابِ الْقُدْرَةِ وَالِاسْتِطَاعَةِ فِي شَيْءٍ، وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِهِ (عَزَّ وَجَلَّ): "وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ" الْأَنْبِيَاءِ 87.

''یعنی لفظ قدر تخفیف کے ساتھ ہو یا تشدید کے، لغت میں ایک برابر ہے۔ اس روایت میں لفظ قدر قدرت اور اِستطاعت کے باب سے نہیں بلکہ اس قدر سے ہے جو حکم کے معنی میں ہے اور اس پر دلیل قُران مجید کی یہ آیت ہے

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْه﴾

''اور ذوالنون کو (یادکرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے''۔

(اِس آیت میں لفظ نقدر قدرت اور استطاعت کے معنی میں نہیں اور حضرت یونس علیہ السلام کا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قادِر نہ ہوگا اور نہ ہی اللہ کا نبی ایسا گمان کر سکتا ہے)

وَلِلْعُلَمَاءِ فِي تَأْوِيلِ هَذِهِ اللَّفْظَةِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ قَوْلَانِ، أَحَدُهُمَا: أَنَّهَا مِنَ التَّقْدِيرِ وَالْقَضَاءِ، وَالْآخَرُ: أَنَّهَا مِنَ التَّقْتِيرِ وَالتَّضْيِيقِ.

وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنْ شَوَاهِدِ الشِّعْرِ الْعَرَبِيِّ عَلَى الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا فِي (التَّمْهِيدِ) مَا فِيهِ كِفَايَةٌ.

یعنی علماء کی اِس لفظ میں دو تاویلیں ہیں۔ایک یہ کہ یہ تقدیر اور قضا کے معنٰی میں ہے، دُوسرا یہ کہ تنگی کے معنٰی میں ہے۔ اور دونوں صورتوں پر ہم نے عربی شاعری کے شعر پیش کیے ہیں سمجھنے والے کے لیے وہ کافی ہیں۔

"وَالْمَعْنَى فِي قَوْلِ هَؤُلَاءِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ: لَئِنْ ضَيَّقَ اللَّهُ عَلَيَّ وَبَالَغَ فِي مُحَاسَبَتِي وَلَمْ يَغْفِرْ لِي وَجَازَانِي عَلَى ذُنُوبِي لَيَكُونَنَّ مَا ذَكَرَ.

اَب اِس صُورت میں اِس روایت کا معنیٰ یُوں ہوگا کہ:

"لَئِنْ ضَيَّقَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَبَالَغَ فِي مُحَاسَبَتِي وَلَمْ يَغْفِرْ لِي وَجَازَانِي عَلَى ذُنُوبِي لَيَكُونَنَّ مَا ذَكَرَ".

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے میرے اُوپر تنگی فرمائی تو خُوب مجھ سے حساب لیا اور بخشش نہ کی اور میرے گناہوں کی سزا دی تو مَیں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جن کا ذِکر ہوا۔

وَالْوَجْهُ الْآخَرُ كَأَنَّهُ قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَدْ سَبَقَ فِي قَدَرِ اللّٰهِ وَقَضَائِهِ أَنْ يُعَذِّبَ كُلَّ ذِي جُرْمٍ عَلَى جُرْمِهِ لَيُعَذِّبَنِّي عَلَى ذُنُوبِي عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ غَيْرِي". [1]

یعنی دُوسری صُورت پر معنیٰ یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا میں یہ ہے کہ ہر شخص کو اُس کے جرم پر اللہ تعالیٰ سزا دے گا تو البتہ مجھے میرے گناہوں پر ایسی سزا دے گا کہ جہانوں میں کسی کو نہ دی ہوگی۔

امام ابُومحمد حسین بن مسعود بغوی شافعی [م516ھ] ''شرح السنۃ'' میں فرماتے ہیں کہ:

" لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي" مَعْنَاهُ: قَدَّرَ بِالتَّشْدِيدِ مِنَ التَّقْدِيرِ لَا مِنَ الْقُدْرَةِ". [2]

یعنی "لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي" میں لفظ قدر دال کی تشدید کے ساتھ قدر کے معنی میں ہے جو تقدیر سے ماخوذ ہے، قدرت سے ماخوذ نہیں۔ اس بارے میں مزید تفصیل فقیر نے اپنے ایک وڈیو کلپ میں بیان کی ہے، طالبِ تفصیل اُسے مُلاحظہ فرمائیں۔

---

[1] الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار فيما تضمنه الموطأ من معاني الرأي والآثار وشرح ذلك كله بالإيجاز والإختصار. ج8 ص368-369، دار قتيبة - دمشق، دار الوعي - حلب

[2] شرح السنة، ج14 ص382، المكتب الاسلامی، بیروت

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''بہرحال وجوہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور و ادراک یا ارادہ اختیار ائل [زائل] ہو جاتا ہے، پس اگرچہ واقعہ مسئول عنہا میں سکر، جنون، اکراہ، عنہ [عتہ] نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کردیا جائے کہ اس نے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں''۔[1]

الجواب: اگر دیوبندی مفتی کے نزدیک دُوسرے اَسباب بھی سلبِ اِختیار کے موجود ہیں تو پھر کیا ان اَسباب کو مُریدِ تھانوی تک محدود رکھیں گے یا سلبِ اِختیار کے یہ کشیدہ کردہ معاملات دُوسرے افراد کیلئے بھی ہیں۔اور پھر دیوبندی مفتی نکاح وطلاق، بیع وشراء واقرار اور زندگی کے دُوسرے مسائل کے لئے کون سا فتویٰ دیں گے۔ان دُوسرے اَسباب کو ان مسائل میں بھی شُمار کریں گے یا نہیں؟

مثلاً کوئی شخص یہ کہہ دے مجھے سسرال والوں کا انتہائی خوف تھا اس کی وجہ سے زُبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے، لہٰذا مجھے مُریدِ تھانوی کی طرح مسلوبُ الاختیار سمجھیں کہ شدّتِ خوف کی وجہ سے عقل بَرقرار نہ رہی، کیا دیوبندی موصوف اس کے عذر کو قبول کریں گے اور عدمِ وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیں گے؟؟

اک نگاہ پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کتبِ فقہیہ میں مجنون کے تصرفات کے عدمِ وقوع کا فتویٰ موجود ہے اس لئے کہ وہ مسلوب العقل ہوتا ہے۔بقول دیوبندی مفتی شدّتِ خوف سے آدمی بے اِختیار ہو جاتا ہے اور اس کے نزدیک زوالِ شعور و اِدراک کے بہت سے اَسباب ہیں تو پھر طلاق کے مسائل میں ان

---

[1] دفاع، ج1 ص879، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

زوالِ شعور و اِدراک کے بہت سے اَسباب کو مان لیں گے یا پھر ان کا یہ اجتہاد صرف مریدِ تھانوی کے لئے ہی ہے؟۔ الغرض ان کا یہ فتویٰ انتہائی جہالت پر مبنی ہے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی نے لکھتا ہے کہ:

''پس اگرچہ واقعہ مسئول عنہا میں سکر، جنون، اکراہ، عنہ [عتہ] نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کردیا جائے کہ اس نے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں''۔[1]

الجواب: آپ ہی بتائیں کہ جب مُرید تھانوی کو سکر، جنون، اکراہ، عتہ لاحق نہیں تھا پھر زوالِ شعور و اِدراک بے اِختیاری کا کون سا سبب تھا جو اس کو لاحق تھا جس کی وجہ سے ہم اسے فاتر العقل اور سالبُ الاختیار قرار دے کر معذور قرار دیں۔ پُورے فتوے میں تو آپ نے کوئی ایسا سبب لکھا نہیں جو اس کی معذوری کا سبب بن سکے اور وہ فتوے سے بچ جائے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد دوسرا امر تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کیجائے گی یا نہیں اس کے متعلق گذارش جو کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے۔ اول یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری کس قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہوسکتا ہے، واضح ہو کہ صاحب واقعہ کا قول یہ ہے (لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں ''اللّٰھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا زید''۔ حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان

[1] دفاع، ج1 ص879، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی، اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کیلئے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ عام طور پر وہ آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ کر اپنی منامی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے اختیاری طور پر وہی غلطی سرزد ہوتی ہے اور اس کی زبان اس کے ارادے اور اس کے اعتقاد کے ساتھ موافقت نہیں کرتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غلطی اس سے خطاءً سرزد ہوئی''۔[1]

الجواب: (1) تصدیق وعدم تصدیق کی بحث اُس وقت ہوگی جب اس کا کلام اُصول شریعت میں مقرر اَسبابِ بے اِختیاری ومجبوری پر مبنی ہو۔ جب اس کے کلام سے ہی اس کے لئے بے اِختیاری ومجبوری ثابت نہیں ہو رہی تو پھر تصدیق وعدم تصدیق کا کیا معنیٰ؟

دیوبندی مفتی مُریدِ تھانوی کیلئے سلبِ اختیار و زوالِ شعور و ادراک کے اسباب میں سے کوئی سبب بھی ثابت نہیں کر سکا اور خواہ مخواہ تصدیق وعدم تصدیق کی بحث کے دَر پے ہونے کا قصد ظاہر کیا۔

(2) مُریدِ تھانوی نے حالتِ بیداری میں ''اللهم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی'' پڑھا۔ حالتِ بیداری میں ایسا پڑھنا صریح کُفر ہے۔ اُس کا یہ کہنا کہ بے اِختیار ہوں، زُبان اپنے قابو میں نہیں، دروغ بے فروغ ہے اِس لئے کہ بے اِختیاری کا کوئی سبب موجود نہیں۔

کیا وہ پاگل تھا فاتر العقل تھا، جو اس کی زُبان سے یہ کُفریہ کلمہ نکلا، اس پر کونسا اِکراہ تھا، جس کے باعث اس کو مجبور سمجھا جا سکے زُبان اس کے قابُو میں نہیں، کیا وہ نشے میں تھا کہ شرابیوں کی طرح زُبان سے کُفریہ باتیں بک رہا تھا، بہرکیف کوئی بھی سبب موجود نہیں۔

[1] دفاع، ج1 ص879-880، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

لہٰذا مُرید تھانوی کا مجبوری و بے اختیاری کا بہانہ بنانا عذر لنگ کی مانند ہے۔ اِسے خطا قرار دینا بھی دُرست نہیں، جس کو خُود ملّاں خلیل انبیٹھوی نے بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس نے خُود لکھا ہے: ''نہ یہاں خطاء ہے''۔[1]

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دھلوی کی تضاد بیانی

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ بلا قصد شعور و ادراک کی حالت میں جو کلمہ زبان سے نکل جائے وہ خطا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ صاحؒ [صاحب] واقعہ کا ان الفاظِ کفریہ کے ساتھ تکلم کرنا خطاءً ہے''۔[2]

الجواب : اس عبارت میں مریدِ تھانوی کیلئے خطا ثابت کرنے کیلئے بِلا قصد و شعور و ادراک کے الفاظ لکھے ہیں یعنی اس سے یہ الفاظ بِلا قصد و شعور و اِدراک کے نکلے تھے، مگر اس سے پہلے خُود کفایت اللہ دھلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''لیکن واقعہ مسئول عنہا میں نہ تو وال [زوالِ] شعور و زوال عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعات مذکُورہ کی بنا پر زوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا اِدراک بیان کرتا ہے...... اس لئے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور و ادراک کے کلمہ کفریہ کہتا ہے''۔[3]

اِس عبارت میں خُود کفایت اللہ دھلوی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ مُریدِ تھانوی تکلم بکلمۃ الکفر کرتے وقت صاحبِ اِدراک تھا، اُس پر زوالِ شعور و زوالِ عقل و اِدراک کا حکم لگانا صحیح نہیں، مگر آگے چل کر کفایت اللہ دہلوی صاحب خُود تضاد بیانی کا شکار ہوگے۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 868، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج 1 ص 880، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج 1 ص 876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

بہرکیف کفایت اللہ دہلوی صاحب کے اُصول پر بھی خطا ثابت نہیں ہوتی۔ اِس لئے کہ خطا کی تعریف اُن کے نزدیک یہ ہے کہ بِلا قصد وشعور و اِدراک کے الفاظ نکلیں، مگر مفتی کفایت اللہ صاحب نے تو خُود تسلیم کیا ہے کہ مریدِ تھانوی تکلم بکلمۃ الکفر کرتے وقت صاحبِ اِدراک وشعور تھا، بِلاشعور و اِدراک نہ تھا، لہٰذا خُود ان کے مذہب پر بھی مُریدِ تھانوی کی خطا ثابت نہیں ہوتی۔

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دھلوی صاحب نے قاضی خان و بزازیہ سے خطاء کلمۃ الکفر زُبان پر جاری ہونے کے متعلق عبارات نقل کی ہیں جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے اِس لئے کہ مُریدِ تھانوی سے خطا ہی ثابت نہیں ہوتی، اُس نے یہ کلمات اپنے شعور و اِدراک کی موجودگی میں کہے ہیں۔ یہ کلمات کہنے کی حالتِ عین میں بھی اُن کے غلط ہونے کا اُسے پتا تھا، لیکن پھر بھی اس نے تکلم کیا، اور عذر گھڑا کہ وہ بے اِختیار و مجبور ہے۔ اُس کا یہ عذر نا قابل مسموع ہے جس کی وضاحت سابقہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ لہٰذا اِن عبارات کو مریدِ تھانوی سے کوئی تعلق نہیں۔

آگے چل کر ص 880 سے ص 881 پر دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی کی عبارات میں دیانۃً یا قضاءً خطاء حکم کُفر کی بحث لکھی ہے۔ دیوبندی مفتی کی یہ بحث اِنتہائی لغو اور بے محل ہے، کیونکہ موصوف کو سب سے پہلے مُریدِ تھانوی کی خطا ثابت کرنی تھی، مگر وہ مریدِ تھانوی کی خطا ثابت نہ کر سکے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے جو دلائل بیان کئے اُن کا حشر بھی آپ کے سامنے ہے۔ خطا کے مفروضے دیانۃً اور قضاءً کی بحثیں فضول ہیں، اس لئے کہ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

انہوں نے اپنی اس دِفاعی عمارت کی بُنیاد مسئلہ خطاء پر رکھی ہے، اور مُریدِ تھانوی کا تکلم بکلمۃ الکفر خطا ثابت ہوتا نہیں۔ لہٰذا ان کی اگلی بحث قبل اَز وقت "آب ندیدہ موزہ

کشیدہ" کی مانند قرار پائے گی۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مختل ہو گئے خود اس کے بیان میں موجود ہے کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثر نا طاقتی بدستور تھا"۔[1]

الجواب: مگر تھانوی صاحب تو اس واقعہ کو اپنی پارسائی کی دلیل بنا رہے ہیں، اور اپنے مُرید کو تسلی دے رہے ہیں جس کی جانب وہ رُجوع کر رہا ہے وہ متبع سنّت ہے، یعنی تھانوی نے اس واقعہ سے اپنی پارسائی پر دلیل پکڑی، مگر دیوبندی مفتی مُریدِ تھانوی کے اَفعال کو مختل قرار دے رہے ہیں۔ جب اس کے اَفعال مختل ہو گئے تو پھر تھانوی کی پارسائی کی کیسے دلیل ہو گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس پُورے واقعہ میں تھانوی کو بھی اپنے مُرید کے اَفعال مختل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ لہٰذا دیوبندی مفتی کفایت اللہ دھلوی صاحب کا اَفعال کے مختل ہونے کا بہانہ بیان کرنا بھی دُرست نہیں۔

دیوبندی مفتی کفایت اللہ دھلوی صاحب کو اِتنی لمبی چوڑی تحریر لکھنے کے بعد بھی تسلی و اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے بطور ضمیمہ ردّۃ کے قضاءً و دیانۃً واقع ہونے کی بحث لکھی ہے، اور یہ بحث ص 883 سے 889 تک تقریباً چھے صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس بحث کا مسئلہ کے جزو (یعنی مُریدِ تھانوی سے جو واقع ہوا۔ اُس میں اس کیلئے سلبِ اِختیار ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی زوالِ شعور و اِدراک ثابت ہوتا ہے) پر کوئی بحث نہیں اور جو بحث لکھی ہے اس میں بھی دَجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین

---

[1] دفاع، ج1 ص882، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

طلاق، پھر اُس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے عصی ادَمَ ربهٗ کے میم پر زیر اور ربہ کی با پر پیش پڑھ گیا۔اس کی زوجہ نے یہ غلطی سن لی تھی، زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری طلاق کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معلق کیا تھا، اور اس نے نماز ادا نہیں کی، کیونکہ مذکورہ بالا غلطی اُس نے کی ہے، جس سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس لئے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلقہ ہوگئی ہوں، قاضی نے زید سے دریافت کیا، اس نے غلطی کا اقرار کیا، مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھ سے خطا ہوئی ہے، قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا، اس لئے میری نماز صحیح ہوئی، اور وجود شرط نہیں ہوا۔

قاضی نے زوج کے اقرار بالخطاء کو تسلیم کر کے اس کی صحت نماز کا حکم کر دیا اور زوجہ کا دعویٰ طلاق بوجہ اس کے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی، خارج کر دیا''۔ [1]

الجواب: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے مسئلے کی جو صورت بنائی ہے اُس میں ہی دَجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے۔اِس لئے کہ سوال میں مذکورہ شخص سے پڑھنے میں خطا واقع ہورہی ہے اِس لئے طلاق واقع نہ ہوگی۔کیونکہ دورانِ نماز قاریوں سے خطا واقع ہوجاتی ہے۔یہ مشاہدہ بھی ہے جس کا اِنکار متصور نہیں۔مگر اس کا صورت متنازعہ فیہا سے کوئی تعلق نہیں، اِس لئے کہ جس نے قرأت میں غلط پڑھا، وہ اس بات کا مدعی نہیں کہ مجھے علم ہے کہ یہ غلط ہے، مَیں صحیح پڑھنا چاہتا ہوں مگر زُبان سے غلط نکل رہا ہے، بے اختیار ہوں، مجبور ہوں وغیرہ وغیرہ۔ایسی صورت میں کیا اس کے دعویٰ کو قبول کیا جا سکتا ہے۔یا شریعت کی روشنی میں اس کے دعویٰ کو تولا جائے گا کہ اس کا یہ دعویٰ صحیح بھی ہے یا غلط۔

اِسی طرح ہم جب مُریدِ تھانوی والے واقعے کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس مسئلہ میں خطا نظر نہیں آتی، بلکہ وہ صاحبِ ادراک وشعور ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس کو عین تکلم کی حالت میں بھی

---

[1] دفاع، ج1 ص883-884، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اِدراک ہے کہ اس کے منہ سے کُفریہ کلمہ نکل رہا ہے۔

لہٰذا مریدِ تھانوی والے واقعے کو دیوبندی مفتی کفایت اللہ صاحب کے بنائے ہوئے سوال سے کوئی تعلق نہیں۔خواہ مخواہ کفایت اللہ صاحب نے غیر متعلق سوال بنا کر مریدِ تھانوی کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اعتراض: دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار اُمور قلبیہ میں سے ہیں اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دُوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہوسکتی، جب تک صاحب معاملہ خود اقرار نہ کرے''۔[1]

الجواب: اِس دیوبندی مُفتی پر ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جسے دیوبندی دھلی کا بڑا مفتی قرار دیتے ہیں، جسے فقہ کی ابتدائی کتابوں کا بھی پتا نہیں، اختیار اُمور قلبیہ میں سے کیسے ہوگیا۔اللہ تعالٰی نے انسان کو ان کے اپنے اَفعال میں خُود مختار بنایا ہے۔اس کی نشست و برخواست، گفتار و رفتار اِس کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔مجنون سے جو اَفعال واقع ہو رہے ہوتے ہیں اُن میں چونکہ عقل کارفرما نہیں ہوتی۔زوالِ عقل کے باعث اس کے اَفعال کا اِعتبار نہیں کیا گیا۔اسی طرح بچے سے واقع ہونے والے مخصوص اَفعال میں اس جوہرِ عقل کو ان افعال کیلئے ناکافی قرار دیا گیا،اِس لئے ان اَفعال کا اعتبار نہیں کیا گیا۔لیکن اگر کوئی شخص پاگل نہیں بچہ، سکران نہیں اور ان اسباب میں سے کوئی سبب جو کتب شریعت میں مَرقُوم ہیں اسے لاحق نہیں، اس صورت میں اس کے افعال میں اس کو مختار مانا جائے گا۔مگر دیوبندی مفتی صاحب اِختیار کو بھی قلبی معاملہ قرار دے رہا ہے۔

مُریدِ تھانوی کے واقعے میں نہ تو اس پر کوئی اِکراہ ہے،اور نہ ہی اس کو مرض یا سبب معتبر لاحق ہے جس کی بنیاد پر اس کو سالبُ الاختیار قرار دیا جائے۔لہٰذا تکلم بکلمۃ الکفر

---

[1] دفاع، ج1 ص886، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

میں اس کو مختار ہی مانا جائے گا۔اور جہاں تک خطا کی بات ہے تو اس کے متعلق بھی ہم مُلاں خلیل انبیٹھوی سے نقل کر چکے ہیں کہ یہاں خطا نہیں، لہٰذا کفایت اللہ دہلوی صاحب کی وکالت بے سُود ثابت ہوئی۔ بہر کیف تقریباً چھ (6) صفحات پر مشتمل بحث اِرتداد کے قضاء ً ودیانۃً ثابت ہونے پر لکھی گئی جس کا براہِ راست ہمارے موضوع سے تعلق نہیں۔ اِس لئے اس بحث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف موضوع سے متعلق ابحاث کو نقل کرتے ہیں۔

اعتراض: ''رہا امر دوم سو وہ منقح ہوسکتا ہے، پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے بالاضطرار کلمات معلومہ نکلے، اس میں دو جز ہیں، ایک یہ کہ میری زبان سے کلمات کفر نکلے۔

دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا، اور میں نے بقصد یہ الفاظ نہیں کہے، جزو ثانی توضیح ہے جزو اول کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے رد و قبول کا حق اصالۃً دو شخصوں کو ہوسکتا ہے اول قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الجملہ بینونت سے بھی ہے''۔[1]

الجواب: زبان سے کلماتِ کُفر نکلنے کا وہ خُود معترف ہے، باقی اس کا یہ کہنا کہ مجبور تھا، یہ کہنا دُرست نہیں۔ اِس لئے کہ اس پر کسی کا اِکراہ نہ تھا، اور یہ اَلفاظ کہنے کیلئے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا، لہٰذا اس کا اپنے آپ کو مجبور کہنا دُرست نہیں۔ اس لئے بحالتِ بیداری پُورے ہوش و حواس کے ساتھ اور عین تکلم کی حالت میں شعور و اِدراک کی موجودگی میں اُس نے وہ الفاظ نکالے۔ ایسا بھی نہیں کہ لاشعوری طَور پر اس کی زُبان سے یہ الفاظ نکل گئے ہوں، جیسے خطا میں ہوتا ہے کہ عین تکلم کی حالت میں اسے اِحساس نہیں ہوتا، بعد میں احساس ہوتا ہے۔

(2) پھر یہ کہنا کہ اس کے رَد و قبول کرنے کا حق اصالۃً دو شخصوں کو ہوسکتا ہے، قاضی اور

---

[1] دفاع، ج1 ص892، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

زوجہ تو پھر تھانوی صاحب نے اس واقعہ کی تصدیق کیوں کی؟
کیا وہ قاضی تھے یا اس کی زوجہ؟

جب تھانوی نے اس واقعہ کو قبول کرلیا تو اَب یہ کہ قاضی اور زوجہ کو رَدّو قبول کا حق ہے دُرست نہیں۔ اور دیوبندیوں نے یہ بات لکھ کر دُوسرے علماء کو اس واقعہ کو رَد کرنے سے روکا ہے تاکہ بَروقت ان کو کہہ سکیں کہ آپ کیوں اس واقعے کو رَد کررہے ہیں، یہ حق تو صرف قاضی یا اس کی زَوجہ کو ہے۔ مگر تھانوی صاحب نے اِس واقعہ کو قبول کیا۔ اب دیوبندی موصوف بتائیں کہ تھانوی صاحب قاضی تھے یا اُس کی بیوی؟

اعتراض: ہم نہیں مانتے کہ اُسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ آخر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا، حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو درکنار خُود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بہت سے آثار آرمی [آدمی] کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا"۔[1]

الجواب: مفتیانِ دیوبند سبب مزیل اِختیار کو بیان نہ کرسکے کیونکہ مُرید تھانوی کے واقعے میں کوئی بھی سبب مزیل اِختیار موجود نہیں۔ یہاں تک کہ مفتیانِ دیوبند تحریر میں تو مرید تھانوی کو بھی سبب مزیل اختیار کا پتہ نہیں پھر بھی مفتیانِ دیوبند مریدِ تھانوی کو مجبور و بے اِختیار قرار دے رہے ہیں۔ مفتیانِ دیوبند کی یہ کوشش مدعی سست گواہ چست کی مانند ہے۔

مُرید تھانوی کوئی بھی سبب مزیل اِختیار بیان نہیں کر رہا اور نہ ہی اس کی تحریر سے ایسا کوئی سبب مزیل اختیار معلوم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی اس کے بے اِختیار و مجبور ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے یہ مدعی سست گواہ چست والی کہانی نہیں تو اور کیا ہے؟

---

[1] دفاع، ج1 ص904-905، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اعتراض: ''اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی، اور محبت آدمی کو درجہ اضطرار وسقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجہ اضطرار تک پہنچا دیتی، تو حدیث میں اطرار سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال بسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے''۔[1]

الجواب: مُریدِ تھانوی سے تکلم بکلمۃ الکفر کا سبب محبت تھانوی ہی ہے، جیسا کہ وہ خُود بیان کرتا ہے: ''حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا''۔[2]

اھم نوٹ: افسوس صد افسوس! کہ ساجد خان نے جب اس واقعہ کو نقل کیا تو تین مقامات جہاں صاحبِ واقعہ نے لفظ'' حضور'' تھانوی جی کے لئے استعمال کیا تھا وہاں لفظ'' حضور '' کے ساتھ دُرود شریف لکھ دیا۔ پہلے دو مقام مندرجہ ذیل ہیں:

''دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (یہاں درود پاک لکھا ہے) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور (یہاں بھی درود پاک لکھا ہے) کے پاس تھے''۔[3]

جبکہ تیسرا مقام: ''لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور (یہاں بھی درود پاک لکھا ہے) کا ہی خیال تھا''۔[4]

حالانکہ صاحبِ واقعہ حضور سے تھانوی کی بات کر رہا ہے کہ حالت خواب و بیداری میں تھانوی کا ہی خیال تھا۔

اگر دیوبندی موصوف نے عوام کو دُھوکہ دینے کیلئے حضور کے ساتھ ﷺ نہیں لگایا تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ مریدِ تھانوی کو حالت خواب و بیداری میں حضور اکرم ﷺ کا

---

[1] دفاع، ج1 ص905، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] رسالہ الامداد ص35 ماہ صفر 1336ھ

[3] دفاع، ج1 ص846، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[4] دفاع، ج1 ص846، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

خیال تھا، تو موصوف اس کی اصلاح فرمالیں۔

اور اگر دیوبندی موصوف اپنی عادت ثانیہ بات بے بات ضد و بحث کرنے پر آنا چاہیں اور یہاں پر بھی وہ حضور سے مُراد حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ بابرکات مُراد لینا چاہیں تو ہم موصوف کی اسی کتاب ''دفاع'' سے حوالہ نقل کر دیتے ہیں کہ یہاں پر مُریدِ تھانوی نے تھانوی مُراد لیا ہے، حوالہ مُلاحظہ کریں:

''لیکن حالتِ خواب و بیداری میں زید کا ہی خیال تھا''۔ [۱]

اس حوالے میں تصریح ہے کہ مُریدِ تھانوی کو حالتِ خواب و بیداری میں تھانوی کا ہی خیال رہا۔ لہٰذا تکلم کا سبب محبّت تھانوی ہی ہے۔

اس کا اِنکار کرنا خواہ مخواہ کی بحث برائے بحث ہے، اور پھر یہ کہنا کہ:

''پس اگر محبّت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑنا چاہئے تھا''۔ [۲]

یہ بھی حقیقت واقعہ کو جھٹلانے کی کوشش ہے، اس لئے کہ اس کے دِل میں تھانوی کی محبت و عقیدت اس قدر تھی کہ اُس کا قلبی رُجحان تکلم بکلمۃ الکفر کی صورت میں زُبان پر آ گیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس کے عقیدہ پر کوئی اثر نہیں پڑا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ اس کے دل میں تھانوی کے متعلق جو عقیدہ تھا وہ زُبان سے اس نے بیان کر دیا۔

باقی اس کا دعویٰ کہ اس نے صحیح پڑھنے کی کوشش کی، یہ بھی دِل و دماغ کی کشمکش تھی کہ دِل کی سنوں یا دماغ کی۔ اس کے دِل میں جو تھا وہ اس کی زُبان پر آ گیا، لہٰذا یہ کہنا کہ عقائد تغیر سے محفوظ تھے دُرست نہیں اس لئے کہ یہ اس کی قلبی کیفیت تھی جو اس کی زُبان پر آ گئی، اس نے اپنی زبان سے اپنے قلبی عقائد کا اظہار کر دیا۔ کیونکہ خُود دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ:

---

[۱] دفاع، ج1 ص861، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص905، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

''زُبان دِل کی ترجمان ہے''۔[1]

اعتراض: ''ثانیا یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیارت [اختیارات] تک نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعوی ہے جس کو نہ عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ اطباء''۔[2]

الجواب: پھر یہ اُصول مریدِ تھانوی تک محدود کیوں ہے، دُوسرے لوگوں پر بھی اس اُصول کا استعمال کیوں نہیں کرتے؟

اگر کسی نے پیر کی محبّت وتعظیم میں پیر کو سجدہ کر دیا، مزار پر سجدہ کر دیا تو پھر دیوبندی اُصولوں کی روشنی میں وہ شخص بھی معذور ہونا چاہئے کہ اُس نے بے اِختیاری میں سجدہ کیا ہے۔ اور محبّت مزیل اختیار ہے اس لئے سجدہ کرنے والا معذور ہے، یا محبّت میں آکر اگر کوئی شخص اپنے پیر کیلئے مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرتا ہے جو کہ شریعت میں جائز نہیں تو اس شخص کو معذور قرار کیوں نہیں دیتے؟

اور یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس نے محبّت میں ایسا کیا اور محبّت مزیل اختیار ہے، لہٰذا اس شخص پر کوئی فتویٰ نہیں۔

کیا دیوبندی موصوف ان باتوں کو قبول کریں گے، اگر نہیں تو پھر مُریدِ تھانوی کیلئے محبت کی وجہ سے سقوطِ اختیار کا فیصلہ دینا چہ معنی دارد؟

اعتراض: ''ثانیاً دعویٰ مذکور پر نہی اطرار سے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخاطب ارباب ہوش واختیار ہیں، نہ کہ عشاق مسلوب العقل اور مجانین غیر مکلف''۔[3]

---

[1] مرغوب الفتاویٰ، ص339

[2] دفاع، ج1 ص905، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص905، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: جب حدیث نہی اطراء کے مخاطب اَربابِ ہوش واختیار ہیں اور عشاق مسلوبُ العقل نہیں، تو پھر مریدِ تھانوی کو وہ کس درجہ میں رکھیں۔

اربابِ ہوش واختیار میں شُمار کرتے ہیں یا عشاق مسلوبُ العقل میں؟

اگر عشاق مسلوبُ العقل میں شُمار کرتے ہیں تو پھر خُود کفایت اللہ دہلوی صاحب کی تحریر ان کی تردید کرتی ہے جس میں اُنہوں نے تسلیم کیا ہے کہ:

''مَیں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور وادراک کے کلمہ کُفر کہتا ہے''۔[۱]

اگر اس کو اَربابِ ہوش واِختیار میں شُمار کرتے ہیں پھر خُود انہیں حدیث نہی اطراء کا مخاطب تسلیم کرنا پڑے گا اور مُرید تھانوی نے اس حدیث کی مخالفت کی، اور تکلم بکلمۃ الکفر کا اِرتکاب کیا اور اس کا سبب تھانوی کی غلو آمیز محبّت تھی۔

اعتراض: اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطراب وسلبِ اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ نادر ہے اور اُس اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اعتبار کیا، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظہّر [ظاہر] کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذمہ اس کی تعین لازم ہے، ہمارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے''۔[۲]

الجواب: مُلّاں خلیل انبیٹھوی نے بھی محبّت زید کو ہی اِس واقعہ کا سبب سمجھا ہے، چنانچہ وہ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

''اسکی بے اِختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس کو سالبِ اِختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبّت زید ہے''۔[۳]

---

[۱] دفاع، ج1 ص876، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص867، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

لہٰذا یہاں یہ کہنا کہ ''اس کا سبب محبّت زید نہیں'' سراسر جھوٹ اور دُھوکہ دہی ہے۔اور صاحبِ تحریر کو خُود بھی اندازہ ہے کہ اس کی تحریر میں کوئی دَم نہیں اس لئے انہوں نے بے اِختیاری کا سبب متعین کرنے کیلئے راہِ فرار اِختیار کی، جیسے وہ لکھتے ہیں کہ

''ہم ظُہر (ظاہر) کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے''۔[۱]

حالانکہ یہاں ایک شرعی مسئلہ چل رہا ہے ایک شخص نے ختم نبوت پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔تھانوی کیلئے نبوت کا اِقرار کیا ہے، اس کو دیوبندی بے اِختیار قرار دے رہے ہیں تو ان کی ذمہ داری ہے کہ بے اِختیاری کا سبب بھی بیان کریں کہ وہ کیوں بے اِختیار تھا، بے اِختیاری کے اسباب میں سے کون سا سبب اسے لاحق تھا۔

مگر افسوس کہ صاحبِ تحریر نے سبب متعین کرنے سے راہِ فرار اختیار کی، اور لکھا کہ:

''اور نہ ہمارے ذمہ اس کی تعین لازم ہے''۔[۲]

اس سے زیادہ دیوبندیوں کی اور کون سی شکست ہوسکتی ہے کہ وہ کُفریات بکنے والے کو سالب اِختیار قرار دے رہے ہیں، اور سلبِ اختیار کا کوئی سبب بھی بیان نہیں کر رہے۔آخر اس کی وجہ ماسوائے اس کے کیا ہوسکتی ہے کہ انہیں علم تھا کہ مُریدِ تھانوی کو کوئی بھی ایسا سبب لاحق نہیں جس کی وجہ سے اُس کو معذور قرار دیا جا سکے۔اس لئے اُنہوں نے سبب متعین کرنے سے راہِ فرار اِختیار کی، بلکہ اتنا لکھا کہ:

''ہمارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے''۔[۳]

---

[۱] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

وہ کون سا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے ہمیں بھی بتاؤ؟۔

بس خواہ مخواہ یہی لکھتے جا رہے ہو کہ بس ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے، ہمیں بھی بتاؤ کہ وہ کون سا سبب ہے تا کہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ کس وجہ سے مریدِ تھانوی کو سالب الاختیار قرار دیا گیا۔

اگر بالفرض مزیل اختیار سبب موجود ہے تو پھر اس واقعہ کی تائید کیوں کی گئی کہ اس میں تسلی تھی کہ تم جس طرف رُجوع کر رہے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنّت ہے۔ایک طرف تھانوی نے اس واقعہ کو اپنی بزرگی و پارسائی کی دلیل بنایا ہے،دُوسری جانب مُریدِ تھانوی کو مزیل الاختیار قرار دے کر اس واقعے کو بے اِختیاری کا واقعہ قرار دے کر عوام الناس کے سامنے اس واقعے سے لاتعلقی ظاہر کی جا رہی ہے۔ یہ دیوبندیوں کی دورنگی چال ہے اور یہ لوگ وکٹ کی دونوں جانب کھیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اعتراض: ''ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو نادر کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کہنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء منیں [میں] جنون بھی داخل ہے،اور عشق جنون کی ایک قسم ہے،کما صرح بہ الاطباء ویعرفہ من جربہ اور عرف احوال عشاق''۔[1]

الجواب: دیوبندیوں کے نزدیک محبّت مزیل الاختیار ہے اور اَسبابِ عامہ سے ہے جیسا کہ صاحبِ تحریر نے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو پھر سب کو اس کی اجازت کیوں چاہئے۔ اگر کسی سے بوجہ محبّت غیر شرعی فعل صادر ہوتا ہے تو بوجہ محبّت اس کو معذور سمجھنا چاہئے اور بے اِختیاری کے اَسباب عامہ میں سے پائے جانے والے عام سبب کے باعث یہ شخص معذور ہے۔دیوبندی اپنے ان اُصولوں کو صرف دیوبندیوں تک ہی کیوں محدود

---

[1] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

رکھتے ہیں، دُوسروں کیلئے ان قواعد کو روا کیوں نہیں رکھتے ؟۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے اپنوں اور غیروں کیلئے جداگانہ اُصول ہیں، جن اُصولوں کی بِنا پر وہ اپنوں کو مسلمان قرار دیتے ہیں، دُوسروں کے حق میں ان اُصولوں کی اِنحرافی کرتے ہوئے ان کو مشرک و بدعتی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔

اعتراض: ''اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لئے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، پس گو صاحب واقعہ حقیقۃً مختار نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیرِ بحث میں حکم عدم ردت کا منشاء یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہوسکتا، تا کہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ می[میں] نہ قصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں، پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لئے صاحبِ واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جا سکتا''۔[1]

الجواب: واقعہ سے ہی صاف ظاہر ہے کہ کلماتِ کُفریہ کا سبب مُریدِ تھانوی کی غلو آمیز محبت ہے، اور مُریدِ تھانوی نے غلو آمیز محبت سے سَرشار ہو کر اپنے ہوش وحواس کے ساتھ شعور و اِدراک کی موجودگی میں اپنے اختیار سے کلماتِ کُفریہ بکے۔

اس کا مجبور و بے اختیار ہونے والا عذر لنگ بے بنیاد ہے، وہ کوئی بے اختیاری کا شرعی عذر پیش نہ کر سکا۔ رُکن ردّت کا اِنکار کرنا دُرست نہیں اس لئے کہ اجراءِ کلمۃ الکفر علی اللسان پایا

---

[1] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

جاتا ہے جو کہ مُرید تھانوی سے بحالتِ بیداری شعور و اِدراک کی موجودگی میں واقع ہوا ہے یہاں خطا بھی نہیں ہے، جیسا کہ مُلاں خلیل انبیٹھوی نے تصریح کی ہے۔

لٰہذا یہ کہنا کہ رکن ردّۃ نہیں پایا جاتا دُرست نہیں۔ اور تبدل اِعتقاد کے عدم وقوع کا دعویٰ بھی بے دلیل ہے۔ اِس لئے کہ مُریدِ تھانوی نے تھانوی کی غلو آمیز محبت میں مبتلا ہوکر کُفریہ کلمات بکے، جو تبدل اِعتقاد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ باعث اِن الفاظ کا تھانوی کی غلوآمیز محبّت ہے جو کہ تبدل اِعتقاد پر دلالت کرتی ہے۔

اعتراض: ''روایت سیر کبیر منقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کلمہ کفر مسیح ابن اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسبابِ عامہ مثل جنوں یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب ہوکر نہیں پایا گیا''۔[1]

الجواب: اس مثال کو پیش کرنا بھی دیوبندیوں کی جہالت ہے اس لئے کہ مسیح اِبنُ اللہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مَیں نے فی قول نصاریٰ بھی کہا تھا۔ اس کی وجہ سے فقہاء اس کو کیوں کافر قرار دیں؟ وہ تو عیسائیوں کا عقیدہ نقل کررہا ہے، کیا نقل عقیدہ پر بھی کُفر و اِرتداد کا فتویٰ دیا جائے؟ حقیقت ردّت یعنی تغیر اِعتقاد یا قصد فعل موجب کُفر کا پایا جانا تو کجا یہاں پر تو الفاظ کُفر بھی موجود نہیں اس لئے کہ مسیح ابنُ اللہ بَرقولِ نصاریٰ کہنا الفاظِ کُفریہ میں سے نہیں کیونکہ قائل تو عیسائیوں کا عقیدہ نقل کررہا ہے۔

جب اُس کے یہ کلمات ہی کُفریہ نہیں تو یہ بحث کرنا کہ حقیقت ردّت نہیں پائی گئی صرف عوام النّاس کے ذہن کو دُوسری جانب مبذول کرنے کی کوشش ہے اس لئے کہ مثال

---

[1] دفاع، ج1 ص906، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

مذکورہ کا مُریدِ تھانوی کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مُریدِ تھانوی سے تکلم بکلمات الکفر یہ ہوا جبکہ مثال مذکور میں قائل عیسائیوں کا عقیدہ نقل کر رہا ہے، دونوں میں کتنا فرق ہے وہ کسی عقلمند سے مخفی نہیں۔

اعتراض: ''کسی نے سکر محرم کا ارتکاب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ سکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وہ چونکہ وہاں تبدل اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لئے اس کو مرتد نہیں کہا جا سکتا''۔[1]

الجواب: سکران کو بھی مُریدِ تھانوی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ سکران سے تکلم بکلمۃ الکفر پر عدم اِرتداد کا فتویٰ اس پر مبنی ہے کہ ردّۃ کے شرائط میں عقل بھی ہے، چنانچہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے بحوالہ ''درمختار'' لکھا ہے کہ:

"وشرائط صحتها العقل والصحو"۔[2]

سکران بوجہ سکر مغلوب العقل ہوجاتا ہے، وہ صاحی نہیں بلکہ غافل ہے۔ لہٰذا شرط ردّۃ کی نہ پائی جانے کی وجہ سے اس پر ردّۃ کا حکم نہیں لگایا گیا۔ مگر مُریدِ تھانوی تو باہوش وحواس تھا۔ اس نے شعور و اِدراک کی موجودگی میں تکلم بکلمۃ الکفر کا اِرتکاب کیا۔ ایسی صورت میں مُریدِ تھانوی کو سکران پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

ایک دیوبندی کی مُلّاں خلیل انبیٹھوی پر ناراضگی

مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے لکھا تھا:

''گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے، ایک جہت وہ ہے کہ جس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہرا

---

[1] دفاع، ج1 ص906-907، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص867، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

'اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے،جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے''۔[1]

اس تحریر میں مُلّاں انبیٹھوی صاحب نے مُریدِ تھانوی کو قضاءً کافر قرار دیا ہے اور دیانۃً کافر ہونے سے اِنکار کیا ہے۔اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ''القول المحبوب'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

''ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ تھا بلکہ مختار تھا اور اس کا نتیجہ ہونا چاہئے کہ وہ دیانۃً بھی مرتبید [مرتد] ہو اور قضائۃً [قضاءً] بھی اور اس پر مرتد کیے [کے] تمام احکام جاری کئے جائیں،کیونکہ اُس نے بحالت صحت عقل و درستی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ بلکہ محض اپنی خوشی سے ایکایسا [ایک ایسا] فعل کیا جو موجب کفر تھا،اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں۔پس اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں نہ جاری کئے جائیں،حالانکہ واقعہ ے [کے] تمام پہلوؤں کو پیش نظر رھ [رکھ] کر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا،پس لازم ہے کہ یہ تمام خدشات مخدوش ہوں''۔[2]

الجواب: ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ان شبہات کا حاصل یہی ہے کہ مُریدِ تھانوی پر دیانۃً و قضاءً کُفر ثابت ہوتا ہے۔اُس نے باہوش وحواس،اِدراک وشعور کی موجودگی میں کلمہ کُفر بکا ہے،اُسے صرف قضاءً کافر قرار دینا اور دیانۃً کافر قرار نہ دینا،یا دیانۃً وقضاءً کافر قرار نہ دینا دیوبندیوں کے ہتھکنڈے ہیں۔

تھانوی اور مُریدِ تھانوی کو بچانے کیلئے دیوبندیوں نے شگوفے اور چٹکلے چھوڑے ہیں۔ کُتبِ فقہ میں کوئی اَیسا عذر مَرقُوم نہیں جس کی بِنا پر مُریدِ تھانوی کو معذور قرار دیا جائے۔

مذکُورہ بالا تحریر میں'' القول المحبوب ''والے نے مُلّاں انبیٹھوی صاحب پر تنقید کی ہے کہ اُنہوں نے شبہات بیان کئے ہیں۔ان شبہات کی روشنی میں وہ

---

[1] دفاع،ج1ص869،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور

[2] دفاع،ج1ص907،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور

شخص دیانۃً وقضاءً کافر ومرتد ہو،مگر مُلّاں انبیٹھوی صاحب نے اُسے صرف قضاءً کافر ومُرتد قرار دیا وہ دُرست نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان شبہات کی رُوشنی میں مُریدِ تھانوی قضاءً ودیانۃً کُفر کا مُرتکب ہے۔مگر مُلّاں انبیٹھوی صاحب نے صرف اسے قضاءً کافر اس لئے کہا کہ کسی طرح اس کا کچھ بچاؤ ہو جائے کیونکہ اپنے تھانوی جی بھی ملوث پائے گئے تھے۔

بہرکیف یہ دیوبندیوں کی دورنگی پالیسی ہے۔ان شبہات کا خاطر خواہ جواب ان تحریروں میں مذکُور نہیں۔خواہ مخواہ غیر متعلقہ باتیں کر کے جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔راقم نے اسی لئے ان کی ہر کوشش کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

اعتراض: ''اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا،لیکن قاضی اس کو نہیں مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اُس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نامسموع ہوگا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کہ واقعہ صدور کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اولاً وہ اقرار صدور کلمات کرے اور دوسرے وقت وہ عذر کرے،لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلہ [بلکہ] وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا عذر نامقبول ہے''۔[1]

الجواب: یہ بھی دیوبندیوں کا ڈھونگ ہے،کوئی بھی اس شخص کو معذور قرار نہیں دے سکتا۔ اِس لئے کہ اعذار شرعیہ میں سے کوئی عذر اِس کو لاحق نہیں۔

قاضی ہو یا مفتی کوئی بھی اسے مجبور ومعذور قرار نہیں دے سکتا، کیونکہ کوئی وجہ شرعی بے اختیاری کی ہونی چاہئے۔عین تکلم کی حالت میں اس شخص کا اِدراک وشعور موجود ہے،لہٰذا

---

[1] دفاع،ج1ص907،مکتبہ ختم نبوۃ،پشاور

خطا بھی نہیں۔ البتہ اس کا عذر کہ مجبور ہے، بے اختیار ہے، قطعاً دُرست نہیں، اس لئے کہ بحالتِ بیداری پُورے ہوش وحواس کے ساتھ کلمۃ الکفر کا تکلم کرتا ہے۔ لہٰذا اُس کی اِس بونگی کو کوئی بھی قبول نہیں کر سکتا کہ وہ مجبور اور بے اِختیار تھا۔

اعتراض: ''اس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں''۔[1]

الجواب: دیکھیں اگر کوئی شخص اپنے عقل وشعور کی موجودگی میں بِلا اکراہ تکلم بکلمۃ الکفر کرتا ہے تو ہم اسے تکلم بکلمۃ الکفر میں اپنی طرف سے مجبور ومعذور قرار نہیں دے سکتے تا وقت کہ اعذارِ شرعیہ میں سے کوئی عذرِ شرعی ظاہر ہو، لہٰذا دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ:

''اس کا سبب ظاہر نہیں''۔

دراصل یہ تسلیم کرنے کی مانند ہے کہ وہ مُرید تھانوی کیلئے کوئی بھی عذر شرعی ثابت نہیں کر سکے ہیں۔ جب کوئی عذر شرعی موجود نہیں تو لامحالہ مفتی اس پر تکلم بکلمۃ الکفر کی وجہ سے حکم کُفر بھی صادر فرمائے گا۔ لہٰذا تھانوی کا اپنے مُرید کی تائید کرنا رضا بالکفر کے حکم میں ہے۔

اعتراض: ''اور امور کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہوا یا کسی اور دلیل سے اور اگر اس کے بیان سے ہوا تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا خود اقرار ہی میں عذر موجود ہے اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، ایا دیندار ہے یا بددین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کر لی جاوے۔ اور اس کے بعد بھی متہم معلوم ہو، اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تاویل خُ اف [خلاف] ظاہر ہے''۔[2]

---

[1] دفاع، ج1 ص907، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص907-908، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: صاحب واقعہ تاویل نہیں کر رہا بلکہ تھانوی کی محبّت میں جو کُفریہ کلمہ کہہ رہا ہے اس کیلئے عذر تراش رہا ہے کہ زُبان اپنے قابو میں نہیں، بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، اسکی یہ بہانے بازی ہے، جس طرح کوئی کسی کو سجدہ کرے اور کہے کہ سَر میرے اختیار میں نہیں، مجبور ہوں، بے اختیار ہوں، سجدہ کر دیتا ہوں، تو کیا مفتیانِ دیوبند اُس کے ان عذروں کو قبول کر لیں گے اور اس کو مجبور قرار دیں گے؟۔

جب ایسا نہیں تو پھر مُریدِ تھانوی کیلئے اس عذر کو قبول کرنا کیسے دُرست ہوگا۔ باقی جو اعتراض میں باتیں لکھی گئی ہیں وہ جذباتی اور غیر فقہی باتیں ہیں۔ ان کا اس مسئلے میں کوئی دخل نہیں۔ اگر مفتیانِ دیوبند کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں کہ مذکورہ باتیں مریدِ تھانوی کیلئے عذر بن سکتی ہیں اگر نہیں تو پھر خواہ مخواہ ہمارا اور قارئین کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔

اعتراض: ’’ثالثاً یہ کنجکاؤ کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق وخلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے اور ردّت میں یہ کاوش نہیں کہ جا سکتی‘‘۔[1]

الجواب: اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ کوئی شخص قادیانی کو زُبان سے نعوذ باللہ نبی کہے اور ساتھ میں یہ بھی کہے کہ میری زُبان قابو میں نہیں۔

دیوبندی اس سے کہیں کہ جس کی طرف تم رُجوع کر رہے ہو ٹھیک ہے (نعوذ باللہ) یا اس کی بات کو خلاف ظاہر ہی قرار دیا جائے گا۔ اُس کا دعویٰ اس صورت میں کہ شعور وادراک موجود ہو اور عین تکلّم کی حالت میں بھی زوالِ شعور وادراک نہ ہو اور اسے بخوبی معلوم ہو، اور کوئی اعذارِ شرعیہ میں عذر بھی لاحق نہیں تو دیوبندی اس کیلئے کیا کہیں گے۔ کیا پھر بھی اس کو معذور ومجبور قرار دیں گے۔

اعتراض: ’’دیکھیے واقعہ سیر کبیر میں باوجودیکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو المسیح ابن اللہ کہتے سنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول النصاریٰ [نصاریٰ] نہیں سنا، حالانکہ فی قول

[1] دفاع، ج1 ص908، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

النصاریٰ [نصاریٰ] ایک ایسا فقرہ ہے جو مسموع ہوسکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لیے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بینونت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے مسیح ابن اللہ سنا، انہوں نے فی قول النصاریٰ کیوں نہ سنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بینونت وردت سے گریز کرتا ہے پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہیے) پس جبکہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ بیچارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے''۔[1]

الجواب: یہ مسئلہ بھی غلط لکھا ہے، ''سیر کبیر'' میں اس کے برعکس بھی موجود ہے، جیسا کہ خُود ہی نقل کیا، ملاحظہ کریں:

"فان جاء ت المراۃ بشھود فقالوا سمعنا یقول المسیح ابن اللہ ولم یقل شیئا الخر [آخر] وقال الزوج قلت قول النصریٰ [النصازی] لانھم لم یمسعوا [لم یسمعوا] فان القاضی یجیز شھادتھم ویفرق بینہ وبین المراۃ"۔[2]

''یعنی اگر عورت نے گواہ پیش کر دیئے اور گواہوں نے کہا کہ ہم نے المسیح ابنُ اللہ کہتے ہوئے سنا ہے، اور اُس نے اِس کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ شوہر کہتا ہے کہ مَیں نے فی قول النصاریٰ بھی کہا تھا مگر انہوں نے نہیں سنا۔ پس قاضی ان کی شہادت کو قبول کرے گا اور شوہر وبیوی کے درمیان تفریق کرا دے گا''۔

اس حوالے میں تو موجود ہے کہ شوہر کی بات رَد کر دی جائے گی، اور گواہوں کی گواہی قبول کر کے بینونۃ کا حکم کر دیا جائے گا۔ مگر صاحبِ تحریر نے مسئلہ کو اُلٹ پیش کیا ہے، اور ''سیر کبیر''

[1] دفاع، ج1 ص908، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص897، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

کی عبارت کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

اعتراض: ''فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباحہ بولنا چاہے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہئے۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء محتاطین کے مسلک خلاف ہے، کمامر

ثانیاً روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا معارضہ بھی نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں راجح [راجح] ہونا تو در کنار۔

ثالثاً اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جزئیہ کا مبنیٰ بظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے، یا کم از کم اس کا مبنیٰ معلوم نہیں''۔ [1]

الجواب: فقہاء کرام نے ایک جزئیہ لکھا تھا:

"إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ مُبَاحَةٍ فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَاءً بِلَا قَصْدٍ لَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي". [2]

''یعنی جب کوئی شخص کلمہ مباحہ بولنا چاہے، اور بلا قصد خطاءً اُس کی زُبان سے کلمہ کُفر نکل جائے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا''۔

یہ جزئیہ دیوبندیوں کے خلاف تھا اِس لئے کہ بحالت خطا بھی قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا، مگر مُریدِ تھانوی سے خطا بھی ثابت نہیں، پھر تھانوی جی نے اس کی تصدیق کیسے کردی۔ پس یہ جزئیہ دیوبندیوں کے خلاف تھا اِس لئے دیوبندیوں نے اس جزئیہ کو ہی غلط قرار دیدیا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

تھانوی جی کے دفاع کے لئے دیوبندیوں کا فقھی جزئیه

[1] دفاع، ج1 ص908۔909، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] ردالمحتار علی الدرالمختار، ج4ص 229، دار الفکر-بیروت

کوغلط قرار دینا

حوالہ نمبر (1)

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت ''لا یصدقہ القاضی'' کا مبنیٰ بناء بر ظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہٰذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہوسکتا''۔[1]

حوالہ نمبر (2)

''یہ روایت فقہاء محتاطین کے مسلک [کے] خلاف ہے''۔[2]

حوالہ نمبر (3)

''اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جزئیہ کا مبنی بظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے، یا کم از کم اس کا مبنی معلوم نہیں''۔[3]

دس (10) حوالہ اس جزئیہ کے متعلق

حالانکہ یہ فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے اور فقہ کی ہر کتاب میں موجود ہے کہ خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا، حوالے ملاحظہ کریں:

حوالہ نمبر (1)

"فَلَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي فِي خِلَافِ الظَّاهِرِ".[4]

حوالہ نمبر (2)

"لَا يُصَدِّقُهُ الْقَاضِي لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ".[5]

---

[1] دفاع، ج1 ص902، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص908، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص908۔909، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[4] البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج4 ص339، دار الكتاب الإسلامي

[5] العنایۃ شرح الھدایۃ ج9 ص252، دار الفكر

''قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہے''۔

حوالہ نمبر(3)

"أراد صرف الكلام عن ظاهره فلا يصدقه القاضي في ذلك". [1]

''اس نے کلام کو اپنے ظاہر سے پھیرنے کی کوشش کی ہے،قاضی اس میں اُس کی تصدیق نہیں کرے گا''۔

حوالہ نمبر(4)

"أنه خلاف الظاهر لا يصدقه القاضي". [2]

''یہ خلافِ ظاہر ہے،قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا''۔

حوالہ نمبر(5)

"لَمْ يُصَدَّقْ فِي الْقَضَاءِ؛ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ". [3]

''قضاءً اس کی تصدیق نہیں ہوگی کیونکہ یہ خلافِ ظاہر ہے''۔

حوالہ نمبر(6)

"وَقد ادّعى خلاف الظَّاهِر فَلَا يصدق". [4]

''بے شک اس نے خلاف ظاہر کا دعویٰ کیا ہے اس لئے اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی''۔

حوالہ نمبر(7)

---

[1] المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه ج3 ص 512، دار الكتب العلمية بيروت

[2] المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه ج4 ص 223۔

[3] البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج4 ص 275، دار الكتاب الإسلامي

[4] الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير، ج1 ص 179، عالم الكتب، بيروت ۔

"لَا يُصَدَّقُ قَضَاءً عَلَى مَا عَلَيْهِ الْفَتْوَى لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ".[1]

''قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اس پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہے''۔

حوالہ نمبر(8)

لَمْ يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ، لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ".[2]

''قضاءً اس کی تصدیق نہیں ہوگی کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہے''۔

حوالہ نمبر(9)

"لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ".[3]

''قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہے''۔

حوالہ نمبر(10)

"لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ".[4]

''قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہے''۔

الغرض فقہ کی اکثر کتابوں میں یہ جزئیہ مصرح ہے کہ خلافِ ظاہر میں قضاءً تصدیق نہ ہوگی۔ مگر افسوس کہ فقہ کے اس مشہور قاعدے کو دیوبندیوں نے غیر معتبر قرار دے دیا، اور روایت ''سیر کبیر'' کے معارض قرار دیا، حالانکہ یہ کلیہ روایت ''سیر کبیر'' کے ہرگز معارض نہیں، اور یہ بھی کہنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ مسئلہ طلاق پر قیاس ہے حالانکہ یہ مسئلہ طلاق پر قیاس نہیں بلکہ فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے کہ خلافِ ظاہر میں قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اس کلیہ کو مسئلہ طلاق میں بھی ذکر کیا گیا ہے، اور مسئلہ طلاق کے غیر میں بھی ذکر کیا گیا ہے، اس کا

---

[1] الفتاوی الھندیة، ج1 ص439، دار الفكر

[2] المبسوط للسرخسی، ج6 ص82، دار المعرفة - بيروت

[3] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج3 ص34، دار الكتب العلمية

[4] الهداية في شرح بداية المبتدي، ج1 ص225، دار احياء التراث العربي

مطلب یہ نہیں کہ یہ طلاق پر قیاس ہے۔ یہ دیوبندیوں کی غلطی ہے کہ اس قاعدے کو مسئلہ طلاق پر قیاس سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ قیاس نہیں بلکہ ذکر قاعدہ ہے جو کافی مسائل میں ذکر کیا گیا ہے۔

اعتراض: ''رابغا[رابعا] فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالبینونۃ نہ کرنا چاہیے۔ کما سبق لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور بینونۃ کے لئے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا مبنیٰ معلوم نہ ہو، یا اس کا مبنیٰ ایک قیاس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینی چاہیے اور بینونۃ کا حکم کر دینا چاہیے، پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ قابل التفات ہوگا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خاطی کو متہم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ زیرِ بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے متہم نہیں کر سکتے، پس یہ جزئیہ نا قابل التفات ہے یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق، اس لئے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا''۔[1]

الجواب: ہم تکفیر مسلم میں عجلت کے ہرگز قائل نہیں، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ضعیف سے ضعیف اِحتمال ہو تو بھی کفِّ لسان کرنی چاہئے، لیکن یہاں تو ایسا نہیں، جو ذِکر ہوا وہ فقہاء کا مشہور قاعدہ ہے۔ فقہاء جا بجا اس قاعدہ کو ذِکر کرتے ہیں، اور اکثر مواقع پر یہ قاعدہ مذکُور بھی ہے۔

جس کے متعلق کچھ حوالے تو ہم سابق میں ذِکر کر چکے ہیں، اور کچھ حوالوں کو ہم نے بوجہ طوالت ذکر نہیں کیا۔ اس جزئیہ کو نا قابل التفات قرار دینا دُرست نہیں۔ اور یہ کہنا کہ قاضی متہم سمجھے تو اس وقت تصدیق نہ کرے یہ بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ جب وہ خلافِ ظاہر کا

---

[1] دفاع، ج1 ص909، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دعویٰ کر رہا ہے تو اس کا دعویٰ ہی اسے متہم بنا رہا ہے۔اس نے ایسا دعویٰ کیا ہے جو ظاہر کے موافق نہیں۔اس کی قضاءً تصدیق نہیں ہو سکتی ۔پس وہ خلافِ ظاہر دعویٰ کر کے متہم ہو گیا ہے،لہٰذا اس کی تصدیق نہیں ہوگی۔۔

اعتراض: ''احتیاطاً بھی تجدید ایمان ونکاح کا فتویٰ نہ دیا جاوے،کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے ہ[کہ] گوتم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں،لہٰذا تم تجدید ایمان ونکاح کرو،وہوکماتری''۔[1]

مُلّاں انبیٹھوی کا تجدیدِ ایمان ونکاح کا فتویٰ دینا

الجواب: احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کا حکم مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''دوسری جہت ظاہراً اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے،جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے''۔[2]

حوالہ نمبر(2)

''یہی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح اِحتیاطاً کیا جاتا ہے''۔[3]

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کا حکم خُود دیوبندیوں کے مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب نے دیا ہے۔لہٰذا یہ اعتراض دیوبندیوں پر ہی عائد ہوتا ہے کہ اُن کے زُعم میں جو کافر نہ تھا اس کو اُنہوں نے احتیاطاً کافر قرار دیا،یہ تو دیوبندیوں کی اپنے مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب کے خلاف گواہی ہے کہ جو کافر نہ تھا وہ مُلّاں خلیل انبیٹھوی صاحب کی تحریر کی روشنی سے احتیاطاً کافر قرار پاتا ہے۔

---

[1] دفاع،ج1ص909،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[2] دفاع،ج1ص869،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[3] دفاع،ج1ص869،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

یہ تو دیوبندیوں کے گھر کا حوالہ تھا۔اب دُوسری جانب علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ مُلاحظہ کریں اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کو بھی دیوبندیوں نے نقل کیا ہے:

"ما یکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فی خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃوتجدیدالنکاح اھوظاھرہ انہ امر احتیاطاً"۔[1]

''یعنی جو کُفر اِتفاقی ہو اس سے اعمال اور نکاح باطل ہو جاتے ہیں، اور جس میں اختلاف ہو اس میں استغفار و توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ اَمر احتیاطی ہے''۔

اس کے متعلق دیوبندی مُلّاں کیا کہیں گے کہ جو دَرحقیقت کافر نہ تھا اُس کو علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور دُوسرے فقہاء نے احتیاطاً کافر قرار دیا؟

پس ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا یہ اعتراض ہی جہالت پر مبنی ہے۔دیوبندی مُلّاں مریدِ تھانوی کے کُفر کو ماننے کیلئے تیار نہیں بلکہ اِحتیاطاً بھی اس کو تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دے رہے حالانکہ مُریدِ تھانوی سے ہوش و حواس کی حالت میں شعور و اِدراک کی موجودگی میں کُفر سرزَد ہوا جس کے بے اِختیاری اور خطاء ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور نہ اس کو کوئی ایسا سبب لاحق ہے جس سے اس کی مجبوری و بے اِختیاری ثابت ہوتی ہو۔ لہٰذا اس کا کُفر ثابت ہے مگر دیوبندی اِس کو ماننے سے گریزاں ہیں کیونکہ اُن کے حکیم الاُمت تھانوی جی اس میں گرفتار ہوتے ہیں۔

اعتراض: ''پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ ''سیر کبیر'' میں معاملہ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصاری نہیں کہا تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بینونت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دیتے''۔[2]

---

[1] دفاع، ج1 ص894، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] دفاع، ج1 ص909، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: یہ بھی دیوبندیوں کی جہالت ہے کہ بے محل بات کو اِس مسئلے میں داخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ''سیر کبیر'' میں مسئلہ یہ ہے کہ عورت مدعی ہے کہ اُس کے شوہر نے مسیح ابن اللہ کہا، شوہر کہتا ہے کہ مَیں نے ساتھ میں فی قول النصاری بھی کہا، اختلاف ہو گیا۔ اگر عورت گواہ پیش کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ شوہر نے فی قول النصاری نہیں کہا، تو تفریق واقع ہو جائے گی اور گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ نہیں سنا تھا کہ شوہر نے کہا ہے یا نہیں۔ جبکہ شوہر فی قول النصاری کہنے کا مُدعی ہے۔ اب عورت چونکہ اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں پیش کر سکی، لہٰذا اس کے دعویٰ کو خارج کر دیا جائے گا۔

اس میں کون سی بات ہے جو مُریدِ تھانوی کیلئے مؤید ہو، اسے کلمہ کُفر کا خُود اِقرار ہے، اپنے لئے مجبوری، بے بسی کا کوئی بھی سبب وہ پیش نہیں کر سکا اور نہ ہی کتبِ فقہ کی روشنی میں اس کے لئے کوئی سبب ثابت ہوتا ہے، دَریں صورت اس کیلئے کُفر کا حکم ثابت ہوتا ہے مگر افسوس کہ دیوبندی مُلّاں اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں، اور نہ ہی کوئی دلیل پیش کرتے ہیں۔ بس بے محل اور خواہ مخواہ کی باتوں سے عوام کے اَذھان کو اُلجھانا چاہتے ہیں۔

اعتراض: ''شبہ نہم: فقہاء کہتے ہیں: مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلافاً یومر بالتوبہ والاستغفار وتجدید النکاح، اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بالاتفاق کلماتِ کُفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زُبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالاتفاق کلمہ کُفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بِلاقصد، اور اگر کسی کی زُبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کُفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اس کو توبہ واستغفار تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا اور بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصداً کوئی ایسا فعل صادر ہو جس کے کُفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاوے گا کہ تو توبہ استغفار اور تجدید نکاح کر لے تا کہ

تیری زوجہ بالاتفاق حلال ہو جاوے، قصداً کی قید ہم نے اس لئے لگای [لگائی] کہ بدون قصد کے ردت متحقق ہی نہیں ہو سکتی، نہ بالا اتفاق [بالاتفاق] نہ بالاختلاف کیونکہ قصد رکن ردت ہے"۔ [1]

الجواب: مُریدِ تھانوی کا کُفر تو اِتفاقی ہے کہ جو اُس نے کلمہ کُفریہ زُبان سے بکا وہ بالاتفاق کُفر ہے اور وہ بھی حالتِ بیداری میں عین تکلم کی حالت میں شعور و اِدراک کی موجودگی میں، لہٰذا اس کو تجدید ایمان و نکاح کا حکم کرنا چاہئے تھا نا کہ اسکے واقعے کو پارسائی اور کرامت کی دلیل بنایا جاتا۔

مگر افسوس کہ تھانوی صاحب نے اس واقعے کو اپنی پارسائی کی دلیل بنایا اور کُفرِ اتفاقی میں اپنی رائے کا اِظہار کیا۔ مُریدِ تھانوی کے واقعہ میں خطا بھی ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مُلّاں انبیٹھوی صاحب نے اس کی تصریح کی ہے کہ:

"نہ یہاں خطاء ہے"۔ [2]

جب خطاء نہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے یہ کُفر بالقصد صادر ہوا، لہٰذا رُکنِ ردّت بھی پایا گیا۔ اس لئے تھانوی صاحب کو اپنے مُرید پر حکمِ کُفر لگانا چاہیے تھا اور اس کی حالت مغضوبہ سے بیزاری اختیار کرنی چاہئے تھی۔ مگر افسوس! کہ مُلّاں تھانوی نے قواعد فقہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے مُرید کے کُفر کی تائید کی اور اس کی حالت شیطانی کو اپنی پارسائی کی دلیل بنایا۔

اعتراض: "شبہ دہم: عالمگیری میں ہے: رجل قر انه کان اقر وهو صبی لفلان بالف درهم وقال الطالب بل قرت بها له بعد البلوغ فالقول قول المقر مع یمینه وکذلک لو قال اقررت له بها فی حالة نومی وکذٰلک لو قال اقررت بها قبل ان اخلق ولو قال اقررت له وانا ذاهب العقل من برسام او لم فان کان عرف انه کان

---

[1] دفاع، ج1 ص909-910، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص868، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اصابلم یلزمه شی وان کان لا یعرف ان ذلک اصابه کان صامنًا للمال، کذافی المبسوط [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقرر کوئی ویسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہوتو وہ عذر مقبول ہوگا اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہوتو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو پس چونکہ صاحؒ [صاحب] واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے اس لیے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے ردت کا اقرار پر، اور جس طرح ردت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں کما مر یونہی اس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ جس طرح الفاظ طلاق بینونت کے لیے موضوع ہیں یوں ہی اقرار ثبوت حق غیر کے لیے موضوع ہے، پس جب کہ وہ اقرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ ثبوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لیے اس کا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس صدور الفاظ نہ موجب ردت ہے اور نہ ان کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بینونت زوجہ سے ہے کیونکہ ردت کا تعلق تو قصد وارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بینوت [بینونت] کا تعلق بطور لزوم کے ردت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بینونت کے لیے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلومہ کا اقرار کرنا، نہ اقرار [نہ اقرار] ردت ہوگا، نہ اقرار بینونت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب ارار [اقرار] کا ابطال نہ ہوگا، فافترقا'' [2]

الجواب: مُرید تھانوی صرف نفس صدورِ الفاظ کا مُدعی نہیں بلکہ وہ اپنے ہوش وحواس اور عین تکلم کی حالت میں شعور و اِدراک کی موجودگی میں الفاظِ کُفریہ بکنے کا مقر بھی ہے، اسے

---

[1] ہم عبارات میں اغلاط سے قطع نظر کر رہے ہیں اہل ذوق مطابقت کریں گے تو عیاں ہوگا

[2] دفاع، ج1 ص910-911، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کوئی بھی بے بسی و بے اِختیاری و مجبوری لاحق نہیں، جسے وہ مجبوری و بے اِختیاری قرار دے رہا ہے۔ وہ شرعی مجبوری و بے اِختیاری نہیں۔

اس لئے کہ اسے نہ تو اِکراہ لاحق ہے، اور نہ ہی بے اِختیاری کا کوئی سبب لاحق ہے اور نہ ہی اُس کے تکلم سے خطا ثابت ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس کی ردّت ثابت ہے اور بطورِ لزوم حق غیر یعنی بینونت زوجہ ثابت ہو رہی ہے لیکن وہ اس کے بعد جو بہانہ بازی کر رہا ہے اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی، یہاں تک کہ جو خطاءً کلمہ کفر صادر ہوا اس کے لئے بھی "لا یصدقه القاضی" فتاویٰ قاضی خاں میں مَرقوم ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ پس اس کا عذر بیان کرنا موجب اِقرار کا ابطال نہ ہوگا، دُرست نہیں اس لئے کہ دیوبندیوں نے قاضی خان کے اس جزئیہ کو طلاق پر قیاس سمجھ لیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ اس لئے کہ خطاءً کلمہ کُفریہ بولنے والا غیر شادی شدہ بھی ہوسکتا ہے۔ اب قاضی کیلئے کیا حکم ہے۔ یہاں تو حق غیر یعنی بینونۃ زوجہ بھی اس سے متعلق نہیں ہو رہی۔ لامحالہ اس کے لئے یہی "لا یصدقه القاضی" کا حکم ہی دینا پڑے گا۔

اسی طرح جب اِقرار کرنے والا اقرار کر کے ذاھبُ العقل یا نوم کا دعویٰ کر رہا ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ میں حق غیر کو زائل کر رہا ہے۔ اس لئے اُس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی۔ ردّۃ سے بھی لزومی طور پر حق غیر متعلق ہو جاتا ہے، جس کا اقرار خُود دیوبندیوں کو بھی ہے۔

پس دعویٰ خطا سے حق غیر یعنی بینونۃ زوجہ کو بلا بینہ کیسے ساقط کر دیا جائے، یہ بات تو تھی بالخطاء تکلم کلمۃ الکفر کے متعلق مگر مُریدِ تھانوی سے تو کلمہ کُفر خطاءً واقع نہیں ہوا، بلکہ اس کے شعور و ادراک کی موجودگی میں بحالتِ بیداری صادر ہوا ہے۔ لہٰذا اُس کی بہانہ بازیوں کو کیسے قبول کرلیا جائے جس کے عذر شرعی ہونے پر کوئی شرعی دلیل بھی موجود نہیں۔

مفتیانِ دیوبند بھی اس کیلئے کوئی شرعی عذر بیان نہیں کر سکے صرف خواہ مخواہ بحث اور ضد و تکرار کے ذریعے اس کا دفاع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آگے دو ضروری باتوں

پر عامہ مسلمین کو تنبیہ کے عنوان سے ص 911 پر دو باتیں ذکر کی گئی ہیں کہ تکفیر مسلم میں احتیاطِ بلیغ سے کام لینا چاہئے اور کسی ولی اللہ سے عداوت نہیں رکھنی چاہیے۔

تو الحمد للہ! اہل سنّت و جماعت تکفیر مسلم میں اِحتیاطِ بلیغ سے کام لیتے ہیں اور خواہ مخواہ کسی کی جانب نسبتِ کُفر نہیں کرتے، باقی اگر کوئی شخص خود کُفریات بکے تو ہم اُس کا کیا کر سکتے ہیں۔

ثانیاً: اَولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم اہلِ سنّت کا نشانِ امتیاز ہے، اَولیاء اللہ سے عداوت وہابیوں کا شعار ہے۔ اگر اس مسئلے کو کُفر قرار دیکر بزعم دیوبندیوں کے ہم دیوبندیوں کے مزعومہ ولی تھانوی کے مخالف قرار پائے۔ اور اس ضمن میں بزعم دیوبند یہ گستاخ اَولیاء اللہ ثابت ہوئے تو سب سے پہلے یہ فتویٰ انہیں اپنے بزرگ ملّاں خلیل انبیٹھوی صاحب پر لگانا چاہئے جس نے اس مسئلے میں قضاءً کُفر کا فتویٰ لکھا ہے۔

لہٰذا دیوبندیوں کے اُصول پر بھی ملّاں انبیٹھوی صاحب ہی دیوبندیوں کے مزعومہ اَولیاء اللہ کے گستاخ قرار پاتے ہیں۔

دیوبندیوں نے بحالتِ بیداری کلمہ کُفر بکنے والے مُریدِ تھانوی کا ایک دُوسرا خط بھی نقل کیا ہے جس میں اُس نے اِقرار کیا ہے کہ:

''لیکن ایسے خواب کا صدور اس نالائق سے ہونا موجبِ ندامت ہے''۔ [1]

جب خواب کا صدور موجبِ ندامت ہے تو پھر حالتِ بیداری میں کلمہ کُفر کا صدور بھی بطریق اولیٰ موجبِ ندامت ہونا چاہئے۔ مگر افسوس! دیوبندی اس کی بے جا وکالت کر رہے ہیں، اور تھانوی جی اس واقعہ کو تسلی بخش قرار دے رہا ہے جبکہ مُرید موجب ندامت۔

اور مُرید ہی مزید لکھتا ہے کہ:

''میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کرتا ہوں''۔ [2]

---

[1] دفاع، ج 1 ص 913، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج 1 ص 913، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مگر تھانوی صاحب تو قابلِ ندامت اور معیوب نہیں سمجھتے بلکہ اس واقعہ کو اپنی بزرگی کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

کاش تھانوی صاحب نے بھی اس حالت کو معیوب اور قابل ندامت قرار دے کر اپنے مُرید کو کُفریات سے توبہ کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ مگر اُنہوں نے حدودِ شرع کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قابل ندامت اور معیوب حالت کو بھی اپنی بزرگی کی دلیل بنایا۔

چند خواب اور اُن کی حقیقت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آخر میں ہم رضاخانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے اصولوں پر کفر و گستاخی بنتے ہیں امید کرتے ہیں کہ رضاخانی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر بھی فتوی لگائیں گے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی مولوی احمد رضا خان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام'' کی سرخی قائم کر کے لکھا ہے کہ:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لئے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے الحمد للہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔ (ملفوظاتِ حصہ دوم، ص ۱۴۲)

اس خواب کے متعلق غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''کوئی اس سے پوچھے کیا وہ معاذ اللہ کہتے ان کو پہلے تو پتہ نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں بعد میں جب پتہ چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور مجھے اعزاز بخشا تو یہ جائے شکر اور حمد ہی تھی نہ کہ جزع و فزع اور رونے دھونے اور توبہ و استغفار کی'' (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۳۲۴، ج ۱)

معلوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کو امتی کا مقتدی بنانے پر رضا خانیوں کو فخر ہے مگر کاشف اقبال رضا خانی اس کو گستاخی سمجھتا ہے اور عنوان قائم کرتا ہے ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی اور تھانوی امام نعوذ باللہ، (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص:88)''۔[1]

الجواب: کچھ باتیں ہماری کتابوں میں اِلزامی جواب کے طور پر مَرْقُوم ہیں جن کو دیوبندی موصوف نے اَزروئے جہالت تحقیقی جواب سمجھ لیا۔

اب دیکھیں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ واقعہ پر دیوبندیوں کی کتاب ''دھاکہ'' میں بایں طَور اعتراض مذکور ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کا دعوی مذہب اسلام:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے امام بلکہ امام الانبیاء ہیں۔اسراء (معراج) کی رات سب انبیاء کرام نے مسجد اقصی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔حضور کے اپنے امر کے بغیر آپ کی امامت کا کوئی تصور نہیں۔حضرت ابوبکر صدیق آپ کے امر سے امام بنے تھے،حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھی آپ نے ہی امامت کی اجازت دی تھی دوسرے صحابہ کرام نے بھی آپ کی امامت کا نہ کبھی دعوی کیا نہ اس کیلئے کبھی کوشش کی رضوان اللہ علیہم اجمعین

(ا) حضور میرے مقتدی تھے اور میں اُن کا غلام، یہ برکات احمد کی خوشبو بلا مبالغہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی تھی معاذ اللہ۔

مولانا احمد رضا خان ارشاد فرماتے ہیں۔

''جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔عرض کی یارسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں

---

[1] دفاع، ج1 ص917، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے، الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔[1]
دیوبندیوں کے متکلم اسلام الیاس گھمن نے اس واقعے کو ''انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد'' کی ضمن میں درج کیا ہے، ملاحظہ کریں[2]
پھر اسی واقعے پر اعتراض کرتے ہوئے، یوبندیوں کے مُلّاں مانچسٹروی لکھتے ہیں کہ:

''حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امامت کا دعوی''

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:
ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی یارسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے، الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا۔
مولانا احمد رضا خاں یہاں اس کے سوا اور کیا دعوی فرمارہے ہیں کہ ''حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام'' خاں صاحب کو تو چاہیے تھا کہ جب جنازہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی بات سنی شرمندگی محسوس کرتے کہ حضورؐ کی موجودگی میں مجھے امامت کی جرات کیوں ہوگئی؟ یا بتقاضائے ادب یوں کہتے کہ الحمد للہ میں بھی اس جنازے میں موجود تھا۔ آپ کے الفاظ سے کہ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا، خاں صاحب بریلوی کی اندرونی کیفیت اور انانیت کا اندازہ لگائیں کہ کس بے دردی سے حضور کی امامت کا دعوی فرمارہے ہیں۔[3]
مزید لکھتے ہیں کہ:

---

[1] وصایا کہ، ص46-47،
[2] فرقہ بریلویت پاک وہند تحقیقی جائزہ۔ ص414
[3] مطالعہ بریلویت ج2 ص294

بس مولانا احمد رضا خان کا یہ دعوی حضور ﷺ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام کسی روحانی حاضری کے تصور پر مبنی نہیں بلکہ حضورؐ وہاں اپنے جسم پاک سے تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تو حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر مصلائے امامت سے پیچھے ہٹ گئے تھے، مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھانے کی کیسے ہمت ہوئی، یہ بات اپنی جگہ سوچنے کی ہے۔

بریلوی علماء کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور ﷺ کی تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا لیکن مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھاتے وقت اس کی خبر نہ تھی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اس وقت خبر نہ تھی تو جب خبر ہوئی اس وقت کچھ اظہارِ شرمندگی کیا ہوتا بلکہ الٹا یوں لکھتے ہیں'' الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا'' گستاخی و بے ادبی کی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔

حضور میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام، یہ کیا گستاخی ہی نہیں؟ کچھ تو سوچو اے عقل والو![1]

تھانوی اور گنگوہی کے اُصولوں کی روشنی میں تو یہ گستاخی ہے چنانچہ ملّاں مانچسٹروی لکھتا ہے کہ:'' کیا مولانا سید امیر احمد کے خواب کو نماز جنازہ ثانیہ جس کا حضور کو خصوصی حق تھا اور اس میں امتیازی شان تھی، پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا مولانا احمد رضا خاں کو کیا شوق سوار تھا کہ حضورؐ کی امامت کا دعوی کر دیا اور برملا کہا کہ'' الحمد للہ! یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا'' استغفر اللہ العظیم۔ بلکہ اگر وہ غور کرتے تو اس میں ان کی بدعات پر زبردست نکیر موجود تھی۔ پیغمبر پر تقدم یہی ہے کہ اس کی سنتوں پر نہ چلے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ایک سلسلہ میں فرماتے ہیں:

کسی نے اس خواب کا اور اس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں

[1] مطالعہ بریلویت ج2 ص295

کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ کوئی ان سے کہے کہ حضورؐ کے ہوتے کسی کا مسند پر بیٹھنا صاف دلیل ہے کہ تقدم علی الرسول (رسول سے آگے بڑھنے) کی یعنی ان لوگوں میں خودرائی ہے وہ اپنی رائے کو حضور ﷺ کی رائے مبارک پر مقدم کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان اگر یہ تعبیر سمجھ نہ پائے اور بدعات سے توبہ نہ کی بلکہ حضورؐ کی امامت کا دعوی کر دیا تو اس کا بار آخرت میں ان پر ہوگا۔ موجودہ بریلوی تو ان کا بار اپنے سر نہ لیں۔ یہ سہرا انہی کے سر ہے۔ [1]

دیوبندیوں کے ان نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے دیوبندیوں پر ان کے اُصولوں کی روشنی میں تھانوی کی اِمامت پر اعتراض کیا گیا تو دیوبندی موصوف اس بات کو گول کر گئے اور لوگوں کو یُوں مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ

''آخر میں ہم رضاخانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے اصولوں پر کفر و گستاخی بنتے ہیں''۔ [2]

حالانکہ ہمارے علماء نے تو جوابی کارروائی کے طور پر دیوبندیوں کو آئینہ دِکھایا۔

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص:88 پر حضور اکرم ﷺ مقتدی اور تھانوی امام کی سرخی سے دیوبندیوں کے اس نظریے کو واضح کیا گیا جس میں وہ اس کو تقدم علی الرسول گستاخی اور بدعتی ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

''مطالعہ بریلویت'' کے حوالے سے ہم اقتباس نقل کر چکے ہیں اس کو دوبارہ ملاحظہ کریں۔ اور حضرت اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر بھی دیوبندیوں کی شر انگیز تحریروں کی روشنی میں ان کو الزامی جواب کے طور پر ہے جیسا کہ ملاں مانچسٹروی اس

---

[1] مطالعہ بریلویت ج2 ص296

[2] دفاع ج1 ص:917 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

خواب والے واقعے کے متعلق لکھتے ہیں:

خان صاحب بریلوی کی اندرونی کیفیت اورانانیت کا اندازہ لگائیں کہ کس بے دردی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعوی فرمارہے ہیں۔ [1]

جب مولانا برکات احمد کے خواب کا واقعہ دیوبندیوں کے نزدیک سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اَندرونی کیفیت اور اَنانیت کا عکاس بن سکتا ہے(نعوذ باللہ) پھر بقول حضرت دیوبندیوں کے امامت والے خواب کے واقعات گستاخی کیوں نہیں بن سکتے اوران کے متعلق یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ

ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تھانوی کا اِتنا بُلند مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکی اقتداء کرتے ہیں۔ [2]

بہر حال'' دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' اور ''بلی کے خواب میں چھچھڑے'' کی عبارات اِلزامی ہیں اور دیوبندیوں کوان کا آئینہ دِکھایا گیا ہے،مگر دیوبندی موصوف نے اپنے گھر کے حوالوں اور گھر کے اۃ صولوں سے قطع نظر کرتے ہوئے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اوراپنے گھر کے حوالوں سے آنکھیں بند کرلی ہیں جس میں امامت کو گستاخی و بے ادبی اور تقدم علی الرسول اور سنتوں سے اِنحراف قرار دیا گیا۔

سیالوی صاحب، اویسی صاحب اور حسن علی رضوی صاحب کے حوالوں میں کوئی تضاد نہیں اس لئے کہ کاشف اقبال مدنی اور اویسی صاحب نے دیوبندیوں کی مذکورہ تحریروں کے تناظر میں دیوبندیوں کوان کے گھر کا اُصول یاد دِلایا ہے۔لہٰذاان تحریروں میں کوئی تضاد نہیں، یہ موصوف کی بے جا خوش فہمی ہے کہ وہ محل نزاع کو سمجھے بغیر ہی سچا اور جھوٹا ہونے کا اعتراض کررہے ہیں اوراپنے گھر کی تحریروں سے آنکھیں بند کررہے ہیں۔

---

[1] مطالعہ بریلویت ج2ص295

[2] (بلی کے خواب میں چھچھڑے ص19)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی مگس رانی (یعنی جسم اطہر پر بیٹھنے والی مکیاں [مکھیاں] ہٹاتا ہوں) خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ مکھی تو جسم اقدس پر بیٹھتی نہ تھی علماء نے تعبیر فرمایا بشارت ہو تمہیں کہ احادیث میں جو خلط (یعنی گڈ مڈ) ہو گیا ہے تم اسے پاک صاف کرو گے''۔ (ملفوطات ج ۲، ص ۲۳۸ مکتبۃ المدینہ)

اب اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر مکھیاں بیٹھتی تھیں تو معاذ اللہ تو رضا خانی اسے گستاخی پر محمول کریں گے، مگر چونکہ خواب اپنے مولوی کا تھا اس لئے اس پر مبارک خواب کا عنوان قائم کیا''۔ [1]

الجواب: دیوبندیوں اور اِن جیسے مذاہبِ باطلہ کا اپنے گستاخانہ اور جھوٹے خوابوں کے دفاع میں اَکابرین اَولیاء اللہ کے خواب پیش کرنا ہرگز دُرست نہیں۔ اِس لئے کہ بزرگانِ دین اور صلحائے ملت جس دَور سے تعلق رکھتے تھے اُس دَور میں جھوٹ بہت کم تھا، لوگوں کی خوراک و پوشاک، نشست و برخاست اس طرح کی تھی کہ ہجوم اَفکار دُنیاوی سے ان کے اَذھان خالی تھے۔ ایسی صورت میں اُن کے خواب ان کی قوت فکریہ وخیالیہ کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ رویاء کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس میں ایک تعبیر پوشیدہ ہوتی تھی مگر آگے چل کے لوگ حرص وہوس کا شکار ہو گئے، اور بالخصوص جس وقت سامراجی حکومت نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو اس وقت کچھ گندم نما جوفروش چھ سو روپے کے عوض فروخت ہونے لگے۔ ان کے دِل ودماغ پر حب جاہ وحب مال غالب تھی۔

---

[1] دفاع، ج1 ص918، مکتبہ ختم نبوت، پشاور